

بَحْثُ الْعُلَمَاءِ الْكِرَامِ فِي اسْتِحْبَابِ مُسْئَلَةِ الْقِيَامِ

مسألة قِيَامُ الْعِظَمَى

# مسألة قِيَامُ الْعِظَمَى

مولانا مفتی حسین احمد مقتدری بدایونی

تأليف:

مولانا مفتی حسین احمد مقتدری بدایونی

ترجمہ: تخریج تحقیق

مولانا خالد قادری مجیدی

مولانا خالد قادری مجیدی

تحقیق العلماء الکرام فی مسئلہ استحباب القیام

# مسئلہ قیام تعظیمی

تالیف  
مفتی حسین احمد قادری بدایونی

تخریج و ترتیب  
مولانا خالد قادری مجیدی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

سلسلہ مطبوعات ۹۰

کتاب: مسئلہ قیام تعظیمی  
تصنیف: مولانا حسین احمد قادری بدایونی  
تخریج و ترتیب: مولانا خالد قادری مجیدی  
طبع اول: ۱۳۳۶ھ / ۱۸-۱۹۱۷ء  
طبع جدید: جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ / مارچ ۲۰۱۳ء

---

**Publisher**

**TAJUL FUHOOL ACADEMY**

(A Unit of Qadri Majeedi Trust)

Madrassa Alia Qadria, Maulvi Mohalla, Budaun-243601 (U.P.) India

Mob.: +91-9897503199, +91-9358563720

E-Mail: qadrimajeeditrust@gmail.com, Website: www.qadri.in.

---

**Distributor**

**Maktaba Jaam-e-Noor**

422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6

Phone : 011-23281418

Mob. : +91-9313783691

---

**Distributor**

**New Khwaja Book Depot.**

Matia Mahal,

Jama Masjid, Delhi-6

Mob. : +91-9313086318

## انتساب

اس دینی رسالے اور ذکر فضائل حضور سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کے صحیفے کو خاک سار مصنف ریاست پہاسو کی یادگار بناتا ہے۔  
اور برکت دارین بحرمتہ سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور تمام مسلمانوں کے  
لیے چاہتا ہے۔  
اور سب کے لیے کمال ایمان واستقامت علی الدین کی دعا کرتا ہے۔

والسلام

حسین احمد قادری

## عرض ناشر

تاج الفحول اکیڈمی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا ایک ذیلی ادارہ ہے، جو تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کی سرپرستی اور صاحبزادہ گرامی مولانا اسید الحق قادری بدایونی (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) کی نگرانی اور قیادت میں عزم محکم اور عمل پیہم کے ساتھ تحقیق، تصنیف، ترجمہ اور نشر و اشاعت کے میدان میں سرگرم عمل ہے، اکیڈمی کے زیر اہتمام اب تک عربی، اردو، ہندی، انگلش، گجراتی اور مراٹھی زبانوں میں تقریباً ۱۰۰ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

تاج الفحول اکیڈمی کے قیام کے مقاصد میں یہ بات ابتدا سے شامل ہے کہ ایک جامع منصوبے کے تحت فرزندان مدرسہ قادریہ اور دیگر علمائے بدایوں کی نادر و نایاب تصانیف منظر عام پر لائی جائیں اور ان حضرات کی دینی و ملی خدمات سے موجودہ نسل کو روشناس کروایا جائے۔ بفضلہ تعالیٰ اکیڈمی نے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کامیاب کوششیں کی ہیں، جس کے نتیجے میں فضلاء مدرسہ قادریہ کی متعدد نادر و نایاب تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مصنف کتاب حضرت مولانا مفتی حسین احمد قادری بدایونی سرزمین بدایوں کے درخشندہ ستارے، مدرسہ قادریہ کے مایہ ناز فرزندان اور خانقاہ قادریہ کے مخصوص متوسلین میں تھے۔ کتاب کی تخریج و ترتیب کا کام بھی مدرسہ قادریہ کے ایک لائق فرزند مولانا خالد قادری مجیدی نے انجام دیا ہے۔

رب قدر و مقتدر سے دعا ہے کہ اکیڈمی کی خدمات قبول فرمائے، ہمیں زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔

محمد عبدالقیوم قادری

جنرل سیکریٹری تاج الفحول اکیڈمی

خادم خانقاہ قادریہ بدایوں

## فہرست مشمولات

صفحہ	عنوان
7	ابتدائیہ از مولانا اسید الحق قادری
14	تقریظ مولانا عبد الماجد قادری بدایونی
20	تقریظ مولانا حبیب الرحمن قادری بدایونی
22	تقریظ مفتی ابراہیم قادری بدایونی
24	تقریظ منظوم مولانا ضیاء القادری بدایونی
26	تقریظ منظوم حکیم محمد اسحاق حسین مارہروی
28	خطبہ کتاب و تمہید
28	اصل اشیا میں اباحت ہے
35	بدعت کا مفہوم اور اس کی تقسیم
50	تعال سلف اور عرف و عادت کی بحث
54	امور خیر کی ایجاد
58	حضور اکرم ﷺ کا مقام و مرتبہ اور آپ کی تعظیم کا وجوب
62	صحابہ تابعین اور ائمہ محدثین کا ادب رسول
69	مخالفین قیام تعظیمی کی پہلی دلیل
70	مخالفین قیام تعظیمی کی دوسری دلیل
77	مستحق تعظیم کے لیے قیام تعظیمی کا جواز
79	ذکر ولادت کے وقت قیام تعظیمی

80	حرمین شریفین کا تعامل
83	ایک لطیفہ
84	علمائے عرب کے فتوے
84	فتویٰ علمائے مدینہ منورہ
86	فتویٰ علمائے مکہ مکرمہ
88	فتویٰ علمائے جدہ
89	فتویٰ علمائے حدیدہ
91	فتویٰ علمائے ہند
94	قیام وقت ولادت کی ایک وجہ
96	قیام وقت ولادت کی دوسری وجہ
96	قیام وقت ولادت کی تیسری وجہ
97	قیام وقت ولادت کی چوتھی وجہ
103	انبیا اور اولیا کی حیات بعد الممات
110	انبیا اور اولیا کی ایک وقت میں متعدد مقامات پر جلوہ گری
126	محفل میلاد میں حضور ﷺ کی تشریف آوری
133	وصال کے بعد حالت بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت
144	دعوت النصار
156	تصدیقات علمائے کرام
157	فہرست مصادر و مراجع



## ابتدائیہ

از: مولانا سید الحق قادری

مدرسہ قادریہ بدایوں اپنے قیام کے دو سو سال مکمل کرنے جا رہا ہے، دو صدیوں کے اس طویل سفر میں فرزندان مدرسہ قادریہ نے علمی و عملی اور تحریری و تقریری ہر سطح پر دینِ متین کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ بالخصوص عقائد و نظریات کے انحراف اور فرہائے باطلہ کے مقابلے میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے میدان میں قادری مجیدی علما کی مخلصانہ جدوجہد ہماری جماعتی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ زیرِ نظر کتاب بھی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے اسی تاریخی تسلسل کی ایک کڑی ہے، جو مدرسہ قادریہ کے ایک فرزند کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے اور آج ایک صدی بعد مدرسہ قادریہ ہی کے ایک فرزند کی تحقیق و تخریج اور جدید ترتیب سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مصنف کتاب حضرت مولانا مفتی حسین احمد قادری بدایونی بدایوں کے مشہور صدیقی حمیدی خاندان کے چشم و چراغ تھے، آپ کے دادا ”مفتی غلام جیلانی کا شمار شہر کے عمائدین میں ہوتا تھا، ظاہری دولت کے ساتھ نعمتِ علم و فن اور باطنی سوز و گداز سے قلب معمور تھا“۔ (باقیات ہادی: ص ۱۶)

مفتی غلام جیلانی حضرت شاہ عین الحق عبد المجید قادری بدایونی قدس سرہ کے مرید اور مدرسہ قادریہ کے مخصوصین میں تھے۔ عمِ مکرم مولانا ہادی القادری ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

مفتی غلام جیلانی علیہ الرحمۃ کو فنِ تاریخ گوئی میں خاص ملکہ تھا۔ بلا تکلف گفتگو کے جملے بھی اعداد و جمل کے اعتبار سے تاریخی ہوتے تھے۔ چچا علیہ الرحمۃ (مولانا مفتی کرم احمد میٹھو) قادری فرزند اوسط نے سنایا کہ ایک مرتبہ لکھنؤ سے ایک صاحب فن آئے۔ ان کی تاریخ گوئی کا بڑا چرچا تھا۔ والد صاحب قبلہ اُن سے ملنے گئے اور گفتگو شروع کی، گفتگو اتنی رواں اور بے تکلف تھی کہ یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ان جملوں میں فن برتا جا رہا ہے۔ وہ صاحب خالی الذہن



تھے کہ مقابل صاحب فن ہے اس لیے والد صاحب کو جواب میں وہ خوبی نہ ملی۔  
تھوڑی دیر بعد یہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ”رخصت“ تو لکھنوی صاحب کو محسوس  
ہوا کہ مفتی صاحب غفلت میں چوٹ دے چلے تھے۔ (رخصت کے اعداد  
بحساب جمل بارہ سو نوے ۱۲۹۰ ہوتے ہیں) انہوں نے ہاتھ پکڑ لیا پھر بیٹھ کر  
دیر تک دونوں فن کا مظاہرہ کرتے رہے۔ (باقیات ہادی: ص ۱۶/۱۷)

مفتی غلام جیلانی مجیدی کے تین صاحبزادے تھے۔ مفتی فضل احمد قادری بدایونی، مفتی کرم احمد  
میخوار، مفتی اکرام احمد لطف بدایونی۔ آخر الذکر مفتی لطف مشہور نعت گو شاعر ہیں، جن کا یہ شعر شہرہ  
آفاق ہے:

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ کسی کی بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں  
بڑے صاحبزادے مولانا مفتی فضل احمد قادری بدایونی جید عالم اور حضرت تاج الفحول کے ارشد  
تلامذہ میں تھے۔ مدرسہ قادریہ میں تدریسی خدمات انجام دیں، حضرت عاشق الرسول مولانا  
عبدالقدیر قادری نے بھی بعض درسی کتابیں اُن سے پڑھی تھیں۔  
مفتی فضل احمد قادری کے پانچ صاحبزادے تھے، جن میں سب سے بڑے مصنف کتاب مفتی  
حسین احمد قادری بدایونی پھر علی الترتیب مفتی صدیق احمد قادری، سجاد احمد، برکات احمد اور انعام  
احمد تھے۔

مفتی حسین احمد قادری کی سنہ ولادت معلوم نہیں ہو سکی، قیاس ہے کہ مفتی صاحب کی ولادت  
تیرہویں صدی کی آخری دہائی میں یا اس سے کچھ پہلے ہوئی ہوگی۔ اس قیاس کی بنیاد یہ ہے کہ  
آپ کے دادا مفتی غلام جیلانی نے عرس قادری سنہ ۱۳۰۰ھ کی تاریخ ایک شعر میں اس طرح برآمد  
کی کہ ان کے تینوں بیٹوں اور دو پوتوں کے ناموں کے آخری حروف کو جمع کر کے ۵ سے ضرب دی  
جائے تو عرس کی تاریخ ۱۳۰۰ھ برآمد ہوتی ہے، اس میں مفتی حسین احمد اور ان کے چھوٹے بھائی  
مفتی صدیق احمد کے نام بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں:

فضل و کرم، اکرام و حسین و صدیق پانچوں کے ہیں پنج گو نہ حرف آخر

$$۱۳۰۰ھ = ۵ \times ۲۶۰ = ۱۰۰ + ۵۰ + ۲۰ + ۲۰ + ۳۰$$

اس شعر کی روشنی میں یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ سنہ ۱۳۰۰ھ میں نہ صرف مفتی حسین احمد بلکہ ان کے چھوٹے بھائی مفتی صدیق احمد کی بھی ولادت ہو چکی تھی۔

مفتی حسین احمد نے تعلیمی مراحل مدرسہ قادریہ میں طے کیے، بعض درسی کتابیں استاذ العلماء علامہ محب احمد قادری بدایونی سے پڑھیں، زیادہ تر استفادہ سرکار صاحب الاقتدار حضرت شاہ مطیع الرسول عبدالمقتدر قادری قدس سرہ کی درس سرہ کی درس گاہ سے کیا۔ مولانا ہادی القادری نے سرکار مقتدر قدس سرہ کے تلامذہ کو زمانی اعتبار سے پانچ طبقوں میں تقسیم کیا ہے، انہوں نے مفتی حسین احمد کو تلامذہ کے پہلے طبقے میں رکھا ہے، اس طبقے میں مفتی حسین احمد کے ساتھیوں میں مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی، مولانا عبدالحجید قادری آنولوی اور مولانا سید حسین احمد جیلانی (بیباک شاہ جہانپوری) وغیرہ شامل ہیں۔

مفتی حسین احمد کو حضرت تاج الفحول سے شرف بیعت حاصل تھا، جب کہ سرکار مقتدر قدس سرہ نے جملہ سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ ریاست پہاسو (ضلع بلندشہر، یو. پی.) میں مفتی ریاست کے عہدے پر فائز کیے گئے اور تاحیات اس منصب پر متمکن رہے۔

میں نے اپنے بزرگوں (والد محترم اور عم مكرم حضرت اقبال میاں) سے متعدد مرتبہ یہ واقعہ سنا ہے کہ جب مفتی حسین احمد مدرسہ قادریہ میں تحصیل علم کر رہے تھے تو ان کے استاذ حضرت سرکار مقتدر قدس سرہ نے ان سے فرمایا کہ حسین احمد صبح جلدی آجایا کرو اور مسجد (مدرسہ قادریہ سے ملحق قدیم مسجد جو اُس وقت مسجد خُرمہ کے نام سے موسوم تھی) میں جھاڑو لگا دیا کرو، مفتی حسین احمد نے استاذ کے حکم پر اپنا معمول بنالیا کہ وہ فجر کی نماز سے قبل مدرسہ آتے، اذان دیتے، مسجد میں جھاڑو لگاتے اور فجر کی نماز اپنے استاذ کی اقتدا میں ادا کر کے درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے۔

درسیات سے فراغت کے بعد بھی مفتی صاحب نے اپنا یہ معمول ترک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ریاست پہاسو میں مفتی کے عہدے پر آپ کا تقرر ہو گیا۔ اس کے بعد بھی جب کبھی آپ بدایوں آتے اور جتنے روز بدایوں میں قیام رہتا نماز فجر مدرسہ قادریہ میں ادا کرتے اور مسجد میں جھاڑو لگاتے۔ اپنی حیات کے آخری ایام تک مفتی صاحب اپنے اس معمول پر قائم رہے۔ آپ

کی وفات کے بعد ایک مرتبہ نواب معظم علی خاں رئیس پہاسو نے دیکھا کہ وہ بغداد شریف میں حضور غوث اعظم کے روضے پر حاضر ہیں، روضے سے ملحق مسجد غوث اعظم میں صفائی کی جارہی ہے، ان صفائی کرنے والوں میں مفتی حسین احمد قادری بھی ہیں، نواب صاحب ان کو دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے اور ان کو آواز دیتے ہوئے ان کی طرف دوڑے مگر مفتی صاحب غائب ہو گئے۔

نواب صاحب نے جب اس کا تذکرہ اپنے پیر و مرشد حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر بدایونی سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ مفتی صاحب نے اپنے استاذ سرکار مقتدر قدس سرہ کے حکم پر ساری زندگی عمل کیا اور مدرسے کی مسجد کی صفائی کرتے رہے، اس خواب سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ بارگاہ الہی میں مفتی صاحب کی یہ خدمت مقبول ہوئی اور اس کے بدلے میں اللہ نے ان کے درجے بلند فرما دیے ہیں۔

مفتی صاحب کو غالباً تصنیف و تالیف سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی یا پھر منصبی ذمہ داریوں کی وجہ سے اس کے لیے وقت نہیں نکال سکے۔ اب تک مفتی صاحب کی زیر نظر کتاب کے علاوہ صرف ایک قلمی کاوش راقم کی نظر سے گزری ہے:

توحید کا آئینہ: جس زمانے میں آریہ سماجی تحریک زور پر تھی اور آریوں سے مناظروں اور قلمی مباحثوں کا بازار گرم تھا اسی زمانے میں ایک آریہ سماجی رہنما پنڈت مراری لال شرما سکندر پوری نے اسلامی نظریہ توحید کے رد میں ایک رسالہ ”اسلامی توحید کا نمونہ“ تصنیف کیا، مفتی حسین احمد بدایونی نے پنڈت مراری لال کے اس رسالے کے جواب میں ”توحید کا آئینہ“ نام سے رسالہ تصنیف کیا اور اسلامی توحید پر پنڈت جی کے شبہات اور اعتراضات کا ازالہ کیا۔ یہ رسالہ مدرسہ شمس العلوم کے زیر اہتمام نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ رسالے پر سنہ تالیف یا سنہ طبع درج نہیں ہے، بعض قرائن کی بنیاد پر قیاس ہے کہ یہ ۱۳۳۰ھ اور ۱۳۴۰ھ (۱۹۱۲ء/۱۹۲۲ء) کے درمیانی عرصے کی تحریر ہے۔ یہ رسالہ اردو زبان میں متوسط سائز کے ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

عم مکرم مولانا ہادی القادری نے لکھا ہے کہ مفتی حسین احمد نے اپنے چچا مفتی اکرام احمد لطف بدایونی کے دودویان مرتب کیے تھے، ایک نعتیہ اور ایک بہاریہ، یہ دونوں دیوان کراچی میں مفتی صاحب کی پوتی محترمہ فرحت بنت عابد حسین کی تحویل میں ہیں۔

مفتی حسین احمد قادری کی سنہ ولادت کی طرح سنہ وفات بھی ہمیں دستیاب نہیں ہوئی، کراچی میں ان کی پوتی محترمہ فرحت بنت عابد حسین اور ان کے نواسے جناب مقصود حسین جمیدی سے بھی رابطہ کیا لیکن انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ عم مکرم حضرت اقبال میاں (ولادت: ۱۳۲۶ھ / ۱۹۲۷ء) نے بچپن میں مفتی صاحب کو خوب دیکھا ہے۔ والد گرامی حضرت صاحب سجادہ (ولادت: ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء حیدرآباد میں) کے زمانہ ہوش سے پہلے ہی مفتی صاحب کی وفات ہو چکی تھی، اس بنیاد پر ہمارا قیاس ہے کہ مفتی صاحب کی وفات ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ء کے درمیان عرصے میں ہوئی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مفتی حسین احمد قادری کی سنہ وفات کو کہ یقینی نہیں لیکن ان کی آخری آرام گاہ کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ درگاہ قادری بدایوں میں حوض کے مغربی کنارے پر آسودہ خاک ہیں، قبروں کی اسی قطار میں ان کے دادا مفتی غلام جیلانی مجیدی، ان کے چچا کرم احمد میخوار، ان کے ہم سبق ساتھی اور مخلص دوست مفتی ابراہیم قادری بدایونی، مفتی ابراہیم صاحب کے دادا مولوی ثامن علی صدیقی مجیدی اور شاعر آستانہ مولوی احمد حسین وحشت مجیدی آرام فرما ہیں:

مرتے ہیں اس پر مجیدی دفن ہوں در کے قریب

بعد مردن بھی نہ چھوٹے اتصال عین حق

کتاب تحقیق العلماء الکرام: زیر نظر کتاب ”تحقیق العلماء الکرام فی مسئلۃ استتباب القیام“ مفتی صاحب کی ایک عمدہ کاوش ہے، کئی صدیوں سے امت اسلامیہ کے اصحاب علم و نظر اور قابل اعتماد علما و مشائخ کا یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ذکر پاک کی محفل منعقد کرتے ہیں اور اس میں خاص ذکر ولادت باسعادت کے وقت کھڑے ہو کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ صلاۃ و سلام پیش کرتے ہیں۔ لیکن بعض حضرات کی نظر میں اس انداز سے ادب و احترام اور عشق و محبت کا اظہار کرنا شرک و بدعت ہے، زیر نظر رسالہ ایسے ہی حضرات کے شکوک و شبہات رفع کرنے کے لیے تالیف کیا گیا ہے۔ مصنف نے زیر بحث موضوع کے اکثر اہم گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور حتی الامکان آیات کریمہ، احادیث و آثار اور علما و صوفیاء کی عبارتوں سے اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

کتاب اُس وقت کے اکابر علمائے بدایوں کی تائید و تصدیق اور تقریظات سے مزین ہے۔ کتاب ۹۶ صفحات پر ۱۳۳۶ھ (۱۸-۱۹۱۷ء) میں مطبع قادری بدایوں سے شائع ہوئی تھی، اب ۹۸ رسال کی طویل مدت کے بعد تاج الفحول اکیڈمی جدید آب و تاب کے ساتھ شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہی ہے۔

کچھ ترتیب جدید کے بارے میں۔

کتاب کی ترتیب جدید اور ترجمہ و تخریج کا کام عزیزی مولانا خالد قادری مجیدی نے انجام دیا ہے۔ عزیز موصوف قصبہ بھوانی پور (ضلع بدایوں) کے رہنے والے ہیں، گذشتہ سال مدرسہ قادریہ میں درسیات کی تکمیل کے بعد اب یہیں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، ساتھ ہی اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی تحقیق و تخریج اور تصنیف و تالیف کی تربیت بھی حاصل کر رہے ہیں۔ تحقیق و تخریج کے سلسلے میں یہ عزیز موصوف کی پہلی کاوش ہے جس کو انہوں نے اطمینان بخش طریقے سے انجام دیا ہے۔

یہ بات میرے لیے شکر اور مسرت کا باعث ہے کہ مدرسہ قادریہ میں اب ایسے افراد تیار ہو رہے ہیں جو نہ صرف یہ کہ علمی اور تحقیقی ذوق رکھتے ہیں بلکہ اپنے اسلاف کے علمی سرمایے کی حفاظت اور اس کی اشاعت جدید کا جذبہ بھی رکھتے ہیں، عزیزم خالد قادری مجیدی کا شمار بھی انہیں باہمت نوجوانوں میں ہوتا ہے۔ مدرسہ قادریہ کو اور خود مجھے ان سے مستقبل میں بہت کچھ امیدیں ہیں۔ رب قدیر و مقتدر ان کو علم نافع اور عمل صالح کی دولت عطا فرمائے۔

کتاب کی ترتیب جدید کے سلسلے میں چند امور قابل ذکر ہیں:

(۱) کتاب کے متن میں حتی الامکان تصرف کرنے سے گریز کیا گیا ہے، جہاں کہیں کسی وضاحتی لفظ یا جملے کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں اس کو ایک مخصوص بریکٹ [.....] میں رکھا گیا ہے تاکہ امتیاز رہے۔

(۲) اکثر مقامات پر مصنف نے عربی، فارسی عبارتیں بغیر ترجمے کے نقل کی تھیں، ایسے تمام مقامات پر عبارتوں کے نیچے یا برابر ان کا اردو ترجمہ لکھ دیا گیا ہے، لیکن یہ ترجمہ بھی ایک مخصوص بریکٹ [.....] میں رکھا گیا ہے، تاکہ مصنف اور مرتب کے کیے گئے ترجموں میں امتیاز قائم رہے۔

- (۳) آیات کریمہ، احادیث مبارکہ اور علما کی عبارتوں کی حتی الامکان تخریج کر دی گئی ہے۔
- (۴) بعض جگہ مصنف کی نقل کردہ عبارت اور اصل ماخذ میں قدرے فرق تھا، ایسے مقامات پر حاشیے میں اصل عبارت نقل کر کے فرق واضح کر دیا گیا ہے۔
- (۵) کتاب میں بعض مقامات پر حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی (متوفی: ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) کے مختصر حواشی تھے، ان کو برقرار رکھا گیا ہے۔
- (۶) کتاب میں شامل تقریظات اُس زمانے کے طریقے کے مطابق کتاب کے آخر میں تھیں، ترتیب جدید میں تقریظات کو کتاب کے شروع میں کر دیا گیا ہے۔
- (۷) عبارتوں کے حوالے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ حاشیے میں صرف کتاب کا نام اور جلد و صفحہ کی نشاندہی کی گئی ہے، کتاب کے بارے میں باقی تفصیلات (مثلاً مصنف کا نام اور مقام و سنہ طبع و غیرہ) کتاب کے آخر میں درج کی گئیں ہیں۔ کتب ستہ کے حوالے میں اب عام طور پر جلد و صفحہ کا ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ کتاب، باب اور حدیث نمبر کا حوالہ دیا جاتا ہے، مرتب نے اسی جدید طریقے کو اختیار کیا ہے۔
- (۸) قدیم طریقے کے مطابق کتاب مسلسل مضمون کی شکل میں تھی، کوئی پیرا گراف یا ذیلی عنوان نہیں تھا۔ اب جدید ترتیب میں کتاب کے مضامین کو مختلف پیرا گراف میں تقسیم کر دیا گیا ہے، ساتھ ہی درمیان میں ذیلی سرخیاں بھی قائم کی گئی ہیں۔
- رب قدیر و مقتدر اس کتاب کو اسلام و سنیت کے لیے نافع بنائے۔ تاج النجول اکیڈمی کی ان دینی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے اور اراکین ادارہ کو دین و سنیت کی مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
- ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ اسید الحق قادری
- ۱۲ مارچ ۲۰۱۳ء خانقاہ قادریہ بدایوں



## تقریظ

حضرت علامہ شاہ مولانا مولوی  
محمد عبد الماجد صاحب قادری مدظلہ العالی ☆

الحمد لله الملك المعبود والصلوة والسلام على السيد الاسعد المسعود سند  
الانبياء والمرسلين صاحب الشفاعة والمقام المحمود خليفة الله الودود افضل  
العالمين واشرف الخلائق في الوجود۔ سبحان الذي بعث في الاميين رسولا وجعله  
مبشرا ونذيرا ليس كمثلہ في العالم وله الرتبة العليا فهو داع الى الله باذنه وسراج منير  
ماله شبهه ولا نظير ولا يقوم مقام عظمتہ صغير ولا كبير بل القائم له يجد من الله  
القدر خيرا كثيرا ومنكر تعظيمه يكون في الدارين خائبا خاسرا حقيرا۔  
صلى الله عليه وعلى آله واصحابه واولياء امته وعلماء شريعته ومحبه ومطيعه  
اجمعين الى يوم الدين۔ شعر

اروح ولى فى نشوة الحب هزة

ولست اُبالي ان يقال طروب (۱)

دل میں محبت سرکار نام دار رکھنے والے اور جان کو وقف ولاء احمد مختار کر دینے والے لا  
یخافون لومة لائم (۲) کے مصداق ہیں۔ دنیا کچھ کہے وہ اپنے ذوق و شوق میں مست ہیں،  
بے کیف پھبتیاں اڑائیں، خشک دماغ علمی رنگ لے کر مضحکہ خیزی کی ٹھہرائیں، بدعتی بتائیں،  
مشرک بنائیں مگر بے خودان شراب محبت اور بادہ خوران عشق سرکار رسالت ایسے ویسوں کی طرف

☆ آپ نبیرہ سیف اللہ المسلمول اور خانوادہ قادریہ عثمانیہ کے قابل فخر فرزند تھے، سیدنا شاہ مطیع الرسول مولانا عبدالمقتدر  
قادری بدایونی قدس سرہ کے شاگرد، مرید اور خلیفہ تھے۔ مدرسہ قادریہ کے فاضل، مجاہد آزادی، شعلہ بیان خطیب، صاحب  
تصانیف اور صف اول کے قومی ولی رہنما تھے۔ وفات: ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء۔

۱۔ ترجمہ: میں محبت کے نشے میں جھومنے میں فرحت محسوس کرتا ہوں اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے دیوانہ کہا جائے گا۔  
۲۔ ترجمہ: کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے۔

نظر بھی نہیں اٹھاتے، اُن کی خواہش یہی ہے کہ سینہ مدینہ بنارہے اور تجلی شاہ حجاز، محبوب بے نیاز جلوہ آگن رہے، زبان وقف ثنائے حبیب رہے اور ہر نعمہ ثنائے صفت قرآن و نصوص کے مفہوم سے قریب رہے۔

وہ جانتے ہیں کہ یہ ذوق و شوق کیسا مبارک ہے اور یہ جوش و ولا و اظہارِ محبت کیسا کچھ متبرک۔ ادھر لب ملتے ہیں، ذکر و فضائل و درود کے لیے زبان کھلتی ہے ادھر حریم نبوت میں خبر ہوتی ہے، کوئی امتی جشن ولادت مناتا، آمد آمد حبیب اکرم کی خوشی رچاتا، دھوم مچاتا ہے۔ نعمتِ الہیہ کے شکر پر بہ حکم:

و اما بنعمة ربك فحدث (۳)

ارسل رسوله بالهدى ودين الحق (۴)

ولقد جاءكم رسول (۵)

تشریف آوری کا اہتمام کرتا ہے، ادھر سے رحمت اُمنڈتی کرم و نوازش کی لہر بڑھتی آتی اور اُس مجلس و محفل کو برکات سے بھر دیتی ہیں۔ ذکر رسول کو عین ذکر الہی سمجھ کر و رفعنا لك ذكرك (۶) اور جعلت ذكرك ذكرى (۷) کا حکم پیش نگاہ رکھ کر فا ذکر و اللہ قیاماً و قعوداً (۸) کی تعمیل کے لیے بھی سر و قد ہو جاتا ہے اور خود کو بہ ہمہ اوضاع تعظیم و تکریم نیاز مندی و خلوص کا مجسمہ بنا کر دکھاتا ہے اور پھر جو کچھ دیکھتا پاتا حاصل کرتا ہے اُس کو وہی جانتا ہے اور اُسی کا قلب اطاعت گزار محسوس کرتا ہے۔

اب کوئی کچھ کہے اور اس وارفتہ شوق کو جیسے کچھ احکام سنائے، مگر وہ عنوان کے عربی شعر کا مفہوم اسی طرح ادا کرے گا۔

۳۔ ترجمہ: اپنے رب کی نعمت کا (ہر حال میں) خوب چرچا کرو۔

۴۔ ترجمہ: جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔

۵۔ ترجمہ: (اے لوگو!) بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے۔

۶۔ ترجمہ: ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

۷۔ ترجمہ: ہمیں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر بنالیا ہے۔

۸۔ ترجمہ: کھڑے اور بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔



مستی عشق میں ہم جھومتے چلتے ہیں اگر  
لوگ کہتے ہیں یہ میخانے میں پی آئے ہیں  
خدا نہ کرے جو یہ مستی کبھی کم ہو اور وہ وقت بد نہ آئے جو یہ ذوق و شوق گھٹے اور پھیکا پڑے۔ دعا  
یہی ہے کہ قلب مسلم عظمت و عزت سر کا صلی اللہ علیہ وسلم سے مملو رہے اور ان کی رفعت پر نثار۔  
یوں تو مناظرے و مجادلے و مکالمے کا سلسلہ چل رہا ہے اور چلتا رہے گا، دلائل و استدلال و  
برہانیاں اپنا زور دکھا رہے ہیں اور جب تک منظور قدرت ہوگا یہی ہنگامہ رہے گا۔

ہوتا آ رہا ہے کہ ایک طرف سے تحقیق ہے اور دوسری جانب سے لانسلم کی پکار ہے۔  
اختلافیات کی مراد گویا یہ سمجھی گئی ہے کہ کبھی اتفاق ہو ہی نہیں سکتا۔ تحقیق مسائل اتمام کو پہنچ جائے،  
واضح واضح کلام ہر شعبہ اختلاف کو رد کر دکھائے، مبسوط مبسوط مجلدات ایک ایک بحث پر کافی روشنی  
ڈال لیں، مگر ممکن نہیں کہ فریق ثانی اختلاف زبانی و خلاف بیانی سے دست و قلم و زبان روک کر  
متفق ہو جائے اور صحیح مفہوم تسلیم حق و تحقیق مسلک محقق میں ہم آوازی و ہم خیالی و یگانگت کی شان  
للہیت اپنا جلوہ دکھائے۔

ذکر سرکار نام دار و مسائل فضائل حضور احمد مختار و شعائر ادب و محبت آقائے عالی وقار جن میں  
سے مجلس مولود و قیام وغیرہ بھی ہیں، ہمیشہ ہر زمانے میں معمول اہل حق اور ارباب ادب و محبت  
کے لیے باعث ازدیاد ذوق و گداز محبت رہے اور ان شاء اللہ رہیں گے۔  
وہ دل جو عظمت حضور سر دار عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مملو ہے ان شاء اللہ وہ جان جس کو ذکر محبوب خدا سے  
انس ہے اور وہ مومن دین دار جس کو

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ ووالدہ وولده و الناس اجمعین (۹) پر  
اطلاع ہے اور من احب شیئاً اکثر ذکرہ (۱۰) کا ذوق آشنا ہے، فاتبعونی یحببکم اللہ (۱۱)

۹۔ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے  
نزدیک اس کی جان، اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۱۰۔ ترجمہ: جو جس سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

۱۱۔ ترجمہ: تم میری تابعداری کرو واللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

کے آئینے میں جلوہ کمال محمدی اور اطاعت احمدی دیکھنے والا ہی جانتا، مانتا اور یقین رکھتا ہے کہ عزت و عظمت ذکر آقائے عالم ہر مومن کا فرض اور لازم ایمان۔

علمائے عالمین و صلحائے کاملین، تابعین و صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال و تعامل و آثار و فتاویٰ پڑھو سنو، مجتہدین و ماہرین شرع کے احکام اور ان کے ارشادات کو پیش نگاہ رکھو اور اس کے ساتھ ہی تکمیل شریعت و اتمام امور دین کا وقار ملحوظ رکھو تو ان شاء اللہ قلب حق پسند کو اطمینان ہو جائے گا کہ یہ امور محدثات نہیں بلکہ مستحسنت امت اور داعیات آداب بارگاہ رسالت ہیں۔

دین مکمل ہو چکا، شریعت نے کمال پالیا، خدام شرع و راسخین احکام نے اصول بنادیے، استخراج فروعات و جزئیات کے قواعد بنادیے، تصریحات تعامل صحابہ و صالحین سے مستحسنتات و طرق ادب و آداب کا پتہ چل گیا اور کمال ایمانی حاصل کرنے کے لیے وقار و عظمت کے افعال و اعمال کا حال معلوم ہو گیا جو سب کے سب نصوص ظاہرہ قرآنیہ کے حکم عام عزت و احترام سید الانام میں داخل۔

اب مولود کی مجلس ہو یا اُس کی صنف مخصوص اور ایک فرد خاص قیام ہوا اپنے کمال جواز و استحباب و اظہار آداب پر محمول و منطبق رہے گی اور جب تک حکم خاص منع کا نہ ہو اور حرمت کے لیے نص نہ پائی جائے کیوں کر جرأت کی جائے گی کہ ایسے امور کو بدعت اور ناروا کہہ دیا جائے۔ بے شک بے شک مولود قیام ذکر سید الانام مندوب و مسعود اور ان کی اصل قرآن کریم اور احادیث نبی رحیم میں موجود۔ یہ تو ہمت کہ خیر القرون میں یہ امور نہ تھے، از منہ صالحین و سابقین میں انکا رواج نہ تھا، بعد کا اختراع ہے، احداث فی الدین ہے، بدعت ہے جو ضلالت میں شامل و داخل و ساوس شیطانی ہیں اور جذبہ اسلامی و اطاعت رسول اکرم سے دور ہیں۔

اس تقریظ و تحریر میں بجائے اس کے کہ ان امور کے اثبات کی طرف اشارہ یا تبلیغ کی جائے یہ مفید و ضروری ہے کہ رسالہ استحباب القیام کے دیکھنے کی ناظرین سے سفارش کروں اور حق استشارہ ادا کر کے بتاؤں کہ تمام اوہام و ظنون کا قاطع و واقع بحمد اللہ تعالیٰ یہ بحالہ نافع ہے۔

رسالے کی زائد تعریف و توصیف کا پہلو بھی میں ترک کرتا ہوں، بلکہ یہ گزارش کرتا ہوں کہ ایک بار حق جو، حق پسند، طالب حق صداقت و طمانیت کے غور و تامل سے پڑھے، انصاف سے

پڑھے اور پھر سوچے کہ اب اس کا قلب کیا کہتا ہے اور دماغ کیا مشورہ دیتا ہے۔  
 بحثِ خاص رسالے کا مسئلہ قیامِ تعظیمی ہے، مگر اکثر مسائل اختلافیہ کے تصفیے کے لیے اس کے علمی ابحاث اور با تحقیق طرزِ بیان، اصولی کلام اور منقولی افہام سے مملو ہیں۔ تدقیقِ تحریر ایک مستقل فن ہے جس پر بعض کہنہ مشق بھی قائم نہیں رہتے اور بعض تو زوائد کے الجھاؤ میں پڑ جاتے ہیں، غلط بحث سے کتاب کو طویل بنا دیتے ہیں، اخلاق و اجمال یا ٹھنوں ظرافت سے نہ صرف تصنیف کی شان کو گھٹا دیتے ہیں، بلکہ مسائلِ دینیہ و ابحاثِ مذہبیہ کو بدنما کر دیتے ہیں۔ قلبِ عجب پسند تو سمجھتا ہے کہ کتاب لا جواب ہو گئی، مگر فنِ تحریر و کارِ خدمتِ دین روتا ہے کہ میری مٹی خراب ہو گئی۔

یہ رسالہ ان تمام مکروہات سے اچھوتا ہے، طرزِ متقدمین با خلوصِ تبصرین متکلمین کی روش کا آئینہ ہے۔ زبان صاف، بیان سلیس، مقدمات و فتاوے کے طور پر جوابحاث میں متفرقات متنوعات و تہ ابحاث و اثباتِ حرام کے لیے جو نقول و شواہد ہیں وہ اس تفصیل کے ساتھ کہ جدا ہیں مگر منظم ہیں، مفید مطلب ہیں اور مستقل بحث ہیں، تحقیقِ نفسِ بحث کے لیے جو طور ہیں جیسا طرزِ استدلال ہے جتنے حوالہ جات و شواہد و اسانید ہیں اکثر کی عربی عبارات اور اسمائے کتب و مصنفین و محققین مرقوم اسی (۸۰) سے متجاوزِ ادلہ مولود و قیام پر سلک بیان میں منظور اور اگر مقدمات فضائل و توضیحات مسائل کی جملہ پہلو برہانی تعداد کے ساتھ محسوب ہوں تو جہاں تک فقیر کا علم ہو سکا اور ادراک پہنچا ایک سو کے اوپر یہ استدلالیات محدود ہیں۔

اصولی ابحاث اور فلسفیانہ نچ استدلال و کلامی سیاق کلام، تقسیم و تعریف بدعت و متعلق ادراک ارواح، فضائل سرکارِ سید الانبیا و تشریف آوری وقت ذکر و ولادت اور اُس کے ساتھ ہی مخالفین و مانعین کے مغالطات لکھ کر اُن کا بسیط و متین رد اور مغالطے کے اکثر شعبوں کی تغلیط یہ سب ابحاث لطیفہ دادِ تحقیق دے رہی ہیں اور منصف ناظر اور حق پسندی سے اختلاف پر نظر کرنے والے کی تسلی خاطر کو حاضر ہیں۔

پھر اگر کمالِ ذوقِ ایمانی کا طرز اور خالص جذبہِ اسلامی کا طریقہ استدلال صوفیانہ و عاشقانہ فحوائے کلام دیکھا جائے تو ماشاء اللہ کیا کہنا، خوب خوب جو ہر ایمان کو چکایا اور نورانیت کو بڑھایا

ہے اور بہتر سے بہتر طرح سمجھایا بتایا ہے کہ ہمیشہ محبین و محبوبان بارگاہ رسالت ایسے تعامل خیر سے شرف یاب عزت و برکت ہوتے رہے ہیں اور دلیل کمال ایمان و معرفت و محبت سمجھ کر سمجھا کر ان نیک کاموں کو کرتے رہے ہیں۔ یہ امور اگرچہ اُن کے لیے جو کھلی کھلی واضح و دلیلیں ضعیف اور رکیک تاویلوں سے رد کر دیں کیا حجت ہوں گی، مگر محبین بارگاہ رسالت و وارفتگانِ عشق سرکار نبوت کے لیے تو یہی کافی ہے کہ کوئی کچھ کہے کچھ سمجھے مگر وہ عظمت و محبت و عزت سرکار پر جان وارتے، دل تار کرتے رہیں۔ سچ ہے:

اروح ولی فی نشوۃ الحب ہزۃ

ولست اُبالی ان یقال طروب (۱۲)

خدائے مقدر برکت دے میرے گرامی برادر طریقت عالی مراتب علی الفضائل مولوی مفتی شاہ حسین احمد صاحب قادری کو جن کے نیک ہاتھوں سے یہ خدمت دین و کار محبت و عظمت سید المرسلین ﷺ انجام کو پہنچا اور اس زمانے میں محبت و عظمت و ادب سرکار عالم ﷺ کا وہ آئینہ اُن کے ہاتھوں عالم میں چمکا جس نے ان شاء اللہ بہت سے دلوں اور سینوں کو مدینہ محبت و بیت النور بنادیا۔

اس طرز کی کتاب اور ایسے ہی تحقیق کے صحیفے کی آج کل ضرورت تھی، ایسے ہی طرز بیان و سلیس کلام کے انتظار میں اثر و قبول تھا۔

مولیٰ تعالیٰ اصلاح عوام و انام کا ذریعہ اس رسالے کو بنائے۔ آمین۔



۱۲۔ ترجمہ: ہمیں محبت کے نشے میں جھومنے میں فرحت محسوس کرتا ہوں اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے دیوانہ کہا جائے گا۔

## تقریظ

### مولانا مفتی حبیب الرحمن قادری بدایونی

### صدر المدرسین مدرسہ قادریہ بدایوں ☆

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، لاسيما على سيدنا ومولانا  
محمد بن المصطفى وآله وصحبه المجتبىٰ-

مسئلہ مولد شریف اور مسئلہ قیام تعظیمی ان مسائل میں سے ہے کہ جن کے جواز و استحسان کی  
جماعہ محققین اہل سنت و جماعت (اللہ تعالیٰ ان میں اضافہ فرمائے) نے تصریح فرمائی ہے اور اس  
پرا اتفاق کیا ہے۔ اس کے دلائل مشہور کتب میں مذکور اور بہ تفصیل تام موجود ہیں۔  
مولد کی اصل آیت کریمہ:

لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين  
رؤوف رحيم (۱)

اور دیگر آیات شریفہ سے ثابت ہے۔ نیز حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل و عمل سے ثابت  
ہے۔ اور قیام تعظیمی کی اصل حدیث پاک قومو الی سیدکم [اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو]  
وغیرہ سے ثابت ہے۔

ختم محققین، افضل المتأخرین تاج الفحول محب الرسول امام الباطن والظاہر حضرت مولانا شاہ  
عبدالقادر قدس سرہ نے کتاب سیف الاسلام اور حق الیقین میں ان مسائل کے بارے میں عمدہ  
مباحث اور ازالہ شہات تحریر فرمایا ہے۔ جو خواہش مند ہوا اس رسالے کا مطالعہ کرے۔

مکرمی مولانا مولوی مفتی حسین احمد صاحب نے اس رسالے میں تحقیق کامل کے ساتھ دلائل پیش

---

☆ سیدنا شاہ مطہر الرسول مولانا عبدالقادر قادری بدایونی قدس سرہ کے شاگرد، مرید، خلیفہ اور مدرسہ قادریہ کے فاضل  
تھے۔ فراغت کے بعد تاحیات مدرسہ قادریہ میں تدریس اور افتا کی خدمات انجام دیں۔

۱۔ ترجمہ: (اے لوگو!) بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک ایسے رسول تشریف لائے جن کو تمہارا تکلیف میں پڑنا  
نخت ناگوار ہے وہ تمہاری بھلائی بہت زیادہ چاہنے والے ہیں، وہ مسلمانوں پر تو نہایت ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

کیے ہیں۔ عبارت سلیس ہے اور مضامین نفیس۔ زیر بحث مسائل کو آیات و احادیث اور اقوال علما  
عُ کرام و اولیائے عظام سے مدلل و مزین کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ رسالہ ایک بیش قیمت موتی  
اور ایک خوش نما پھول کی مانند ہے۔

فلله دره و عليه اجره و صلى الله تعالى على خير خلقه محمد و آله و صحبه اجمعين  
و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين۔

حرره

محمد حبیب الرحمن القادری البدایونی

غفر الله تعالى له

خادم دار الافتاء مدرسہ قادریہ بدایوں

# تقریظ

## مولانا مفتی ابراہیم قادری بدایونی

### مفتی و استاذ مدرسہ شمس العلوم بدایوں ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اما بعد۔ واضح ہو کہ اصل اصول ایمان محبت و ادب حضور سرور انس و جان سید ولد عدنان (علیہ الصلوٰۃ والسلام فی کل حین و آن) ہے، جس کو ان کی سرکار سے ذرا سا بھی سوراہا ہے اگرچہ ہزاروں برس عبادت و ریاضت کرے سب فضول و بے کار ہے۔ ان کا ذکر ذکر خدا، ان کی اطاعت اطاعت مولانا جل مجدہ ہے اللہم وفقنا لا طاعته و حبب الینا ذکرہ و احینا فی حبہ و امتنا آمین۔ (۱)

خدائے تعالیٰ کی بے تعدا نعمتیں ہیں اور ہر نعمت پر حسب وسع و طاقت ادائے شکر کا حکم، اُن میں سب سے بڑی نعمت بعثت سرکار رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیۃ ہے، جس کے ادائے شکر یہ میں ایک عمدہ طریقہ محفل ولادت کا انعقاد ہے، جس میں ذکر و یادِ خدا کی جاتی ہے اور اس نعمت الہی کا شکر یہ ادا کیا جاتا ہے۔ مسلمان اس دن کو اپنے لیے عید کا دن سمجھتے ہیں اور اس کو صداہا سال سے علمائے کرام و فقہائے عظام برابر مستحب و مستحسن بتلاتے چلے آ رہے ہیں۔ بعض ناعاقبت اندیش اس کو بدعت سیئہ بتاتے اور بعض اس میں قیام کرنے کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دیتے ہیں اعاذنا اللہ منہ

---

☆ استاذ العلماء علامہ محبت احمد قادری بدایونی کے صاحبزادے تھے، مدرسہ قادریہ کے قابل فخر فرزند، سیدنا شاہ مطیع الرسول مولانا عبدالمتقن قادری بدایونی قدس سرہ کے شاگرد رشید اور مرید و خلیفہ تھے۔ وفات: ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء۔

۱۔ ترجمہ: اے پروردگار! تو ہمیں حضور ﷺ کی اطاعت کی توفیق عطا فرما اور ہمارے لیے آپ کے ذکر کو محبوب ترین شئی بنا دے، ہمیں ان کی محبت میں زندہ رکھ اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرما۔ آمین

حکم صریح سرکار رسالت ﷺ:

مأراه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن (۲)

اور اتبعوا السواد الاعظم (۳)

سے روگردانی کرتے ہیں اور ان میں سے بعض حضور کی شان اقدس میں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے بونے تنقیص پیدا ہوتی ہے۔ بعض بے ادب صریح الفاظ گستاخی بولتے اور ان میں تاویل کے دروازے کھولتے ہیں۔ ہداهم اللہ تعالیٰ

ہمارے اساتذہ کرام و مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کے رد میں عمدہ عمدہ رسائل تصنیف فرمائے، جو بحمد اللہ اس وقت دنیائے اسلام میں شائع و ذائع ہیں اس وقت جو میرے خلص الاخوان مکرم و محترم مولوی مفتی حسین احمد صاحب بدایونی سلمہ المنان نے رسالہ تحقیق العلماء الکرام فی مسئلۃ استحباب القیام تالیف فرمایا ہے۔ میں نے اس کو اول سے آخر تک دیکھا مولوی صاحب نے نہایت عمدہ لطیف پیرایے سے منکرین مولد و قیام کا حسب تحقیق علمائے سلف رضوان اللہ علیہم خوب جواب دیا ہے اور اچھے و ستھرے دلائل مسکتہ سے مخالفین کو سمجھایا ہے۔ ہداهم اللہ تعالیٰ و من لم يجعل الله له نورا فماله من نور  
مولی تعالیٰ جل مجدہ بہ طفیل حبیب اکرم ﷺ مولف کو جزائے خیر اور ہم سب کو توفیق خیر عطا فرمائے اور شرور و فتن اور بد مذہبی سے بچائے۔ آمین۔

و انا العبد الاثیم خویدم الطلبة  
محمد ابراہیم لکھنوی القادری البدایونی  
کان الله له و لا بائہ

۲۔ ترجمہ: جس کو مومنین بہتر سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

۳۔ ترجمہ: بڑی جماعت کی پیروی کرو۔



## تقریظ منظوم

از جناب ماہر فن، مداح محبوب رب ذوالمنن، عاشق رسول کریم، صاحب  
ذہن رسا و فکر مستقیم، مؤرخ بدایوں مولوی منشی محمد یعقوب حسین صاحب ضیا

مقتداری قادری صاحب تصانیف کثیرہ باریک اللہ له ☆

خدا کا شکر باغ آرزو میں پھر بہار آئی  
کھلیں کلیاں مرادوں کی ہوئیں سب حسرتیں پوری  
نہ کیوں ہوا آج ارمانوں میں دل کی ناز برداری  
کچھ ایسی روح افزا شادمانی دل کو حاصل ہے  
ترقی کر رہی ہے الفتِ اسلام سینے میں  
خدا رکھے کسی کے ہاتھ سے وہ کام نکلا ہے  
خدا والے جو محبوب خدا پر جان دیتے ہیں  
غلط ہے گوشہ بطحا سے اظہارِ محبت ہے  
خیالِ خام یہ پہلے بھی تھا کچھ بد عقیدوں کا  
مسلمانوں کو مشرک بر ملا یہ کہتے رہتے ہیں  
قیامت ہے جمالِ یوسف بطحا کے شیدائی  
طریقے مذہبی پہلو سے اظہارِ محبت کے  
دلِ مسلم کہیں ذکرِ نبی سے شاد ہوتا ہے  
عیال بے پردہ جس میں شانِ رب ہے یہ وہ محفل ہے  
نہیں معلوم ہے کس کو جو اس محفل میں ہوتا ہے

نگفتہ دل ہوا، پیش نظر شکل نگار آئی  
بنی عین حضوری شاہد مقصود کی دوری  
ہم آغوشِ تمنا ہے عروسِ رحمتِ باری  
کہ ہے ایمان تازہ، جملہ قدرتِ نما دل ہے  
لیے جاتی ہیں دل کی حسرتیں دل کو مدینے میں  
صریرِ کلک سے پیہم خدا کا نام نکلا ہے  
انہیں یہ طعن کچھ مسلم نما نادان دیتے ہیں  
کہ ذکرِ مصطفیٰ اور محفلِ میلاد بدعت ہے  
مگر اب تو عقیدہ اور ہے ان کو دیدوں کا  
کھلے بندوں ولائے مصطفیٰ کو شرک کہتے ہیں  
نگاہِ کور باطن میں نظر آتے ہیں سودائی  
یہی مخصوص ہیں عشاقِ سلطانِ رسالت کے  
کہیں پر انعقادِ محفلِ میلاد ہوتا ہے  
فروغِ نورِ ایمان کا سبب ہے یہ وہ محفل ہے  
زباں پر یا نبی جوشِ محبت دل میں ہوتا ہے

☆ صف اول کے نعت گو شاعر تھے، ضیاء القادری کے نام سے مشہور ہیں۔ سیدنا شاہ مطیع الرسول مولانا عبدالمتقندر قادری  
بدایونی قدس سرہ کے مخصوص مرید و خادم تھے۔ وفات کراچی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

ہجومِ شوق میں سرکار کی تکریم کرتے ہیں  
 مگر وہ دل نہیں جس میں تجلی نور ایماں کی  
 جزاک اللہ اب اک رہنمائے راہِ سنت نے  
 وہ ہادی کون میرے ہادیِ اسلام کا پیارا  
 معینِ مسلک حق جرعہ نوشِ بادۂ سرمد  
 فقیہِ پاک باطن حامیِ دیں عالم و فاضل  
 وہ جس کے دل میں عشقِ مصطفیٰ ہے جوشِ دینی ہے  
 خدا کا شکرِ اسلامی حمیت کے تقاضے پر  
 فدایانِ نبی کی بات رکھ لی بات والے نے  
 نئی تصنیف کی اظہارِ حق مد نظر رکھا  
 فریبِ اتباعِ نجد کا اظہار فرمایا  
 کیے تحقیق سے باطل غلط اقوال تھے جتنے  
 کیا ثابت کہ جائز ہے بہ وقت ذکرِ پیدائش  
 مخالفِ گردلائل پر نظر اک بار کر لیں گے  
 تعامل سے، احادیثِ نبی، آیاتِ قرآن سے  
 دلائل جس قدر لکھے ہیں ہر بحث پہ کافی ہیں  
 زباں ہے صاف ستھری رنگ چوکھا ہے عبارت کا  
 زباں رکنے لگی اب تا کجا محوِ ثنا خوانی

قیامِ سید عالم بہ صد تعظیم کرتے ہیں  
 کرے کیا قدر بزمِ رحمتِ سلطانِ خواباں کی  
 کیے حالات طشت از بام سارے بد عقیدوں کے  
 وہ محبوبِ خدا کا شیفتہ محبوبِ دل آرا  
 فدائے ساقیِ بغداد مولانا حسین احمد  
 محدثِ بے بدل صوفی یگانہ مفتی کامل  
 وہ جس کا پاک مسلک قادری چشتی معنی ہے  
 بنا گم کردہ راہوں کی ہدایت کے لیے رہبر  
 دکھایا جوہرِ تحقیق معلومات والے نے  
 حقیقت میں وقارِ امت خیر البشر رکھا  
 شریعت کا حقیقی راستہ عالم کو دکھلایا  
 مٹائے منکرانِ مجلسِ میلاد کے فتنے  
 قیامِ شاہِ دیں اور انجمن کی زیب و زیبائش  
 جوازِ محفلِ میلاد کا اقرار کر لیں گے  
 غرض یہ ہے کئے ثابت نزاعی مسئلے سارے  
 کیے ہیں خوب واضح جو مسائل اختلافی ہیں  
 رسالہ ہے کہ گلدستہ ہے تہذیب و متانت کا  
 ہوئی جاتی ہے اب طبع رسا تقریظ طولانی

ضیا ختمِ سخن پر مصرعہ سالِ رواں کہیے  
 ثبوتِ مجلسِ مولودِ سلطانِ جہاں کہیے

۱۳۳۶ھ

## قطعه تقریظ از جناب حکیم محمد اسحاق حسین صاحب مارہروی

عالم دیں مفتی شرع میں	فاضل و کامل مصنف ذی وقار
سرگروہ اہل حق اہل کمال	ماہی کفر و ضلالت دین دار
یعنی مولانا حسین احمد میاں	ہیں جو آثارِ سلف کی یادگار
یہ رسالہ خوب لکھا واہ واہ	امر حق اب کیوں نہ ہوگا آشکار
داد تحقیقات دیتا ہے کلام	حسن معنی پر تلفظ ہے نثار
طرز استدلال ہے ایسا گراں	ٹل نہیں سکتا مخالف سے یہ بار
ہے پیاں شستہ زباں ہے صاف صاف	اور مطالب ہیں نہایت خوش گوار
موجہ بحرِ علوم دین حق	اس کے اباحت و مسائل آب دار
لمحہ انوار عرفاں و ہدے	جلوۂ مہر نبوت کی بہار
محفل میلاد اثباتِ قیام	اس رسالے سے کیا ہے آشکار
ہے محبوں کی دل و جاں کا قرار	منکروں کے واسطے اک ذوالفقار
اس سے ہو یارب فلاح عام و خاص	اور مصنف پائے اجر بے شمار

آرزو یہ ہے دل اسحاق کی

یہ رسالہ طبع ہووے بار بار

☆☆☆

ومن يعظم حرمات الله فهو خير له عند ربه

اہل حق کو بشارت و بشارت، اہل باطل کو حسرت و ندامت کہ اس  
مبارک فتوے نے امر حق کو اس طور ظاہر و باہر اور خیالات اہل ہوا کو  
یکسر خائب و خاسر کر دیا کہ اب کسی حیلہ باز و سخن ساز کا کوئی وہم بے جا  
و عذر نارا و باقی نہ رہا

مسمیٰ بہ  
**تحقیق العلماء الکرام**  
**فی**  
**مسئله استحباب القیام**

رقم زدہ کلک جواہر سلک عالی جناب، صاحب حج قاہرہ، مولانا لمجیل  
المجد مولانا مفتی حسین احمد ہنأ اللہ بنعیم السرمدا و اعظ و مفتی  
ریاست نواب ممتاز الدولہ آنریتبل سر محمد فیاض علی خاں صاحب  
وزیر اعظم راج سوائی جے پور

باجازت  
ابوالمنظور شاہ محمد عبدالماجد صاحب قادری  
مطبع قادری بدایوں میں طبع ہو کر مطبوع طبائع اہل ایمان ہوا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي بعث في الأميين رسولا منهم يتلو عليهم آياته ويعلمهم الكتاب والحكمة وارسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وتبصرة وذكرى لأولى الألباب وفضله على القائمين والقاعدين والراكعين الى يوم الحساب وجعله سراجاً منيراً يهتدي به الناس في ظلمة ليلة الشك والارتياب والصلوة والسلام على رسوله وحبيبه وخليفه سيدنا ومولانا محمد افضل الخلائق قائما وقاعداً ظاهراً وباطناً وحاضراً وغائباً وحياً وميتاً بلا عدد ولا حساب وعلى اله واصحابه واوليائه ومطيعيه وعلمائه خير آل وأصحاب وأهل تعظيم وآداب۔

مسلمانوں میں ایک فرقہ ذکر محفل میلاد و قیام و دیگر لوازم مخصوصہ کو منع کرتا ہے۔ اُس کی بنا صرف اس بات پر ہے کہ ذکر پاک بہ ہیئت مخصوصہ زمانہ خیر القرون میں نہ تھا، اس طریقے سے محافل میلاد منعقد نہ ہوتی تھیں، وقت ذکر ولادت یوں قیام نہ کیا جاتا تھا، اصحاب کرام تعظیم رسول اللہ ﷺ کے لیے قیام نہ کرتے، حضور اقدس وقت تذکرہ ولادت تشریف نہیں لاتے یا حقیقتاً وہ وقت ولادت نہیں ہوتا جو یہ قیام تعظیم تشریف آوری بجالایا جاتا ہے، کسی آیت وحدیث میں مذکور نہیں کہ جب تذکرہ ولادت ہو تو قیام کرو، پس یہ بدعت ضلالت ہے اور ممنوع، جس کی کوئی اصل نہیں۔

### [اصل اشیا میں اباحت ہے:]

تحقیق مسئلہ کو اس بارے میں تھوڑا سا غور کرنا کافی ہے، وہ تمام امور جو قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ تھے اور وقتاً فوقتاً بعد میں حادث ہوئے، حرام و ناجائز نہیں ہو سکتے۔ حرمت وحلت کا دارو مدار مخالفت وموافقت شریعت پر ہے، جس امر کو شریعت مطہرہ نے حرام فرمادیا، وہ قیامت تک کے واسطے حرام ہے اور جس کو حلال فرمادیا وہ قیامت تک کے واسطے حلال ہے اور جس امر سے سکوت فرمایا وہ مباح ہے:

عن ابن عباس قال كان اهل الجاهلية يأكلون و يتركون شيئاً تقذروا

فبعث الله نبيه وانزل كتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت فهو عفو۔ (۱)

[ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لوگ زمانہ جاہلیت میں کچھ چیزیں کھاتے تھے اور کچھ سے نفرت کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور کتاب نازل فرمائی اور اس نے کچھ چیزیں حلال کیں اور کچھ حرام کیں، پس جو چیزیں اس نے حلال کیں وہ حلال ہیں اور جو اس نے حرام کیں وہ حرام ہیں اور جس سے وہ خاموش ہے وہ معاف ہے۔]

اس حدیث سے اس بات کا اثبات ہو گیا کہ جس امر کے بارے میں کوئی نص وارد نہ ہو وہ جائز و مباح ہے۔ اصل اشیا میں اباحت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعة اللمعات میں فرماتے ہیں:

ازیں جا معلوم می شود کہ اصل در اشیا اباحت است (۲)

[ترجمہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیا میں اصل اباحت ہے۔]

جس طور سے مخالفین دھوکا دہی عوام کے لیے ہر جگہ بے سرو پا اقوال نقل کر دیا کرتے ہیں، چنانچہ اس مسئلے میں بھی ایسے ہی عجب خطبے ربط لگایا ہے کہ اباحت مذہب ایک طائفے کا ہے، جمہور حرمت کے قائل ہیں، جیسا کہ تفسیر احمدی میں مرقوم ہے (۳) یا توقف ہے، جیسا کہ اشباہ کتاب الوضو میں ہے کہ:

مذہب منصور یہ ہے کہ اصل اشیا میں توقف ہے۔

دُر مختار کی کتاب الجہاد میں ہے کہ:

اصل اشیا میں توقف ہے اور اباحت رائے معتزلہ کی ہے۔ (۴)

یہ اختلاف اقوال مسئلہ مذکورہ میں جو نقل کیا گیا ہے درحقیقت ناشی ہے نہ سمجھنے اصل مسئلے اور

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمۃ، باب مالہ یذکر تحریمہ۔ حدیث نمبر ۳۸۰۰

۲۔ اشعة اللمعات: کتاب الصيد باب مالا یحل اكله، ج ۳/ص: ۴۴۷۔

۳۔ تفسیر احمدی: ج ۱۳۔

۴۔ در مختار: کتاب الجہاد، باب استیلاء الکفار، ج ۶/ص ۲۶۸۔

مطالب کتب اور معنی اباحت و حرمت و توقف سے، مذہب و مصطلحات اہل مذہب میں خلط کر کے اختلاف کو جو زمانہ فترت (۵) کے متعلق تھا، بعد ورو و شریعت حقہ کے قرار دے لیا۔

یہ مسئلہ اصول کا ہے، آج تک کسی معتمد و معتبر نے ارباب اصول سے عہد شریعت کی نسبت نہ توقف کا حکم دیا، نہ حرمت کا قائل ہوا، جو دلائل اختلاف ہیں وہ سب زمانہ فترت پر ہی منطبق ہیں اور دربارہ اباحت اشیا نصوص بلا معارض منصوص ہیں۔

علمائے دین نے آیات و احادیث سے اس کو ثابت فرمایا ہے، جس میں کسی قسم کا اختلاف متصور نہیں: قال اللہ تعالیٰ [اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ]

هو الذي خلق لكم ما في الارض جميعاً (۶)

[ترجمہ: اللہ وہی ہے جس نے تمہارے فائدے کے لیے بنایا جو کچھ زمین میں

ہے۔]

ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

فان السلام للنفع فعلم ان الاصل في الاشياء الحل الا ان يكون فيه

مضرة (۷)

[ترجمہ: آیت مبارکہ میں لام نفع کے لیے ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اشیا میں اصل

حلت ہے سوائے اس کے جس میں کوئی نقصان ہو۔]

حموی شرح اشباہ میں ہے:

ودليل هذا القول قوله تعالى خلق لكم ما في الارض جميعا اخبرنا

بانه خلقه لنا على وجه المننة وابلغ وجوه المننة اطلاق الانتفاع فثبت

الاباحة۔ (۸)

[ترجمہ: اس قول کی دلیل اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان: خلق لكم ما في

۵۔ وہ زمانہ جو نبی و رسول سے قبل بعثت سرکار عالم ﷺ خالی رہا۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی

۶۔ البقرة: آیت ۲۹۔

۷۔ مرقاۃ المفاتیح: کتاب البیوع، باب الکسب و طلب الحلال، ج ۶/ص ۸۔

۸۔ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر للحموی: ج ۱/ص ۲۰۹

الارض جميعاً ہے، اس نے خردی ہمیں کہ اللہ نے اس میں جو پیدا فرمایا ہے وہ سب احسان کے طور پر ہمارے لیے ہے اور احسان کی اعلیٰ ترین صورت یہی ہے کہ انتفاع کو مطلق رکھا جائے لہذا اباحت ثابت ہوگئی۔ [ترمذی وابن ماجہ حضرت سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں: الحلال ما احل الله (۹) [ترجمہ: وہ چیز حلال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے۔] مرقات میں ہے:

فيه ان الاصل في الاشياء الاباحة (۱۰) [ترجمہ: اس سے ثابت ہوا کہ اشیا میں اصل اباحت ہے۔] شیخ عبدالحق محدث دہلوی [ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: وایں دلیل است بر آنکہ اصل در اشیا اباحت است (۱۱) [ترجمہ: یہ حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ اشیا میں اصل اباحت ہے۔] مشکوٰۃ میں ابوغلبہ سے مرفوعاً وارد:

ان الله فرض [فرائض فلا تضيعوها و حرم حرمان فلا تنتهكوها و حد حدوداً فلا تعتدوها و سكت عن اشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها] (۱۲)

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض فرض کیے ہیں ان کو ضائع نہ کرو، کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان کے قریب نہ جاؤ، کچھ حدیں مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور بہت سی اشیا سے بغیر بھولے سکوت فرمایا ہے ان کو تلاش نہ کرو۔]

۹۔ الف: جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب فی لبس الفراء۔ حدیث نمبر ۱۷۲۶۔

ب: سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمة، باب اكل الجبن والسمن۔ حدیث نمبر ۳۳۶۔

۱۰۔ مرقاة المفاتیح: کتاب الاطعمة، الفصل الثانی، ج ۸/ص ۱۳۱۔

۱۱۔ اشعة اللمعات: کتاب الاطعمة، فصل دوم، ج ۳/ص ۴۷۳۔

۱۲۔ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثالث۔



فی المرقات [مرقات میں ہے]:

دل علی ان الاصل فی الاشياء الاباحة كقوله تعالى خلق لكم مافی الارض جميعاً (۱۳)

[ترجمہ: یہ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اشیا میں اصل اباحت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے ”اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا ہے جو کچھ زمین میں ہے۔“]

پس مسئلہ مذکورہ میں مذہب منصور اہل سنت کا یہ ہے کہ بعد و ردِ شریعت حقہ کے اصل اشیا میں اباحت ہے اور توقف و حرمت کا مذہب جو کتب فقہ میں منقول ہے وہ اُسی زمانے کے متعلق ہے کہ جس میں شریعت نہ تھی۔ جس مادے میں فعل و ترک مدرک نہ ہو اور اُس کے فعل و ترک میں کوئی حرج شرعی نہ پایا جائے تو شریعت مطہرہ اُس کو جائز و مباح الاصل ٹھہراتی ہے اور حکم تخیر کا دیتی ہے۔ فاضل مرزا جان حاشیہ عضدی میں تحریر فرماتے ہیں:

وعند الجمهور ان كلما عدم المدرك الشرعی للخرج فی فعله وترکہ فذلك مدرک شرعی بحکم الشارع بالتخیر بینہما۔  
[ترجمہ: جمہور کے نزدیک جب بھی کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے میں مدرک شرعی کسی حرج کی بنا پر معدوم ہو جائے تو وہ شارع کے مطابق بھی مدرک شرعی ہی ہوگا، لہذا فعل و ترک میں اختیار دیا جائے گا۔]

مسلم الثبوت میں ہے:

الاباحة حکم شرعی لانه خطاب الشرع بالتخیر والاباحة الاصلية نوع منه۔ الی فہی لایکون الا بعد الشرع خلافا لبعض المعتزلة (۱۵/۱۴)

۱۳۔ مرقاة المفاتیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الثالث، ج ۱/ص ۴۰۴۔

۱۴۔ مسلم الثبوت: ص ۴۵-۴۶۔

۱۵۔ معتزلہ ایک قدیم فرقہ ضالہ ہے، وہابیہ اکثر مسائل و خیالات میں اس کے ہم قدم و پیرو ہیں۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی

[ترجمہ: اباحت بھی حکم شرعی ہے کیوں کہ خطاب شرع بطور تخییر ہو اس کو اباحت کہا جاتا ہے اور اباحت اصل یہ بطور تخییر خطاب شرع کے اقسام سے ہے۔ پس اباحت ثابت نہ ہوگی مگر نزول شرع کے بعد بعض معتزلہ کے برخلاف (کیوں کہ وہ اباحت قبل از شرع ثابت مانتے ہیں)]

علامہ بزدوی فرماتے ہیں:

الاموال على الاباحة بالاجماع مالم يظهر دليل الحرمة لان الله تعالى اباحها بقوله خلق لكم مافي الارض جميعاً۔

[ترجمہ: تمام اموال بالاجماع مباح ہیں، تا وقتے کہ دلیل حرمت ظاہر نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ اس نے فرمایا ”دنیا کی تمام چیزیں تمہارے فائدے ہی کے لیے پیدا کی ہیں“۔]

ائمہ اہل سنت کے نزدیک اسی کو ”اباحت حقیقیہ“ و ”حکم“ کہتے ہیں، جو بعد و رد شرع کے ہے اور معتزلہ اس کو قبل شرع اور بعد شرع کے ثابت مانتے ہیں، اسی وجہ سے اباحت فترت ہمارے نزدیک اباحت حقیقیہ شرعیہ اور حکم نہیں اور اسی معنی کر باہم اختلاف ہے۔ کلامِ علما سے ناواقف اپنی جہالت سے مطلب غلط سمجھ کر اُٹا اہل سنت پر اعتراض جڑ دیتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں ہے:

قال رسول الله الا مر ثلثة امر بين رشدہ فاتبعہ وامر بين غيہ فاجتنبہ وامر اختلف فيه فكله الى الله عز وجل (۱۶)

[ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امر تین قسم کے ہیں۔ ایک اس کی ہدایت ظاہر ہے اس کی پیروی کرو دوسرا وہ جس کی گمراہی ظاہر ہے اس سے بچو، تیسرا وہ جو مختلف فیہ ہے اس کو اللہ کے سپرد کر دو۔]

اس حدیث ابن عباس میں صاف واضح طور پر فرما دیا گیا کہ جس امر کا رشد و غی ہونا معلوم ہو، اُس کا اتباع و اجتناب ضروری سمجھو اور جس کے حال سے شرع نے بہ نظر رحمت و آسانی بحث نہ

۱۶۔ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة۔

فرمائی اُس کو اباحتِ اصلیہ پر چھوڑ دو، جیسا کہ مرقات میں ہے، مشکوٰۃ میں ابو ثعلبہ شنی سے مرفوعاً وارو:

ان الله فرض فرائض فلا تضيعوها وحرم حرمان فلا تنتهكوها وحد  
حدودا فلا تعتدوها وسكت عن اشياء من غير نسيان فلا تبحثوا  
عنها (۱۷)

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض فرض کیے ہیں ان کو ضائع نہ کرو اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان کے نزدیک نہ جاؤ اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور بہت سی اشیا سے سکوت فرمایا اور یہ سکوت بھول کی بنا پر نہیں ہے ان کو تلاش نہ کرو۔]

مرقات میں اس [حدیث] کے تحت ہے کہ ”اصل اشیا میں اباحت ہے۔“ (۱۸)  
غرض کہ جو افعال بعد زمانہ حضور سرور عالم ﷺ یا اصحاب مکرم یا تابعین و تبع تابعین رائج ہوئے ہوں اور وہ فی نفسہ اچھے ہوں، موافق قواعد شریعت کے ہوں، تو ہرگز ہرگز مذموم، بدعت ضلالت نہیں ہو سکتے، جس پر وعید کل بدعة ضلالة [ترجمہ: ہر بدعت گمراہی ہے۔] (۱۹) وارد ہے اور جو امور کہ مخالف شریعت ہوں، وہ خواہ کسی زمانے میں کیوں نہ پائے جائیں، اچھے نہیں ہو سکتے۔ امور مستحسنہ میں بدعت کو صرف زمانی چیز ٹھہرا لینا اور فعل کے حسن و قبح کو اُس میں کچھ دخل نہ دینا ایسی بات ہے جس کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کر سکتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ جس فعل کا مرجع و منتہی امر دین کی طرف ہو وہ مقبول ہے، اگرچہ کسی زمانے میں ایجاد و حادث ہو، فاعل اُس کا مثاب ہے اور جو امر قواعد شریعت کے خلاف ہو، مرجع و منتہی اُس کا طرف فساد کے ہو وہ مردود ہے، فاعل اُس کا مبتدع و ضال۔  
خود حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

۱۷۔ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثالث۔

۱۸۔ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الاطعمة، الفصل الثانی، ج ۸/ص ۱۳۱۔

۱۹۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوة والخطبة۔ حدیث نمبر ۲۰۰۵۔

من سن في الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها بعده من غير ان ينقص من اجورهم شيء ومن سن في الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شيء (۲۰)

[ترجمہ: جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کی بنیاد ڈالی تو اس کے لیے اس کا اجر ہے اور جو اس کے بعد اس پر عمل کرے گا اس کا بھی اجر ہے بغیر اس کے کہ پہلے والے کے اجر میں کوئی کمی ہو اور جس نے اسلام میں کسی بری بات کی بنیاد ڈالی تو اس پر اس کے اپنے عمل کا بھی گناہ ہے اور جو اس کے بعد اس پر عمل کرے گا اس کا بھی گناہ ہے، بغیر اس کے کہ پہلے والے کے گناہ میں کوئی کمی ہو۔]

اور فرمایا:

مثل امتی کمثل غیث لا یدری اولہا خیر او اوسطہا خیر او آخرہا (۲۱)

[ترجمہ: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے کہ معلوم ہی نہیں اس کا اول بہتر ہے یا درمیانی یا آخری حصہ۔]

[بدعت کا مفہوم اور اس کی تقسیم:]

یہ امر احادیث سے بہت اچھی طرح ثابت ہے کہ جو بات موافق قواعد شریعت کے بعد میں حادث ہو وہ مذموم نہیں اور جو امر کتاب و سنت و اثر و اجماع کے مخالف ہو وہ بدعت ہے۔  
شرح مسلم امام نووی میں من سن فی الاسلام کی شرح میں ہے:  
جس نے جاری کیا اسلام میں طریقہ نیک، پھر اُس کے بعد اُس طریقہ حسنہ پر

۲۰۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جریر بن عبد اللہ سے دو مقامات پر روایت کی ہے۔ دیکھیے:

الف: صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة، حدیث نمبر ۲۳۵۱۔

ب: صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة، حدیث نمبر ۲۸۰۰۔

۲۱۔ امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے، لیکن الفاظ قدرے مختلف ہیں: مثل امتی مثل المطر لا

یدری اولہ خیر ام آخرہ۔ جامع ترمذی: کتاب الادب، باب مثل امتی مثل المطر، حدیث نمبر ۲۸۶۹۔

عمل کیا گیا تو لکھا جائے گا اُس شخص کے واسطے اُس قدر اجر اور ثواب کہ جس قدر سب عمل کرنے والوں کو اُس کے بعد ہوگا اور اُن لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اُس کو نہ دیں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے خزانہ لاتنا ہی سے ثواب دے گا اور وہ طریقہ جو اُس نے جاری کیا ہے خواہ وہ طریقہ ایسا ہو کہ اُس سے پہلے ایجاد کیا گیا تھا، لیکن کسی سبب سے بند ہو گیا تھا، اُس نے پھر اُس کو جاری کر دیا یا یہ کہ پہلے اس سے وہ طریقہ ایجاد ہی نہیں ہوا تھا، اُس نے خود اپنی طرف سے اُس کو ایجاد و جاری کیا اور وہ طریقہ خواہ تعلیم کسی علم کی یا عبادت ہو یا طریقہ ادب کا ہو۔ (۲۲)

عقلاً بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جو کام قرون ثلاثہ کے بعد حادث ہو وہ ناجائز و حرام و بدعت سیئہ ہی ہو۔ زمانہ خیر القرون سے لے کر اس وقت تک ہر طبقے کے ہزار ہا علما اُن امور کو جو ہر وقت میں ایجاد ہوتے رہے ہیں، بدعت حسنہ بتاتے آئے ہیں اور فاعل و عامل کو مستحق ثواب ٹھہراتے ہیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی (۲۳) ”صراطِ مستقیم“ میں لکھتے ہیں:

اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشد لہذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناء علیہ مصلحت و بدوقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب از یں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعین کردہ شود۔

[ترجمہ: ہر ہر وقت کے مناسب اشغال اور ہر ہر قرن کے مطابق حال ریاضات جدا جدا ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ طریق کے پیشواؤں میں سے اہل تحقیق اشغال کی تجدید میں بڑی بڑی کوششیں کر گئے، بنا براں مصلحت وقت اس امر کی

۲۲۔ شرح صحیح مسلم، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، ج ۲/ص ۳۴۱۔

۲۳۔ یہ ہند کے امام ابوہامیہ ہیں، اکثر جگہ اپنی تصانیف میں استعانت وغیرہ جس کا رد کرنے اٹھے تھے کا اقرار کر گئے ہیں کیوں کہ مشنٹ کا پچلہ بھی رکھتے تھے۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

مقتضی ہوئی کہ اس کتاب کا ایک باب ایسے اشغال جدیدہ کے بیان کے لیے جو اس وقت کے مناسب ہیں معین کیا جاوے] (۲۴)

جب ہر وقت و ہر قرن میں برابر ائمہ کبار احداث امر جدید حکمت و مصلحت شرعی کی بنا پر حسن بتاتے رہے اور اُس کے عامل رہے تو پھر ہر امر کو بدعت کہہ دینا اور اُس کو سیدہ میں ہی منحصر ٹھہرا لینا نری جہالت اور علم دین سے ناواقفیت ہے۔  
مولوی السحق (۲۵) مائتہ مسائل میں لکھتے ہیں:

سوال بدعت حسنہ محدود است بوقت من الاوقات یا غیر محدود است الی یوم  
القیامة۔ جواب غیر محدود است عند القائل بتقسیمها الحدیث من سن  
فی الاسلام (۲۶)

[ترجمہ: سوال: بدعت حسنہ کسی وقت کے ساتھ محدود ہے یا غیر محدود ہے روز  
قیامت تک؟ جواب: جو بدعت کی تقسیم کا قائل ہے اس کے نزدیک بدعت  
حسنہ غیر محدود ہے من سن فی الاسلام والی حدیث کی بنیاد پر۔]  
یہ بھی بدعت حسنہ کو قیامت تک جائز بتا رہے ہیں، قرون ثلاثہ کی یا اور کسی وقت کی قید نہیں لگاتے۔  
جلداول احیاء العلوم میں ہے:

ولا یمنع ذلك من كونه محدثا فكم من محدث حسن۔  
[ترجمہ: اس کا نوا ایجاد ہونا اس کے لیے مانع نہیں، کیوں کہ بہت سی نوا ایجاد  
چیزیں اچھی ہوتی ہیں۔]

اس تقسیم بدعت کو درست رکھا ہے علامہ برکلی نے طریقہ محمدیہ میں، مناوی نے شرح جامع  
صغیر میں، ملا علی قاری نے مرقات میں (۲۷)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات

۲۴۔ صراط مستقیم اصل فارسی دستیاب نہیں ہوئی، مطبوعہ اردو ترجمہ میں مذکور عبارت کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ ہم نے یہاں  
درج کر دیا ہے۔ دیکھیے: صراط مستقیم مترجم: ص ۸۔

۲۵۔ یہ بھی دہلوی و ہابیت کے ناشر ہیں، تصحیح المسائل شریف حضور سیف اللہ المسلمول جدی سیدنا شاہ فضل رسول رحمۃ اللہ  
علیہ کی انہیں کے رد میں ہے جو بارہا طبع ہوئی اور وہابیہ کا بسیط فتاویٰ ہے۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

۲۶۔ مائتہ المسائل: سوال پنجاہ و نہم۔ ص ۵۹، ۸۸۔

۲۷۔ مرقات المفاتیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الثالث، ج ۱/ ص ۳۳۷۔

میں (۲۸)، سید جمال الدین محدث نے حواشی مشکوٰۃ میں، علامہ ابن حجر نے فتح المبین (۲۹) میں، علامہ ابن عابدین نے شرح درمختار میں۔

خود امام دوم مخالفین ”مأۃ مسائل“ میں بہ حوالہ امام جزری تحریر کرتے ہیں:

البدعة بدعتان بدعة هدى وبدعة ضلالة فما كان في خلاف ما  
امر الله به ورسوله فهو في حيز الذم والانكار وما كان أو تحت عموم  
ما ندب الله اليه وحض عليه رسوله فهو في حيز المدح (۳۰)  
[ترجمہ: بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک بدعت ہدایت، دوسری بدعت ضلالت۔  
لہذا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہو تو وہ بدعت برائی اور  
انکار کی منزل میں ہے یعنی وہ مردود ہے اور جو بدعت ایسے قاعدہ عام کے تحت  
واقع ہو جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے حکم استحب فرمایا ہو اور اس پر اس کے رسول  
نے ابھارا ہو تو وہ مدح کی منزل میں ہے۔]

مخالفین کے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے بھی منہاج السنۃ میں تقسیم بدعت اور حسن ایسے امور کا  
کہ اصول شرع سے موافق ہوں تسلیم کیا ہے۔

فتح المبین شرح اربعین میں بعد نقل عبارت سیرت شامی لکھتے ہیں:

وان البدعة منقسمة الى حسنة و قبيحة فمنها واجبة ومنها محرمة  
ومنها مندوبة ومنها مكروهة ومنها مباحة والمحدث من الدينيات  
ان خالف الكتاب او السنة او الاجماع او الاثر فهي ضلالة ورد وان  
لم يخالفها فليس برد وما كان منها خيرا فهي بدعة محمودة وان  
البدعة الحسنة متفق على ندبها فما اخترع مبتدعة زماننا من اطلاق  
البدعة الضالة على كل محدث في امور الدنيا والدين وقصرها في

۲۸۔ اشعة اللمعات: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ج ۱/ص ۱۱۷۔

۲۹۔ فتح المبین شرح اربعین: ص ۹۵۔

۳۰۔ مأۃ المسائل: سوال نمبر ۵۳ کے ضمن میں، ص ۸۵۔

القبيحة فَمَنْشأه الجهل والاعجاب برأيه والاجترأ على الله و  
رسوله (۳۱)

[ترجمہ: بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ، بدعت سیئہ۔ ان میں سے کچھ واجب ہیں، کچھ حرام، کچھ مستحب، کچھ مکروہ اور کچھ مباح۔ دین میں نئی پیدا کی ہوئی چیز اگر کتاب و سنت اور اجماع و اثر کے مخالف ہو تو وہ گم راہی اور قابل رد ہے اور اگر مخالف نہیں ہے تو قابل رد نہیں، اب ان میں جو اچھا کام ہے تو بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ کے استتباب پر سب کا اتفاق ہے۔ وہ جو ہمارے زمانے کے بدعتیوں نے یہ بات گھڑ لی ہے کہ وہ دین و دنیا کی ہر نو ایجاد چیز کو بدعت ضالہ کہتے ہیں اور اس کو صرف بدعت قبیحہ پر محدود کرتے ہیں تو دراصل یہ ان کی جہالت، خود پسندی اور اللہ و رسول پر جرأت کی وجہ سے ہے۔]

جو بات کہ قرون ثلاثہ کے بعد حادث ہو کر علما و صلحا میں رائج ہو اور قواعد شریعت سے مطابقت بھی رکھتی ہو، تو اُس کے عامل پر حکم فقہ یا ارتکاب امر ناجائز کا لگانا شریعت مطہرہ پر جرأت اور خلاف منشاء قرآن و حدیث ہے۔

محض لفظ ”بدعت“ کے اطلاق آجانے سے کوئی فعل ناجائز اور بدعت ضالہ قرار نہیں پا سکتا، دیکھو بعض بدعتیں واجب ہیں مثلاً علم نحو وغیرہ میں مشغولی کہ وہ قرآن و حدیث کی فہم میں

۳۱۔ حافظ ابن حجر کی فتح المبین شرح الأربعین میں یہ عبارت بعینہ ان الفاظ میں راقم کو نہیں ملی، بدعت کے سلسلے میں حافظ ابن حجر نے جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ اور مآل وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ دیکھیے: فتح المبین: ص ۹۵۔ عبارت کا آخری ٹکڑا ”فما اخترع مبتدعة زماننا من اطلاق البدعة الضالة على كل الخ“ فتح المبین میں تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ البتہ بدعت کی بحث کے ضمن میں حافظ ابن حجر نے جو بات لکھی ہے وہ موضوع سے مناسبت رکھتی ہے، فرماتے ہیں: وقال الامام ابو شامة شيخ المصنف رحمهما الله تعالى ومن احسن ما ابتدع في زماننا ما يفعل كل عام في اليوم الموافق ليوم مولده ﷺ من الصدقات والمعروف و اظهار الزينة والسرور فان ذلك مع ما فيه من الاحسان الى الفقرا و مشعر بمحبته ﷺ وتعظيمه و جلالته في قلب ذلك الفاعل (فتح المبین: ص ۹۵) ترجمہ: مصنف کے شیخ امام ابو شامہ نے فرمایا کہ کیا ہی اچھی چیز ہے جو ہمارے زمانے میں ایجاد کی گئی ہے کہ ہر سال حضور ﷺ کی ولادت کے دن صدقات و خیرات کیے جاتے ہیں اور زینت و مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس میں نہ صرف یہ کہ فقرا کے ساتھ حسن سلوک ہے بلکہ ایسا کرنے والے کے دل میں حضور ﷺ کی محبت و تعظیم کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔



معین ہے اور بعض محرم، اُس کی مثال مذاہب باطلہ ہیں کہ اُن کا رد واجب ہے اور بعض مندوب ہیں جیسے تعمیر مدارس وغیرہ، بعض مکروہ ہیں جیسے مساجد کی تزئین، مصاحف کی تعمیر وغیرہ، بعض مباح ہیں مثلاً کھانے پینے میں توسیع کرنا۔ بدعت حسنہ جس کے ارتکاب سے کوئی محذور شرعی لازم نہ آتا ہو اُس کے ندب پر سب کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ شرح الربیعین امام نووی وغیرہ سے ثابت ہو چکا۔ بدعت شرع میں دو معنی میں مستعمل ہوتی ہے، ایک تو وہ افعال کہ جو زمانہ سرورِ عالم ﷺ میں نہ تھے، نہ آپ نے اُن کو کیا، نہ اُن کے متعلق حکم فرمایا۔ دوسرے وہ جو ضد و مزاحم اور مخالف سنت ہوں۔ افعال صحابہ و اقوال مجتہدین اس معنی کر کہ عہد نبوت میں نہ تھے بدعت ہیں اور اس معنی کر کہ مخالف حکم شرعی نہیں حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں حسن ہیں، بلکہ بہ حکم حضور سرورِ عالم ﷺ سنت ہیں، پس لا بد بدعت منقسم ہوئی طرف حسنہ و سیئہ کے۔

حدیث شنیخین [بخاری و مسلم کی حدیث]:

لا تقتل نفس ظلما الا كان على ابني آدم الاول كفل من دمها لانه  
كان اول من سن القتل (۳۲)

[ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کوئی جان قتل نہیں کی جاتی ظلماً مگر آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر ایک حصہ ہے اس کے خون سے، اس لیے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ نکالا۔]

اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

شرح صحیح مسلم میں بذیل حدیث مذکور مسطور ہے:

هذا الحديث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيئا من الشر كان عليه مثل وزر كل من اقتدى به في ذلك الفعل مثل عمله الى يوم القيامة ومثله من ابتدع شيئا من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل به الى يوم القيامة وهو موافق للحديث الصحيح من سن سنة

۳۲۔ الف: صحیح البخاری: کتاب الاعتصام، باب سن سنة سيئة۔ حدیث نمبر ۷۳۲۱۔

ب: صحیح مسلم: کتاب القسامة باب بيان اثم من سن القتل۔ حدیث نمبر ۴۳۷۹۔

حسنة ومن سن سنة سيئة. (الخ) (۳۳)

[ترجمہ: یہ حدیث قواعد اسلام میں سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے کوئی برا کام ایجاد کیا تو اس پر ہر اس شخص کا گناہ ہوگا جس نے اس کی پیروی کی خواہ قیامت تک کوئی شخص اس کے عمل کی پیروی کرے اور اسی طرح جس نے کسی اچھے کام کی بنیاد ڈالی تو جو شخص بھی اس کام کو کرے گا اس کا اجر اس (بنیاد ڈالنے والے) کو ملے گا۔ (اور یہ) روز قیامت تک (ہوتا رہے گا) یہ صحیح حدیث من سن سنة الخ کے موافق ہے۔]

علامہ شامی رد المحتار میں لکھتے ہیں:

قال العلماء هذه الاحاديث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيئاً من الشر كان عليه وزر من اقتدى به وكل من ابتدع شيئاً من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل به الى يوم القيامة وتماثله في آخر عمدة المريد.

[ترجمہ: علما فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اسلام کی بنیاد ہیں۔ ان ہی میں سے یہ بھی ہے کہ اگر کسی نے کسی بری چیز کی بنیاد ڈالی تو اس کی اقتدا کرنے والوں کا گناہ بھی اسی کے سر ہوگا اور اگر کسی نے کسی عمدہ چیز کو ایجاد کیا تو اسے اپنا اور ان تمام کا اجر بھی ملے گا جو کل قیامت تک اس پر عمل کریں گے۔ (بقیہ عمدۃ المريد کے آخر میں مذکور ہے۔)]

فی المواہب عن ابن عمرانہ قال: [مواہب میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا]

الاذان الاول يوم الجمعة بدعة فيحتمل ان يكون قال على سبيل الانكار ويحتمل ان يكون اراد به لم يكن في زمنه ﷺ لان كل ما لم يكن في زمنه يسمى بدعة لكن منها ما يكون حسنا ومنها ما يكون غير ذلك. (۳۴)

۳۳۔ شرح صحیح مسلم: ج ۲/ص ۶۰۔

۳۴۔ المواہب اللدنیة: ج ۴/ص ۱۶۳۔

[ترجمہ: ”جمعے کی اذان اول بدعت ہے“۔ (حضرت ابن عمر کا) یہ (قول) اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ آپ نے یہ بطور انکار فرمایا ہو اور اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں ہوا کرتی تھی، اس لیے کہ ہر وہ چیز جو حضور ﷺ کے زمانے میں نہ ہو اسے بدعت کہتے ہیں، لیکن ان میں کچھ حسنہ ہوتی ہیں اور کچھ اس کے علاوہ (یعنی سیئہ) ]

بہ تصریح ائمہ سابقین و کبرائے محققین بدعت کا حسن و استحباب اور اُس پر امید ثواب متفق علیہ علماء۔ سیرت شامیہ میں ہے:

والبدعة الحسنة متفق على جواز فعلها والاستحباب بها و رجاء الثواب لمن حسنت نيته وهي كل مبتدع موافق للقواعد الشرعية غير مخالف بشيء منها ولا يلزم منه محذور شرعي (۳۵)

[ترجمہ: بدعت حسنہ کے جائز ہونے، مستحب ہونے اور جس کی نیت عمدہ ہو اسے ثواب کی امید رکھنے پر سب کا اتفاق ہے۔ بدعت حسنہ ہر اس نئی چیز کو کہا جاتا ہے جو قواعد شریعت کے موافق ہو، اس کی کسی بھی شے کے مخالف نہ ہو اور اس سے محذور شرعی لازم نہ آتا ہو۔]

جس امر میں کوئی خیر ہو اور حکمت و مصلحت شرعی کے لحاظ سے علما نے بعد میں ایجاد کیا ہو، تو وہ خیر ہے، اُس کا التزام و اہتمام چاہیے، مداومت و التزام امر خیر شرع کو ناپسند نہیں مقبول ہے، یہاں تک کہ ترک کبھی موجب عتاب ہوتا ہے۔

کشف الغمۃ شعرانی میں ہے:

كان ابو امامة الباهلي يقول احدثتم قيام [ شهر ] رمضان [ ولم يكتب عليكم انما كتب عليكم الصيام ] فدموا على ما فعلتم ولا تتركوا

۳۵۔ سیرت شامیہ: ج ۱/ ص ۴۴۳۔

کتاب کا اصل نام ’سبیل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد‘ ہے، علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی (وفات: ۹۳۲ھ) کی تصنیف ہے، عرف عام میں ’سیرت شامیہ‘ کے نام سے مشہور ہے۔

فان الله عاتب بنى اسرائيل فى قوله تعالى ورهبانية ابتدعوها. (۳۶)  
 [ترجمہ: حضرت ابو امامہ باہلی فرمایا کرتے تھے کہ ”تم نے قیام ماہ رمضان کو  
 ایجاد کیا ہے“ حالانکہ وہ تم پر فرض نہیں کیا گیا تھا بلکہ تم پر صرف روزے فرض کیے  
 گئے تھے] لہذا اب اپنی ایجاد کردہ (قیام رمضان) پر مداومت اختیار کرو اور  
 اسے ترک نہ کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے اس قول میں عتاب  
 فرمایا ہے کہ ”یہ رہبانیت ہے جسے از خود انہوں نے ایجاد کیا ہے“  
 حضرت ابو امامہ نے حکم التزام و پابندی تراویح کا دیا اور اس مدعا پر آیت کریمہ سے استدلال  
 کیا۔ حضرت عمرؓ نے دربارہ تراویح فرمایا:

نعم البدعة هذه (۳۷) [ترجمہ: یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔]

حضرت ابن عمرؓ نے دربارہ نماز چاشت فرمایا:

وانها لبدعة ونعمت البدعة (۳۸)

[ترجمہ: یہ بدعت ہے اور بہت اچھی بدعت ہے۔]

اسی طرح ارشاد حضرت صدیق اکبرؓ دربارہ جمع قرآن شریف بہ جواب حضرت عمرؓ اور ارشاد  
 حضرت فاروقؓ اعظم کا بہ جواب حضرت صدیق اکبرؓ اور ارشاد حضرت صدیق اکبرؓ کا بہ جواب  
 حضرت زید بن ثابتؓ علیؓ ما اخرجہ الامام البخاری فی صحیحہ [جیسا کہ امام بخاری  
 نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔] (۳۹) اس بات میں نص ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بعض بدعات کو

۳۶۔ کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ: ص ۱۶۶۔

۳۷۔ صحیح البخاری: کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان۔ حدیث نمبر ۲۰۱۔

۳۸۔ المعجم الكبير: ج ۱۲/ص ۱۱۷۔ حدیث نمبر ۱۳۵۶۳۔

۳۹۔ اس واقعے کی تفصیل صحیح بخاری میں اس طور پر ہے کہ عہد صدیقی میں جنگ یمامہ (جوسنہ ۱۱ھ میں مسلمہ کذاب کے  
 ساتھ ہوئی تھی) کے دوران بہت سے صحابہ شہید ہو گئے، حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے عرض کیا کہ اسی  
 طرح جنگوں میں قرآن کے حافظ اور قراشید ہوتے رہے تو خطرہ ہے کہ بہت سا قرآن ضائع نہ ہو جائے، میری رائے تو  
 یہ ہے کہ آپ قرآن کو ایک جگہ جمع کروادیں، یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں وہ کام کیسے کروں جو رسول اللہ  
 ﷺ نے نہ کیا ہو، حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ خدا کی قسم یہ تو ایک نیک کام ہے، پھر حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے اس  
 بارے میں بات کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا بھی شرح صدر ہو گیا اور ان کی بھی وہی رائے ہو گئی جو حضرت  
 بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر.....

اچھا کہا، اُس کے فعل پر اصرار کیا اور التزام کا حکم دیا، اُس کے ترک کو باعث عتاب سمجھا۔  
غنیۃ الطالبین میں جو کلمات طیبات حضور غوث اعظم سے مشہور ہے، دربارہ نیت نماز مرقوم ہے:  
وان تلفظ بذلك كان هو احسن (۴۰)

[ترجمہ: اگر زبان کے ذریعے تلفظ کر لے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔]

ہدایہ میں ہے:

لا باس بتحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ (۴۱)

[ترجمہ: قرآن شریف کو غلاف پہنانے میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ اس میں اس

کی تعظیم ہے۔]

اسی طرح رجعت قہقری بہ قصد تعظیم بیت اللہ [کعبے کی تعظیم کی خاطر اس کی جانب پیڑھ کیے بغیر اٹے قدم واپس ہونا] تقبیل خمیر [روٹی کو چومنا] بہ نظر تکریم رزق وغیرہ اصد ہا امور ہیں کہ عہد نبوت بلکہ قرون ثلاثہ میں نہ تھے، فقہائے کرام وائمہ عظام نے اُن کو مستحسن و مباح قرار دیا۔ غرض کہ تمام سالبقین ولاحقین اس کے قائل ہیں کہ مدار اصل شرعی پر ہے، جس محدث کی شرع میں اصلاً اصل نہ ہو، وہ بدعت مذموم و فحش ہے اور اصل سے وہی معنی مراد ہیں جس کی رو سے بدعات مستحسنہ بدعات سیئہ سے خارج رہتی ہیں۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ.....

عمر فاروق کی تھی۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مجھے طلب کیا اس وقت حضرت عمر بھی آپ کی خدمت میں موجود تھے، حضرت صدیق نے فرمایا اے زید بن ثابت تم جو ان اور سمجھ دار ہو اور ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ بھی نہیں ہے، تم وحی لکھا کرتے تھے، اس لیے تم قرآن کو جگہ جگہ سے تلاش کر کے جمع کر دو۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑ سر پر اٹھانے کا حکم دیتے تو یہ میرے لیے اتنا بھاری نہیں تھا جتنا قرآن کو جمع کرنے کا حکم۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں ایک ایسے کام کے لیے کس طرح آمادہ ہو گئے جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ ایک نیک کام ہے، پھر حضرت زید بن ثابت ان دونوں حضرات سے اس معاملے میں گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے ان کا سیدہ بھی کھول دیا۔ دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لقد جاء کم رسول الخ۔ حدیث نمبر ۴۶۷۹۔

۴۰۔ غنیۃ الطالبین: ج ۲/ص ۱۳۱۔

۴۱۔ ہدایہ: کتاب الکراہیۃ، فصل مسائل متفرقة، ج ۲/ص ۴۷۲۔

فتح الباری میں ہے:

قوله عليه السلام شر الامور محدثاتها بفتح الدال والمراد بها ما  
احدث وليس له اصل في الشرع ويسمى في عرف الشرع بدعة  
وما كان له اصل يدل عليه الشرع فليس بدعة فالبدعة في عرف  
الشرع مذموم بخلاف اللغة. (۴۲)

[ترجمہ: حضور ﷺ کا فرمان ”بدترین کام نئے طریقے نکالنا ہے“ (علامہ ابن  
حجر فرماتے ہیں) کہ محدثات دال کے فتح کے ساتھ ہے، اس سے مراد ہر وہ نیا  
طریقہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو، عرف شرع میں اس کا نام  
بدعت رکھا جاتا ہے اور ہر وہ نیا کام جس کی کوئی اصل ہو اور شریعت اس پر  
دلالت کرے تو وہ بدعت نہیں ہے۔ لہذا بدعت شرع میں صرف بری چیز ہے  
برخلاف لغت کے۔]

عبارت علامہ عینی و امام بغوی و قرطبی و ابن حجر کی اس مدعا میں صریح ہے کہ ”بدعت وہ ہے جس  
کی شرع میں کچھ اصل نہ ہو اور جس کے لیے کوئی اصل بھی پائی جائے وہ مفہوم بدعت سے خارج  
ہے۔“ اصل کے جو معنی یہاں مراد ہیں کلام علماء میں اُس کی تصریح موجود ہے۔ مجمع البحار وغیرہ کتب  
معتبرہ میں اندراج تحت العموم، محقق دہلوی نے مصلحت و ترویج و تقویت دین، ہدایہ میں اصل مقصود  
شرع کا لحاظ اور اُس سے مطابقت کو دلیل مستقل ٹھہرایا ہے، زیادت تبلیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

لان المقصود الثناء و اظهار العبودية فلا يمنع من الزيادة عليه (۴۳)

[ترجمہ: اس لیے کہ زیادت تبلیہ سے مقصود ثنا اور بندگی کا اظہار ہے لہذا تبلیہ پر  
زیادتی کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔]

بعض اُن امور کو جو کسی حکم شرعی کے لیے بجالائے جائیں، دلیل جواز ٹھہراتے ہیں۔  
امام غزالی لکھتے ہیں:

۴۲۔ فتح الباری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ ج ۳/ص ۳۲۵۳۔

۴۳۔ ہدایہ اولین: کتاب الحج، باب الاحرام، ج ۱/ص ۲۱۷۔

والمناصرة عون لاعلام وقت الصلوة۔

[ترجمہ: مینار نماز کے اوقات بتانے میں معاون ہے۔]

امام عز الدین بن سلام نے قواعد و اصول سے مطابقت کو معتبر رکھا کہ ہر بدعت قواعد شریعت پر پیش کی جائے گی، اگر ان قواعد کے تحت میں داخل ہوگی تو تسلیم کی جائے گی والا فلا [ورنہ نہیں]۔ مظاہر حق میں ہے:

صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص نئی بات نکالے ہمارے اس کام یعنی ہمارے دین اور شریعت میں جو اس میں نہیں سو وہ نئی بات یا اس کا نکالنے والا مردود ہے۔

(فائدہ) یعنی جو دین میں وہ نئی چیز نکالے کہ جس کی شرع میں کچھ اصل نہیں، نہ کھلی، نہ چھپی، تو وہ نہایت گمراہی ہے اور اس کا نام بدعت ہے، دین میں چار چیزیں اصل ہیں، ایک تو قرآن، دوسرے حدیث، تیسرے اجماع اور اتفاق امت، چوتھے قیاس شرعی، جس کی بحث اصول فقہ میں ہے۔ سو جو بات ان چار اصولوں میں نہیں وہی بدعت ہے، جتنی بدعتیں لوگوں نے خلاف قیاس نکالی ہیں اس حدیث سے سب رد ہو گئیں۔ انتہی (۴۴)

۴۴۔ مظاہر الحق مولانا قطب الدین بن نواب محمد محی الدین دہلوی (وفات: ۱۲۷۹ھ) تلمیذ شاہ محمد اسحاق دہلوی (نواسہ و تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) کی تصنیف ہے، یہ مشکاة المصابیح کا اردو ترجمہ اور شرح ہے، جو جہازی سائز کی ۴۲ جلدوں میں مطبع مجیدی کانپور سے شائع ہوئی۔

حضرت عائشہ کی زیر حوالہ حدیث کے تحت ہمیں یہ عبارت نہیں ملی۔ اس حدیث کو نقل کر کے فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں: یعنی جس نے عقل سے ایک بات نکالی اسلام میں کہ نہیں ہے اس کے لیے کتاب و سنت سے سند ظاہر یا خفی لفظی یا مستنبط پس وہ مردود ہے اور لفظ ما لیس منہ میں اشارہ ہے اس کی طرف کہ نکالنا اس چیز کا کہ مخالف کتاب و سنت کے نہ ہو برا نہیں ہے۔ مظاہر الحق: ج ۱/ص ۷۰۔

حضرت جابر کی حدیث کل بدعة ضلالة کے تحت فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں: جو بدعت ہے گمراہی ہے معنی یہ ہیں کہ جو بدعت سیدہ ہے وہ سب گمراہی کی ہے۔ جاننا چاہیے کہ جو چیز حضرت ﷺ کے بعد پیدا ہوئی وہ بدعت ہے، اس میں جو موافق اصول اور قواعد سنت ان کی کے ہو اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو مخالف اس کے ہو بدعت ضلالت اور سیئہ یعنی بری کہتے ہیں، چنانچہ مراد کل بدعة ضلالة سے یہی ہوتی ہے، اور بعضی بدعت واجب ہے، مانند تعلیم نحو کے واسطے بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر.....

مرقات میں زیر حدیث من احدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد [جس نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ چیز مردود ہے] فرماتے ہیں:

وفی قوله ”مالیس منه“ اشارة الى ان احداث ما لا ینزع الكتاب والسنة کما سنقرره بعد لیس بمذموم. (۴۵)

[ترجمہ: حضور ﷺ کا قول ”مالیس منه“ (یعنی وہ چیز جو دین میں سے نہیں ہے) سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ وہ نئی باتیں جو قرآن و حدیث کے مخالف نہیں ہیں (جیسا کہ ہم بعد میں بیان کریں گے) تو وہ باتیں بری نہیں ہیں۔]

وايضاً فیہ: [نیز اسی میں یہ بھی ہے]

قال الشافعی ما احدث مما یخالف الكتاب والسنة والاثار والاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئاً من ذلك فلیس بمذموم وقال عمر فی قیام رمضان نعمت البدعة هذه. (۴۶)

[ترجمہ: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر وہ نئی بات جو قرآن و حدیث، اثر و اجماع کے مخالف ہو تو وہ گمراہی ہے اور وہ نئی بات جو اچھی ہو اور قرآن و حدیث، اثر و اجماع کے بھی مخالف نہ ہو تو وہ چیز بری نہیں ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کے بارے میں فرمایا یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔]

حافظ ابن حجر ”فتح المبین شرح اربعین نووی“ میں حدیث عائشہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ.....

”کچھ نئے کلام اللہ وغیرہ کے، اور بعض بدعت حرام ہے مثل مذاہب جبریہ قدریہ وغیرہ کے اور ردان کا کرنا بدعات واجبہ سے ہے۔ اور بعض بدعت مستحب جیسے خانقاہ و مدرسہ بنانے اور جتنے اچھے کام کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں نہ تھے اور بعض مکروہ مثل نقش و نگار کرنے مساجد اور کلام اللہ کے۔ اور بعض مباح مانند مصافحہ کے صبح کے بموجب مذاہب شافعی کے اور مذہب حنفی میں مکروہ ہے۔ مظاہر الحق: ج ۱/ص ۷۰۔

۴۵۔ مرقاة المفاتیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ج ۱/ص ۳۳۶۔

۴۶۔ مرقاة المفاتیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ج ۱/ص ۳۳۸۔



”من احدث“ ای انشاء و اختراع من قبل نفسه ”فی امرنا“ ای شأننا الذی نحن علیه وهو ما شرعه الله ورسوله واستمر العمل به ومن ثم جاء فی رواية ”ودیننا“ والمراد الحکم هذا ماليس منه مما ینافیہ اولا یشهد له شیء من قواعده او ادلتہ العامة ”فهو رد“ ای مردود علی فاعله لبطلانه وعدم الاعتداد به اما ما لا ینافی ذلك بان شهد له شیء من ادلة الشرع او قواعده فلیس برد علی فاعله بل هو مقبول. (۴۷)

[ترجمہ: ”وہ شخص جس نے ایجاد کیا“ یعنی اپنی طرف سے کوئی نئی بات ایجاد کی ”ہمارے امر میں“ یعنی اس میں جس پر کہ ہم ہیں اور وہ وہ ہے جس کو اللہ اور رسول نے مشروع کیا ہے اور اس پر عمل جاری ہے، اسی لیے ایک روایت میں ”ہمارے دین“ کا لفظ بھی وارد ہوا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نئی بات دین میں سے نہ ہو، اس کے منافی ہو، یا اس پر اصول شرع اور اس کے دلائل عامہ شہادت نہ دیتے ہوں تو ”وہ رد ہے“ یعنی وہ مردود ہے اس کے باطل ہونے کی وجہ سے اور رہی وہ صورت جو شرع کے مخالف نہ ہو اس طور پر کہ دلیل شرع یا اصول شرع سے اسے تقویت ملتی ہو تو اس کو رد نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ مقبول ہوگی]

”مالیس منہ“ کی شرح میں حضرت شیخ [عبدالحق محدث دہلوی] فرماتے ہیں:

مراد چیزے ست کہ مخالف و مغیر دین باشد (۴۸)

[ترجمہ: ”جو چیز دین سے نہ ہو“ اس سے وہ چیز مراد ہے کہ جو دین کے مخالف

اور دین کو بدلنے والی ہو]

ابوداؤد کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

من صنع امر اعلی غیر امرنا فهورد (۴۹)

۴۷۔ فتح المبین شرح الربیعین: ص ۹۳-۹۴۔

۴۸۔ اشعة اللمعات: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ج ۱/ص ۱۱۷۔

۴۹۔ سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة۔ حدیث نمبر ۴۶۰۶۔

[ترجمہ] جس نے کیا کوئی کام ہمارے کام سے غیر طریقے پر وہ رد ہے۔  
 حضرت ﷺ کا کام اور طریقہ کتاب و سنت ہے اور اُسی سے ملحق اجماع و قیاس ہیں، پس یہی اصول شرع ہیں، جو امران کے خلاف اور منکر دین ہو وہ رد ہے، خواہ کسی زمانے میں ہو۔ اب صاف ظاہر ہو گیا کہ جو کام اصول شرع کے مخالف ہوتا ہے، وہی بدعت ہوتا ہے اور جو کام کہ تحت قواعد شرعیہ ہے وہ اگرچہ بعد میں حادث ہوا ہو مقبول و مسلم ہے، اُس پر بدعت کا اطلاق کرنا خود دین میں کھلی ہوئی بدعت ہے۔  
 شرح مقاصد میں ہے:

ومن الجھلة من يجعل كل امر لم يكن في زمن الصحابة بدعة  
 مذمومة وان لم يقم دليل على قبحه تمسكاً بقوله ﷺ اياكم  
 ومحدثات الامور ولا يعلمون المراد بذلك يجعل في الدين ما هو  
 ليس منه. انتھی (۵۰)

[ترجمہ: بعض جہلا ہر اس چیز کو بدعت مذمومہ قرار دے دیتے ہیں جو صحابہ کے زمانے میں نہ ہو، اگرچہ اس کے برے ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد کو دلیل بناتے ہوئے کہ ”نئے امور سے اپنے آپ کو بچاؤ“، حالاں کہ یہ (جہلا) حضور کے اس ارشاد کی مراد نہیں سمجھتے ہیں۔ (مراد یہ ہے کہ) جو چیز دین میں نہ ہو اس کو دین بنا دینا]

ہر امر مستحدث کو گو وہ کیسا ہی ہو بدعت ضلالت کہہ دینا علما تصریح فرماتے ہیں کہ اس کا منشا سوائے جہالت کے دوسرا نہیں۔ بلکہ ہمارے ائمہ اصولیین نے تو یہاں تک تصریح فرمادی ہے کہ جن امور کی ممانعت میں نص وارد نہ ہو اُن کا ارتکاب بھی مخالف شرع نہیں ہو سکتا۔ عدم ثبوتِ فعل، ثبوتِ عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا۔  
 علامہ قسطلانی مواہب میں لکھتے ہیں:

۵۰۔ شرح مقاصد: المقصد السادس، الفصل الثالث في الاسماء والاحكام، المبحث الثامن حكم المؤمن والكافر والفاسق۔ ج ۲/۲۷۱۔

الفعل يدل على الجواز و عدم الفعل لا يدل على المنع۔  
 یعنی کسی فعل کا شارع سے پایا جانا اُس کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور شارع  
 سے اُس کا نہ پایا جانا عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا۔  
 خصوصاً جب کہ وہ امر قواعد شرعی کے موافق ہو اور مسلمانوں میں شرقاً غرباً عجماً رائج ہو تو پھر  
 درجہ اباحت پر پہنچ جاتا ہے۔  
 فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:  
 اگر نیت صالح ہو تو امر مباح بھی باعث اجر و ثواب ہوتا ہے۔ (۵۱)

### [تعال سلف اور عرف و عادت کی بحث:]

تعال صالحین مجملہ حج شرعیہ کے ہے جو اجماع کے ساتھ ملحق ہے، جس جگہ شرع سے دلیل نہ ہو تو  
 وہاں عرف و رواج ہی حجت ٹھہریں گے۔ ہدایہ میں ہے:

مالم ينص عليه فهو محمول على عادات الناس (۵۲)  
 [ترجمہ: جس پر کوئی نص وارد نہ ہو اسے لوگوں کی عادتوں پر محمول کیا جائے گا۔]  
 عالمگیری میں ہے:

مالا نص فيه ولم يعرف حاله على عهد رسول الله يعتبر فيه عرف  
 الناس (۵۳)

[ترجمہ: جس سلسلے میں کوئی نص موجود نہ ہو اور عہد رسالت میں اس کی کیفیت  
 معلوم نہ ہو تو اس میں عرف عام کا اعتبار کیا جائے گا۔]  
 محیط میں ہے:

العرف اذا استمر نزل منزلة الاجماع۔  
 [ترجمہ: عرف عام جب رائج ہو جائے تو گویا وہ اجماع کی منزل میں ہے۔]

۵۱۔ فتح الباری بشرح صحیح البخاری: کتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ، ج ۱/ص ۲۵۸

۵۲۔ ہدایہ: کتاب البيوع، باب الربو، ج ۳/ص ۸۰۔

۵۳۔ الفتاوى الهندية: کتاب البيوع، ج ۳/ص ۱۱۔

برجندی میں ہے:

العرف ايضاً حجة بالنص -

[ترجمہ: نص کے ذریعے عرف عام بھی حجت ہوتا ہے]

بستان فقیہ ابواللیث میں ہے:

لان المسلمین توارثوا بذلك فصار ذلك سبيل المومنین وسبيل

المومنین حق -

[ترجمہ: کیوں کہ مسلمان اس پر توارث کے ساتھ عمل کرتے چلے آ رہے

ہیں، لہذا یہ طریقہ مومنین ہوا اور مومنین کا طریقہ حق و درست ہے۔]

تجنیس میں ہے:

ذكر الخلفاء الراشدين مستحسن بذلك جرى الثوارث -

[ترجمہ: (خطبے میں) خلفائے راشدین کا ذکر کرنا بہتر ہے، کیوں کہ اس

پر توارث کے ساتھ عمل جاری ہے۔]

در مختار میں ہے:

لا بأس به عقب العيد لان المسلمین توارثوه فوجب اتباعهم (۵۴)

[ترجمہ: نماز عید کے بعد تکبیر تشریق میں کوئی حرج نہیں (بہتر ہے) اس لیے کہ

مسلمانوں نے اس پر توارث کے ساتھ عمل کیا ہے، لہذا ان کی اتباع ضروری

ہے۔]

فقہ میں ایمان و نذور و وصایا و اوقاف وغیرہ کی بنا عرف پر ہے۔ مہر اور تعظیم و توقیر کے بارے میں رواج و عرف و عادت ہی دیکھا جاتا ہے۔ محققین یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ”اگر کوئی اچھا کام رواج پا جائے اگرچہ بہ طور لغت اُس پر بدعت کا اطلاق آئے، اُس میں قوم کی موافقت ہی کرنا چاہیے۔“

امام غزالی نے اُن اُمور میں کہ جو شریعت سے ممنوع نہیں عوام کی مخالفت کو منع فرما کر خالقوا

---

۵۴۔ در مختار: کتاب الطہارۃ، باب العیدین، مطلب فی تکبیر التشریق -

الناس بأخلاقهم] ترجمہ: حدیث قدسی ہے کہ آپ لوگوں کو اخلاق آداب سکھاؤ ان کے معیار کے مطابق] سے اس مسئلے کو ثابت کیا ہے (۵۵)۔ اکثر امور ایسے ہیں کہ شارع نے اُن کے متعلق حکم نہیں فرمایا، لیکن جمہور محققین سے اُن کا حسن و استحباب منقول ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو امر بہ نص صریح شارع سے منقول نہ ہو وہ حرام ہی ہو، اگرچہ قواعد شرعیہ کے ساتھ موافقت رکھتا ہو۔ دعویٰ حرمت کے لیے صریح دلیل چاہیے نہ کہ اپنے ہوائے نفسانی سے جس بات کو چاہا بلا کسی دلیل و حجت کے حرام کہہ دیا۔

تفسیر مدارک میں قل لا اجد فیما اوحي الي الخ (۵۶) کی تفسیر میں ہے:

وفیه تنبیہ علی ان التحریم انما یتثبت بوحي اللہ وشرعہ لا بهوی النفس (۵۷)

[ترجمہ: اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ حرمت وحی الہی اور شریعت سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ نفسانی خواہشات کے ذریعے]

ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

ومن المعلوم ان الاصل فی کل مسئلة هو الصحة من غیر الکراهة واما القول بالفساد والکراهة فیحتاج الی حجة من الكتاب والسنة او اجماع الامة۔

[ترجمہ: یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ ہر مسئلے میں اصل صحت ہی ہے بغیر کراہت کے، رہا (کسی مسئلے میں) فساد و کراہت کا قول کرنا تو یہ کتاب و سنت کی دلیل یا اجماع امت کا محتاج ہے۔]

فتح القدیر میں ہے:

ثم الثابت بعد هذا نفی المندوبية اما ثبوت الکراهة فلا الا ان يدل

۵۵۔ احیاء علوم الدین: ج ۲/ص ۹۶۔

۵۶۔ الانعام: ۱۴۵۔ ترجمہ آیت: آپ فرمادیں کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے اس میں میں کسی کھانے والے پر (ایسی چیز کو) جسے وہ کھاتا ہو حرام نہیں پاتا، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہو خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو۔

۵۷۔ تفسیر مدارک: ج ۲/ص ۳۸۔

دلیل آخر (۵۸)

[ترجمہ: پھر اس کے بعد مندوبیت کی نفی ثابت ہے، رہا کراہت کا ثبوت تو وہ نہیں ہے مگر یہ کہ اس پر کوئی دوسری دلیل قائم ہو۔]  
یعنی حضور اور اصحاب کے نہ کرنے سے مندوب ہونے کی نفی ہو گئی مگر کراہت اس سے ثابت نہیں ہوئی، اُس کے لیے دلیل خاص کی حاجت ہے۔  
پس اُن باتوں میں کہ جو علما و صلحا حتیٰ کہ اہل حرمین میں رائج ہوں مخالفت کر کر قوم میں تفرقہ ڈالنا اور اپنے کو جماعت سے علیحدہ کرنا نہ چاہیے کہ وہ سبب عدم موانست کا ہے۔  
آقائے دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

بعثت بمداراة الناس (۵۹)

[ترجمہ: میں لوگوں کی دل جوئی اور مدارات کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔]  
علمائے کرام جو طبیب روحانی ہیں یہاں تک فرماتے ہیں کہ اتیان مستحب کے اوپر مراعات قلوب کو اختیار کرنا چاہیے چہ جائے کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے کے لیے اُن مسائل میں اختلاف کرنا جو مومنین میں قریب قریب متفق علیہ ہو رہے ہیں۔  
قال ﷺ اتبعوا السواد الاعظم فمن شذَّ شذَّ في النار (۶۰)  
[ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو کیوں کہ جو شخص بھی جماعت سے علیحدہ ہوا وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔]  
ويتبع غير سبيل المومنين نوله ماتولى (۶۱)

۵۸۔ فتح القدیر: کتاب الصلاة، باب النوافل۔ ج ۱/ص ۳۶۳۔

۵۹۔ بعثت بمداراة الناس۔ الجامع الصغير: حدیث نمبر ۳۱۵۱، بحوالہ شعب الایمان بتہقی بروایت جابر بن عبد اللہ علامہ مناوی فیض القدیر میں اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کو عبد اللہ بن لؤلؤ نے عمیر بن واصل سے روایت کیا ہے، حافظ نے لسان المیزان میں کہا کہ عبد اللہ بن لؤلؤ نے عمیر بن واصل سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے، نیز عمیر بن واصل کو خطیب نے وضع سے متہم کیا ہے، اس روایت میں مالک بن دینار صوفی بھی ہیں جن کو ذہبی نے ضعیف میں شمار کیا ہے، جب کہ بعض نے ان کی توثیق کی ہے۔ دیکھیے: فیض القدیر للمناوی: ج ۳/ص ۲۰۳۔

۶۰۔ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، (بروایت ابن ماجہ)

۶۱۔ النساء: ۱۱۵۔

[ترجمہ: وہ جو مسلمانوں کے طریقے کے خلاف چلتا ہے تو ہم بھی اس کو اسی راستہ پر چلاتے جائیں گے جس کی طرف وہ پھر گیا۔]  
 امور مستحسنہ علمائے محققین کو بدعت ضلالت ٹھہرا کر امت مرحومہ کو ضال و گمراہ ٹھہرانا کھلی ہوئی احکام شریعت سے بے گانگی ہے۔

[امور خیر کی ایجاد:]

اب ہماری اتنی ہی تقریر سے یہ امر منقح ہو جائے گا کہ قیام وقت ذکر ولادت موافق قواعد شریعت کے ہے، شرع میں اُس کی اصل ملتی ہے، بلاد اسلامیہ میں علما و صلحا کے درمیان مروج ہے۔ اہل سنت کا شعار مذہب محبت و تعظیم رسول اللہ پر دلالت کرتا ہے، ایسے امر میں اختلاف کر کر جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا منشاء شریعت کے خلاف ہے، احکام دینی کے اندر جو حکم و مصالح مودع ہیں اُن میں غور کرو، اپنے دل میں سوچو، سمجھو تو ہرگز ایسی باتوں میں خلاف کرنے کو پسند نہ کرو۔ علمائے کرام نے ہمارے تمام وساوس و خطرات کا علاج پہلے ہی سے تجویز فرما دیا ہے، مگر ہم اُن کے مجوزہ نسخے کا استعمال نہ کریں تو اُن کا کیا نقصان؟ ہماری ہی محرومی ہے اور آخر کار نتیجہ اس غفلت و بے خبری کا یہ ہوتا ہے کہ مرض بد مذہبی کا بڑھ جائے گا جس سے پھر سوئے خاتمہ کا ڈر ہے نعوذ باللہ من العناد والنفاق کہ ”انکار فصوص آخر بہ انکار فصوص آرد۔“ اُن مستحسناات مشائخ و عرفا کی نسبت جن کی کوئی اصل شرع میں نہیں ملتی ہے جناب مرزا مظہر جان جاناں مکتوب یازدہم میں فرماتے ہیں:

ذکر جہر بہ کیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات بہ اطوار معمولہ کہ در قرون متاخرہ رواج یافتہ از کتاب و سنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بہ طریق الہام و اعلام از مبداء فیاض اخذ نموده اند و شرع از اں ساکت است و داخل دائرہ اباحت و فائدہ در اں متحقق و انکار آں ضرور نیست۔

[ترجمہ: کیفیت مخصوصہ کے ساتھ ذکر بالجہر کرنا یا مخصوص طریقے سے مراقبہ کرنا جیسا کہ بعد کے زمانے میں رائج ہوا، یہ قرآن و سنت سے ماخوذ نہیں، بلکہ مشائخ کرام نے بہ طور کشف والہام اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے حاصل کر

لیا ہے اور یہ شریعت اس سے ساکت ہے (یعنی شرع نے ان سے منع نہیں کیا ہے) یہ مباح میں داخل ہے اور اس سے فائدہ بہر حال متحقق ہے اور اس کا انکار بھی کوئی ضروری نہیں۔]

جن امور کی کتاب وسنت میں کوئی اصل نہیں ہے، صرف مشائخین نے اپنے تجارب صحیحہ کی بنا پر ان کو نقل کیا ہے وہ بھی دائرہ اباحت میں داخل ہیں اور انکار ان کا ممنوع۔ پھر شریعت اُس امر کے انکار کی کہاں تک اجازت دیتی ہے کہ جس کی اصل قرآن وحدیث سے پائی جاتی ہو اور صد ہا سال سے تمام بلاد اسلامیہ میں علما وصلحا کے درمیان رائج ہو اُس میں قوم کا اتباع نہ کرنا کیا یہی شان اسلام کا تقاضا ہے؟

ائمہ متقدمین جن امور کو مکروہ خیال کرتے تھے، ائمہ متاخرین نے تو مصلحت شرعیہ پر نظر کر کر اُن کے جواز واستحباب کا فتویٰ دیا اور آج کل مصلحت اسلامی اس میں ہے کہ دیدہ ودانستہ معمولات علما ومشائخ عرفا سے کھل کر خلاف کیا جائے۔

تفسیر عزیزی میں ہے:

مصنف رانوشہ فروختن وبہ اجرت نوشتن معمول در زمانہ خلفائے راشدین نہ بود اول ایں بدعت در آخر زمان حضرت معاویہ رائج شدہ لیکن بدعت حسنہ است نہ سیئہ در اول وہلہ علمائے آں وقت انکار کردہ بودند چوں علمائے دیگر غور کردند پیچ وجہ حرمت دراں نیافتند اجماع بر جواز محقق گشت۔

[ترجمہ: قرآن مجید لکھ کر فروخت کرنا اور اجرت لے کر اسے لکھنا خلفائے راشدین کے زمانے میں نہیں ہوتا تھا، سب سے پہلے یہ بدعت حضرت امیر معاویہ کے عہد کے آخر میں رائج ہوئی، لیکن یہ بدعت حسنہ ہے نہ کہ سیئہ۔ ابتدا میں تو اس دور کے علما نے اس کا انکار ہی کر دیا، لیکن جب دوسرے علما نے اس مسئلے میں غور کیا تو اس میں کوئی حرمت کی وجہ نہیں پائی، لہذا اس کے جواز پر اجماع ہو گیا۔]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعاده میں بعد نقل عبارت بسیار فرماتے ہیں:



درآ خرزماں بہ جہت اقتصار نظر عوام بہ ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابہ  
 مشائخ و عظماء دیدہ چیز ہا افز و دند تا از آں جا اُ بہت و شوکت اسلام و ارباب صلاح  
 پیدا آید خصوصاً در دیار ہندوستان کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند و ترویج  
 اعلائے شان ایں مقامات باعث رعب و انقیاد ایشان و بسا اعمال و افعال و  
 اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ درآ خرزماں از مستحبات گشتہ کذا  
 قال الطیبی و در بعضی از ایں امور مذکورہ بعض وجوہ در کتب فقہ متاخرین توسع و  
 ترجیح نیز می توان یافت انتہی۔ (۶۲)

[ترجمہ: آخری زمانے میں ظاہری مصلحت کے پیش نظر مشائخ کرام کے  
 مقابہ و مشاہد کی تعمیر و ترویج میں عوام الناس نے بہت سے امور کا اضافہ کر دیا  
 تاکہ اس سے اسلام اور ارباب صلاح کی شوکت و عظمت ظاہر ہو خصوصاً بلاد  
 ہند میں کہ ہند میں دشمنان دین اہل ہنود کافرین کی تعداد بہت زیادہ ہے  
 ان مقامات متبرکہ کی ترویج و اشاعت رعب و دبدبے کا سبب ہوگی۔ بہت  
 سے افعال و امور جو زمانہ سلف میں مکروہات کے قبیل سے تھے وہ آخری  
 زمانے میں مستحسن ہو گئے ہیں۔ ایسا ہی علامہ طیبی نے فرمایا۔ ان میں سے  
 بعض امور متاخر فقہاء کی کتابوں میں بعض وجوہ کی بنا پر رخصت و توسیع کے نام  
 سے پائے جاتے ہیں۔]

چوں کہ شریعت کی غایت مصلحت عوام اہت و شوکت اسلام پر ہوتی ہے، اسی لیے جب  
 حضرت ابو بکر و عمر و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے اندر اس قرآن کا خوف کر کر اُس کو جمع کرنا چاہا  
 اور اس بارے میں حضرات اصحاب کرام سے مشورہ لیا تو اول بہ ایں خیال کہ حضور کے زمانے  
 میں یہ فعل نہ تھا توقف کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے سینوں کو کھول دیا۔ سب نے اس کو جائز رکھا،  
 اس لیے کہ مرجع اس کا طرف مصلحت دین کے تھا، اگرچہ اس بارے میں کوئی نص صریح رسول  
 اللہ ﷺ سے نہ سنی تھی، مگر اُس کے جمع کرنے میں چوں کہ کوئی امر مضاد و مخالف شریعت نہ تھا، نہی

وارد نہ ہوئی تھی۔ مصلحت وقت و غیر خواہی دینی سمجھ کر ایسا کرنے کو مستحسن رکھا۔ حضور کے عہد برکت مہد میں مسجد اقدس خام بلا گنبد و مینار چھوارے کی لکڑیوں سے پٹی ہوئی تھی اور ارشاد اقدس بھی تھا کہ مسجدوں کو منڈا رکھو، مگر چوں کہ قلوب میں اب دہن و مداہنت سا گیا ہے، عظمت امور دینی کی جاتی رہی ہے تو ظاہری زیب و زینت کی حاجت ہوئی تاکہ ظاہر کو دیکھ کر امارات احترام و تکریم ادب و تعظیم بجالائے جائیں، لہذا اب یہی مستحسن ہے کہ مسجدیں پختہ مینار و گنبد کی بنائی جائیں اور ظاہری زیب و زینت عمل میں لائی جائے۔

خواجہ محمد شریف حسینی نقشبندی حضرت خواجہ محمد پارسا مجددی سے حجۃ الذاکرین میں ناقل، قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ [آپ نے فرمایا]:

بدان ابدك الله تعالى عنه بتوفيقه ويسر عليك بفضله سلوك طريقه  
بدعت حسنہ کہ موافق اصول شرع مطہرہ بود و متضمن مصالح دینیہ باشد و منافی  
و مزاحم سنتے نباشد و از مستحبات علمائے دین و کبرائے اہل یقین روح اللہ  
ارواحہم بود در میان امت کہ خیرام است زاد اللہ شرفا سلفا و خلفا بسیار  
است اکثر من ان یحصی -

[ترجمہ: جان لو (اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ توفیق سے نوازے، اور اپنے فضل سے تمہارے اوپر راہ سلوک کو آسان فرمائے) وہ بدعت حسنہ جو شریعت مطہرہ کے اصول کے موافق ہو، دینی مصالح کو شامل ہو، کسی سنت کے منافی و مزاحم نہ ہو اور علمائے دین و اکابر اہل یقین کے مستحبات سے ہو (ایسی بدعات حسنہ) امت میں کہ یہ خیر امت ہے سلفاً و خلفاً بہت ہیں کہ جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔]

جب یہ بات مسلم و مقبول فرقہ اہل اسلام میں ہے کہ بدعت حسنہ جو منافی کسی سنت کے نہ ہو اور اُس کی بجا آوری میں دینی مصلحتیں ہوں کہ وقت و زمانہ جن کا متقاضی ہے اور وہ امر مستحبات علمائے دین سے بھی ہو تو اُس کا پابند ہونا لازمی ہے یا خلاف کرنا ضروری ہے۔ منصف حق پسند مسئلے کو انہیں عبارات کے نقل کرنے سے سمجھ سکتا ہے مگر چوں کہ حالات و خیالات زمانہ توضیح کے متقاضی ہیں، اس لیے اب میں اثبات قیام کی طرف قلم کی باگ پھیرتا ہوں۔

## [حضور اکرم ﷺ کا مقام و مرتبہ اور آپ کی تعظیم کا وجوب:]

اولاً اتنی بات سمجھ لینا چاہیے کہ ہر مسئلہ اپنی جگہ پر ثابت ہوا کرتا ہے مثلاً علم کلام کا مسئلہ ہے تو کتب کلامیہ سے اس بارے میں کلام منتهی کو پہنچا دیا جائے گا اور فقہ کا مسئلہ ہے تو عبارات فقہیہ سے استناد ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس جس فن کا مسئلہ ہوگا اُسی فن کی کتابوں سے اُسی فن کے علما کے اقوال سے اُس کو تحقیق کیا جائے گا۔ دوسرے علما کے اقوال سے حجت پیش کرنی خلطِ بحث ہے، جو عقل اور دین سے دور ہے اور عقل مندوں، دین داروں کا کام نہیں۔

یہ بات کہ قیامِ وقت ذکرِ ولادت جائز ہے یا ناجائز، نہ توفیق سے متعلق ہے نہ علم کلام سے اس کو کچھ سروکار ہے، ہاں اہل اسلام کے یہاں تعظیم و توقیر عشق و محبت کا مسئلہ ہے۔ پس اس کا ثبوت علی وجہ الکمال کتب علم سیر و اقوال علما و صوفیہ و مشائخین سے ہوگا، اس بارے میں انہیں کی کتابوں سے استناد کیا جائے گا۔ حضور ﷺ کی ہر تعظیم و توقیر شرع کو مطلوب، اللہ تعالیٰ کو پسند و محبوب بہ نص کتاب و سنت و اجماع امت واجب و ایمان کی علامت ہے کیوں کہ ہمارے حضور ﷺ حرمتِ خدا سے اور اعظم شعائر اللہ ہیں۔ [اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔]

وَمَنْ يَعْظُم حُرْمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ (۶۳)

[ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرمتوں (یعنی محترم چیزوں) کی تعظیم کرے گا تو یہ

اس کے لیے اس کے رب کے نزدیک بہت بہتر ہے۔]

[ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔]

وَمَنْ يَعْظُمُ شَعَائِرَ اللَّهِ فَانْهَازَ مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (۶۴)

[ترجمہ: جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بے شک یہ دلوں کی

پرہیزگاری سے ہے۔]

وقد قال الله تعالى وتقدس في كتابه العزيز المتقدس [نیز اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں

ارشاد فرماتا ہے۔]

۶۳۔ الحج: ۳۰۔

۶۴۔ الحج: ۳۲۔

فالذین آمنوا به وعزّروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئک  
هم المفلحون (۶۵)

[ترجمہ: جو لوگ ان نبی امی ﷺ پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم بجالائے، ان کی  
مدد کی اور اس نور (قرآن کریم) کی پیروی کی جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے،  
وہی لوگ کامیاب ہیں۔]

وايضاً: [مزید فرماتا ہے]

لتؤمنوا باللّٰه ورسوله وتعزروه وتوقروه (۶۶)

[ترجمہ: تاکہ اے لوگو تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی  
تعظیم اور توقیر و عزت کرو۔]

وقد قرئ تعزروه من العز [یعنی یہاں ایک قرات کے مطابق تعزروه کو عز مصدر سے  
تعزروه بھی پڑھا گیا ہے۔]

وايضاً: [نیز فرماتا ہے۔]

يا ايها الذين آمنوا لا تقدموا بين يدي الله ورسوله (۶۷)

[ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔]

وايضاً: [ایک مقام پر آتا ہے۔]

يا ايها الذين آمنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا  
له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا  
تشعرون (۶۸)

[ترجمہ: اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اور اس طرح  
چلا کر بات نہ کرو جس طرح آپس میں چلا کر باتیں کرتے ہو، کہیں تمہارے

---

۶۵۔ الاعراف: ۱۵۷۔

۶۶۔ الفتح: ۹۔

۶۷۔ الحجرات: ۱۔

۶۸۔ الحجرات: ۲۔

اعمال ضائع اور برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔]

وایضاً: [نیز فرماتا ہے۔]

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرهم لایعقلون ولوانهم

صبروا حتی تخرج الیهم لکان خیرا لہم واللہ غفور رحیم (۶۹)

[ترجمہ: اے نبی بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان

میں اکثر ناشعہ ہیں۔ اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ باہر تشریف لاتے تو ان

کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے۔]

وایضاً: [مزید ایک مقام پر فرماتا ہے۔]

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (۷۰)

[ترجمہ: اے ایمان والو! رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ سمجھو

جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارنا سمجھتے ہو۔]

وایضاً: [نیز فرماتا ہے]

لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا (۷۱)

[ترجمہ: (اے ایمان والو! جب نبی کریم ﷺ کو بلاؤ تو) لفظ 'راعنا' نہ کہو بلکہ

یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر فرمائیں اور پہلے ہی سے غور سے سنو۔]

وایضاً: [نیز فرماتا ہے۔]

ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ

قلوبہم للتقوی (۷۲)

[ترجمہ: بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ادب سے اپنی آوازیں

پست اور نیچی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری

۶۹۔ الحجرات: ۵/۴۔

۷۰۔ النور: ۶۳۔

۷۱۔ البقرة: ۱۰۴۔

۷۲۔ الحجرات: ۳۔

کے لیے ازل سے پرکھ لیا ہے۔]

ان آیات کریمہ میں طرح طرح سے پروردگار عالم اپنے حبیب مکرّم ﷺ کی تعظیم و تکریم خلق پر واجب اور تعظیم کرنے والوں کی غایت مدح و ستائش، تارکین تعظیم پر اگرچہ وہ بہ سبب نادانگی ہی کیوں نہ ہو سخت نفرین و سرزنش کرتا ہے، اُن کے ادب کو بعینہ اپنا ادب، اُن کے حضور میں گستاخی کو بعینہ اپنی گستاخی قرار دیتا ہے، بلکہ وہ بڑی عظمت والا خدا اُس عزت والے نبی پر درود بھیجتا ہے:

ان الله وملكته يصلون على النبي (۷۳)

[ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے (ان) نبی ﷺ پر درود بھیجتے

رہتے ہیں۔]

تفسیر بیضاوی میں ہے:

ان الله وملكته يصلون ای یعتنون باظهار شرفه وتعظیم شانہ فاعتنوا انتم ایضاً فانکم اولی بذلك وقولوا اللهم صل علی محمد والسلام علیک یا ایہا النبی (۷۴)

یعنی اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے آپ کے اظہار شرف و شان والا کی تعظیم میں اہتمام کرتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اہتمام کرو جب کہ خود مالک حقیقی اور اُس کے مقربان بارگاہ اس کام کی طرف متوجہ ہیں تو تمہیں کہ اُس جناب کی امت ہو اس کا اہتمام زیادہ لائق و مناسب ہے، پس درود پڑھو اور سلام بھیجو۔

تفسیر الموعظہ میں بھی صلوٰۃ عبد کو ساتھ طلب تعظیم و تشریف کے تعبیر کیا ہے۔ ان کے علاوہ صد ہا اخبار و آثار حالات و معاملات صحابہ کبار و تابعین اخبار سے مروی و ماثور اور طرح طرح سے رعایت ادب و تعظیم و تکریم آقائے دو عالم قولاً و فعلاً سلف صالحین و ائمہ و علمائے راسخین و اجلہ مشائخ طریقت و اکابر علمائے شریعت سے کتب متداولہ دینیہ میں منقول و مسطور اور جیسی تعظیم و تکریم حضور کی اصحاب کرام پر حالت حیات میں فرض تھی، وہی تعظیم اب امت پر بعد آپ کی وفات کے فرض ہے، جیسا کہ اطلاق نصوص سے ظاہر ہوتا ہے۔

## [صحابہ، تابعین اور ائمہ و محدثین کا ادب رسول:]

وایضاً قد اخرج الامام البخاری فی صحیحہ عن السائب بن یزید انه قال [مزید یہ کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:]

كنت نائما في المسجد فركضني رجل فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فأتني بهذين بهما فقال من انتما ومن اين انتما قالوا من اهل الطائف فقال عمر لو كنتما من اهل المدينة لأوجعتكما ترفعان اصواتكما في مسجد رسول الله (ﷺ)

[ترجمہ: میں ایک رات مسجد میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص کا پیر مجھے لگا۔ جب میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب تھے، فرمایا کہ ”جاؤ اور ان دونوں کو پکڑ لاؤ۔“ لہذا میں ان کو لے آیا، آپ نے ان سے دریافت کیا کہ ”تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا کہ ”ہم طائف سے آئے ہیں“، آپ نے فرمایا کہ ”اگر تم مدینے سے تعلق رکھتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا، کیوں کہ تم مسجد نبوی میں آواز بلند کر رہے تھے۔“]

اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت عمر نے مسجد نبوی میں دو آدمیوں کو چلا کر بہ آواز بلند جب باتیں کرتے سنا، ملامت فرمائی۔ ارشاد کیا ”اگر تم اہل مدینہ سے ہوتے تو تم کو سزا دیتا۔ مسجد نبوی میں آواز بلند کرتے ہو۔“

شفا میں ہے:

امیر المومنین ابو جعفر عباسی نے مسجد اقدس میں آواز بلند کی، حضرت امام مالک نے ارشاد فرمایا ”اے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کر، اللہ تعالیٰ ایک قوم کو تادیب فرماتا ہے: لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی [ترجمہ: تم لوگ اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو] اور دوسرے گروہ کی مدح و ستائش کرتا ہے: ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ [ترجمہ: بے شک

۷۵۔ صحیح البخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت فی المسجد۔ حدیث نمبر ۴۷۔

وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے ادب سے اپنی آوازیں پست اور نیچی رکھتے ہیں [اور ایک جماعت کے ذم میں وارد ہوا: ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون] [ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر نا سمجھ ہیں] پس حرمت آپ کی حیات میں اور بعد از وفات یکساں ہے۔ (۷۶)

یعنی جس طور سے حضور والا میں چلا کر کلام کرنا، آواز پر آواز بلند کرنا ممنوع تھا، یوں ہی بہ اجماع اہل اسلام اب بعد وفات بھی روضہ مطہر پر آواز بلند کرنا خلاف ادب و حرام ہے۔  
[کتاب الشفا میں مزید فرمایا کہ]

حضرت امام مالک کے پاس جب شاگردوں، طالب علموں کی کثرت ہونے لگی تو بعض نے یہ تجویز پیش کی کہ کسی قابل شخص کو مقرر کر دیا جائے کہ وہ تقریر کو بلند آواز سے حاضرین کو سنا دیا کرے، تو آپ نے فرمایا: (قال اللہ تعالیٰ) یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم پروردگار مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ رسول اللہ کی حضور میں آواز بلند نہ کرو، چلا کر کلام نہ کرو اور جیسی حرمت رسول اللہ کی حالت حیات میں اصحاب کرام پر فرض تھی وہی حرمت اب بھی امت پر بعد آپ کی وفات کے فرض ہے۔ (۷۷)

دیکھو اس امام اجل نے ہمارے دعوے کی تصریح فرمادی اور نصوص کو جو دربارہ تعظیم نبوی وارد ہیں، اپنے اطلاق پر باقی رکھا اور قول امیر المؤمنین عمر کا جو بخاری سے منقول ہوا، اس مدعا میں صریح ہے۔ قاضی عیاض شفا شریف میں اس کی تخصیص کرتے ہیں:

حرمة النبی ﷺ بعد موته و توقیرہ و تعظیمہ لازم کما کان حال حیوۃ (۷۸)

۷۶۔ کتاب الشفا: ج ۲/ص ۸۸-۸۹۔

۷۷۔ کتاب الشفا: ج ۲/ص ۴۱۔

۷۸۔ کتاب الشفا: ج ۲/ص ۴۳۔



[ترجمہ: حضور ﷺ کی حرمت، آپ کا محترم ہونا اور آپ کی تعظیم و توقیر آپ کے پردہ فرمانے کے بعد اسی طرح لازم و ضروری ہے جیسا کہ آپ کی حیات ظاہری میں تھی۔]

مواہب لدنیہ میں ہے:

وینبغی ان یقف عند محاذاة اربع اذرع ویلازم الادب والخشوع  
والتواضع غاض البصر فی مقام الهيبة كما كان یفعل بین یدیه فی  
حیوۃ (۷۹)

[ترجمہ: (مسجد نبوی میں) آپ کے مواجہہ اقدس میں تقریباً چار گز کی دوری پر کھڑا ہو، ادب، خشوع اور تواضع ملحوظ رکھے، اس جلیل القدر مقام پر اپنی نگاہیں نیچی رکھے۔ جس طرح آپ کی ظاہری زندگی میں آپ کے حضور کیا جاتا تھا۔]

فصل الخطاب میں ہے:

حضور کی تعظیم و توقیر جس طرح آپ کی حیات میں واجب تھی اسی طرح بعد وفات کے بھی واجب ہے۔

زیارت کے وقت وقوف و قیام دست بستہ بہ تصریح علمائے حنفیہ سے ثابت ہے، جیسا کہ کتب ائمہ میں تصریحاً مذکور ہے۔ جس کو اس مدعا میں تفصیل و تصریح زاید درکار ہو وہ اُن کے رسائل کا مطالعہ کرے۔

مواہب میں ہے:

ویستحضر علمہ بوقوفہ بین یدیه وسماعہ بسلامہ کما هو الحال فی  
حال حیاته اذ لافرق بین حیوۃ و موتہ فی مشاہدۃ لامتہ و معرفتہ  
بأحوالہم و نیاتہم و عزائمہم و خواطرہم و ذلک عندہ جلی لاخفاء  
بہ۔ (۸۰)

۷۹۔ المواہب اللدنیۃ: ج ۴/ص ۵۸۰۔

۸۰۔ المواہب اللدنیۃ: ج ۴/ص ۵۸۰۔

[ترجمہ: (روضہ رسول کی زیارت کرنے والا) اپنے دل میں اس بات کو متحضر رکھے کہ آپ ﷺ کو اس کے کھڑے ہونے کا علم ہے، وہ اس کے سلام کو سماعت فرما رہے ہیں، جیسا کہ اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ کی حالت تھی کیوں کہ امت کے مشاہدے اور اس کے احوال و نیت نیز عزائم و ارادوں کو پہچاننے میں آپ ﷺ کی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ تمام امور آپ پر مکمل واضح ہیں۔]

بہ تصریح محققین ثابت کہ جس طور سے بعد وفات کے آپ کی تعظیم و توقیر ہے یوں ہی اب آپ کے نام نامی و ذکر گرامی کی تعظیم و توقیر ہے، چنانچہ سلف صالحین ہمیشہ بعد وفات کے تعظیم ذکر رسول اللہ ﷺ بہ اہتمام تمام مثل حیات بجالاتے رہے۔ حضرت ابو ابراہیم نجی فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور کا ذکر سنے، خشوع و خضوع کے ساتھ ہیبت و اجلال سانس روک کر دم بہ خود ہو جائے، جیسا کہ حالت حیات اصحاب کرام کا دستور تھا اور جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ہمیں ادب و آداب تعلیم فرمایا ہے۔ ابو الفضل قاضی عیاض شفا شریف میں اس قول کو نقل کر کر لکھتے ہیں:

هذه كانت سيرة سلفنا الصالح واثمتنا الماضين رضى الله عنهم (۸۱)

[ترجمہ: یہ ہے ہمارے سلف صالح اور گزشتہ ائمہ کی سیرت و طریقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم]

ہمارے اسلاف و ائمہ کی بھی عادت تھی، بجا آوری تعظیم ذکر رسول اللہ میں اہتمام کیا کرتے۔ فصل الخطاب میں ہے:

جب حضور کا ذکر کریں یا حدیث پڑھیں یا آپ کا اسم شریف سنیں، آپ کی تعظیم خشوع و خضوع و ہیبت و فروتنی سے بجالائیں، نام پاک سننے کے وقت بعض علما نے ہر مرتبہ درود پڑھنا اور بعض نے ایک مجلس میں تین بار درود پڑھنا اور اکثر علما نے ہر بار مستحب فرمایا ہے۔

قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں:

عبدالرحمن بن قاسم کا ذکر شریف کے وقت ہیبت و عظمت نبوی سے یہ حال ہو جاتا گویا بدن کا خون نچوڑ لیا ہے اور زبان منہ میں خشک ہو جاتی۔ عامر بن عبداللہ بن زبیر اس قدر روتے کہ آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہتے۔ زہری ایسے ہو جاتے کہ گویا تو انہیں نہیں جانتا اور وہ تجھے نہیں پہچانتے۔ عبدالرحمن بن مہدی بیان حدیث کے وقت حاضرین کو سکوت کا حکم فرماتے اور مضمون آیت کریمہ لا ترفعوا اصواتکم آپ کی آواز پر آواز بلند کرتے اور ذکر شریف کے وقت آواز بلند کرتے دونوں کو عام و شامل رکھتے۔ امام مالک جب ذکر شریف سنتے رنگ بدل جاتا، غایت خشوع و خضوع سے جھک جاتے، اُن کے مصاحبوں پر حال شاق گزرتا تو فرماتے ”جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہرگز رد و انکار سے پیش نہ آتے۔“ بے وضو کبھی حدیث بیان نہ کرتے بلکہ اکثر اوقات بیان حدیث کے لیے غسل فرماتے، لباس فاخرہ پہنتے، عمامہ باندھتے، عطر لگاتے، عود سلگاتے، نہایت ادب کے ساتھ خشوع و خضوع کرتے۔ ایک روز اثنائے بیان میں عبا میں بچھو گھس گیا، سولہ بار ڈنک مارا، مگر حدیث قطع نہ کی اُسی طور سے بیان کرتے رہے، فرمایا انما صبرت اجلاً لحدیث رسول اللہ ﷺ میں نے تعظیم حدیث شریف کے لیے صبر کیا۔ ابن مسیب لیٹے تھے کسی نے حدیث پوچھی آپ بیان کے لیے اُٹھ بیٹھے، لیٹے لیٹے حدیث بیان کرنا پسند نہ کیا۔ ابن المہدی نے حضرت امام مالک سے راستہ چلتے حدیث پوچھی آپ نے جھڑک دیا (۸۲)۔

جناب باری عز اسمہ نے تعظیم و توقیر اپنے نبی کی بلا کسی تعین و تخصیص اور ہیبت و وضع و وقت کے فرض فرمائی اور کسی خاص صورت و طریق و طرز میں منحصر نہ ٹھہرائی تو جس طرز و طریق و ہیبت و وضع کے ساتھ جس وقت و جس حال میں جس قول و فعل کے ساتھ تعظیم رسول اللہ ﷺ بجالائی جائے گی اُسی مطلق تعظیم مامور بہ کے افراد سے ہوگی۔ لہذا حضور والا میں اصحاب کرام جس طور

۸۲۔ کتاب الشفا: ج ۲/۲ از ص ۴۲/۴۶۲۔

سے چاہتے تو لاؤ فعلاً تعظیم آپ کی بجالاتے اور خود حضور ﷺ اُس طریق تعظیم کو منع نہ فرماتے، بلکہ پسند کرتے۔ صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث ایسے وقایع و احوال سے مالا مال ہیں۔

بعد اصحاب کرام کے تابعین و تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین کا بھی یہی حال تھا کہ اُن کے زمانوں میں جس نے جو طریق تعظیم جس نوع پر زائد اہم دیکھا، وہی عمل میں لایا، کبھی کسی نے یہ نہ کہا کہ تجھ سے پہلے یہ تعظیم کون بجالایا؟ یہ طریقہ تعظیم کس آیت و حدیث سے ثابت ہے؟ قرونِ ثلثہ میں یہ رواج نہ تھا، بدعتِ سیئہ ہے، اصحاب کرام و اہل بیت عظام ادائے حق محبت و بجا آوری طریق تعظیم میں تمام عالم سے زائد اہتمام فرمانے والے تھے، اگر یہ صورت جائز ہوتی تو وہ کیوں نہ بجالاتے؟ یہ امر فرق اسلام میں مانا ہوا ہے کہ حضور کے لیے ہر تعظیم و توقیر جس کا شرع سے جواز ثابت ہوتا ہو، اُس کی ممانعت میں نص وارد نہ ہو جائز ہے، ہر وقت و ہر قرن میں جو جس طور پر تعظیم رسول اللہ ﷺ بجاتا تمام علمائے محققین اُس طریقہ تعظیم کو پسند فرماتے، خود عمل کرتے، فاعل کو مثاب بتاتے۔ کتبِ دینیہ میں صد ہا روایات و عبارات مثبت و مؤید اس مدعا کی مذکور و مسطور ہیں جو اہل علم پر مخفی و مستور نہیں۔ اسی بنا پر علمائے محققین متاخرین نے نص فرمادی ہے کہ جو فعل تعظیم و اجلال حضور ﷺ میں زیادہ دخل رکھے وہی بہتر و اولیٰ ہے۔ کما فی العلم کبریٰ معزیٰ الیٰ فتح القدیر [جیسا کہ فتح القدیر کے حوالے سے عالمگیری میں ہے۔]

شیخ امام رحمۃ اللہ سندھی بھی ”نسک متوسط“ میں ایسا ہی لکھتے ہیں:

وکل ما کان ادخل فی الادب والاحلال کان حسناً۔

[ترجمہ: ہر وہ چیز جو ادب و تعظیم میں داخل ہو وہ بہتر ہے۔]

اور علامہ امام ابن حجر ”جوہر منظم“ میں لکھتے ہیں:

تعظیم النبی ﷺ بجميع انواع التعظیم التي ليس فيها مشاركة الله

تعالیٰ فی الألوهیة امر مستحسن عند من نور الله ابصارهم (۸۳)

۸۳۔ الجوہر المنظم کے پیش نظر نسخے میں رقم یہ عبارت تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوا، البتہ اسی معنی کی یہ عبارت اس میں موجود ہے: من بالغ فی تعظیمہ ﷺ بانواع التعظیم ولم يبلغ به ما يختص بالباري سبحانه وتعالى فقد اصاب الحق وحافظ على جانب الربوبية والرسالة جميعاً وذلك الذي لا افراط فيه ولا تفريط۔ ترجمہ: جس نے حضور ﷺ کی تعظیم میں مبالغہ کیا تمام انواع تعظیم کے ذریعے اور وہ اس حد تک نہ پہنچا جو اللہ سبحانہ کے ساتھ خاص ہیں تو اس نے حق پالیا اور ربوبیت و رسالت دونوں پہلوؤں کی حفاظت کی، یہ وہ طریقہ ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفريط۔ الجوہر المنظم: ص ۲۷۔

[ترجمہ: حضور ﷺ کی تعظیم ان تمام طریقوں سے کہ جس میں اللہ کی شان الوہیت میں شرکت نہ ہو رہی ہو ایک مستحسن چیز ہے ہر اس شخص کے نزدیک جس کو اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا فرمائی ہو۔]

کس تصریح کے ساتھ یہ علمائے اجل بہ طور قاعدہ کلی کے فرماتے ہیں کہ ہر وہ تعظیم رسول اللہ ﷺ کے لیے جائز ہے کہ جس میں پروردگار کے ساتھ مشارکت نہ ہوتی ہو۔ ہاں اس زمانے میں کہ ہر چہار طرف فتنوں کی گرم بازاری ہے، ہر شخص حلیہ علم و عمل سے عاری ہے، مرض جہالت کی ترقی ہے، مدعیان خام کار کو دعویٰ انانیت و مستی ہے، جدھر دیکھو طوفان بے تمیزی، ہر ایک کو ادعائے تحقیقات دینی:

نہ شرمِ نبی ہے نہ خوفِ خدا ہے غمِ نفس ہے، اتباعِ ہوا ہے  
طریق تعظیم حضور ﷺ کو عیاذُ باللہ بدعت ضلالت کہنا اور اُس کو خلافِ قیاس سمجھ کر مواردِ شرع پر منحصر کرنا طرح طرح کے خیالات فاسدہ و اوہام باطلہ کو اُس کے ترک کا حیلہ بنانا، خلقِ خدا کو تعظیم رسول اللہ ﷺ سے روکنے کا اُن کا وسیلہ ٹھہرانا نہایت آسان ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ:  
فرشتے اپنے بازو طالبِ علم کے لیے بچھاتے ہیں۔ (۸۴)

افسوس ہے اُن مدعیانِ اسلام پر جو تعظیم رسول اللہ ﷺ بجالانے میں حیلے بہانے بتاتے ہیں۔ درمختار میں تعظیماً روٹی کا چومنا وجودِ دے کہ نہ قرآن و حدیث میں اس کی تصریح، نہ قرونِ ثلاثہ سے اس کا وجود ثابت، نہ حوالہ بعض مستحسن ٹھہرایا۔ پھر منکرین کو رزاقِ مطلق کے رسولِ برحق کی تعظیم میں اس درجے انکار کا موقع کہاں سے ہاتھ آیا؟  
تعظیم کے لیے قیام کرنا احادیث سے ثابت ہے، اصحابِ کرام حضور ﷺ کی تعظیم کے لیے قیام کرتے۔ علامہ خفاجی شرح شفا میں لکھتے ہیں:

كان النبي ﷺ اذا جاء قام له الصحابة۔

[ترجمہ: حضور ﷺ جب تشریف لاتے تو صحابہ آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے

ہو جاتے۔]

۸۴۔ سنن ابی داؤد: کتاب العلم، باب فی فضل العلم۔ حدیث نمبر ۳۶۴۱۔

## [مخالفین قیام تعظیمی کی پہلی دلیل:]

کسی آیت یا کسی حدیث میں اس طریقہ تعظیم کی نہی وارد نہیں ہوئی۔ حدیث انس میں جو قیام سے کراہت ہے (۸۵) وہ مطلق نہیں جو مفید نہی ہو، اُس میں خود قید موجود ہے۔ اولاً حدیث میں نفی مطلقاً قیام کی یا قیام وقت دخول خادم کی مصرح و منصوص نہیں۔ ثانیاً جملہ مذکورہ مہملہ ہے جو قوت جزئیہ میں ہے۔ چنانچہ امام حجۃ الاسلام [غزالی] فرماتے ہیں:

بعض اوقات اصحاب کرام قیام نہ کرتے، جیسا کہ حدیث انس میں مذکور ہے۔ حضور نے جو کراہت ظاہر فرمائی وہ بہ وجہ عام نہ تھی بلکہ جہت اتحاد سے تھی۔ (۸۶)

لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

ما جاء في حديث انس من كراهته ﷺ قيام الصحابة له فانما هي من جهة الاتحاد الموجب لرفع التكلف والحشمة لا للنهي -

[ترجمہ: جو حضرت انس کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے لیے قیام صحابہ کو ناپسند فرمایا وہ محض اتحاد کی بنا پر تھا، جو تکلف و حشمت کو دور کرنے کا موجب ہے، نہ کہ (یہ ناپسندیدگی) نہی کے لیے تھی۔]

یہ کراہت موجب نہی نہیں ہو سکتی، بلکہ مراد نفی التزام ہے جو موجب تکلف ہے اور حق بھی یہی ہے کہ اصحاب کرام تعظیم رسول اللہ ﷺ کے لیے قیام کرتے مگر یہ اُن کی عادتِ مستمرہ نہ تھی۔ شیخ [عبدالحق محدث دہلوی] ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

والحق ان القيام عند الدخول كان واقعا في زمنه والكرهية انما كانت للتكلف ولم يكن معتادا -

[ترجمہ: سچ یہ ہے کہ دخول کے وقت قیام (یعنی حضور ﷺ کے تشریف لانے)

۸۵۔ حضرت انس کی جس حدیث کی جانب مصنف نے اشارہ کیا ہے اس کو امام ترمذی نے جامع ترمذی میں روایت کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا پھر بھی جب صحابہ کرام آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ حضور ﷺ اسے پسند نہیں کرتے۔ جامع ترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء في كراهية قيام الرجل للرجل۔ حدیث نمبر ۲۷۵۴۔

۸۶۔ احیاء علوم الدین: ج ۲/ص ۲۲۴۔

کے وقت صحابہ کا قیام کرنا) یہ آپ ﷺ کے زمانے میں بھی ہوا کرتا تھا اور حضور کا ناپسند کرنا محض تکلف کی بنا پر تھا، لیکن یہ روزانہ کی عادت نہیں تھی۔]

قاضی عیاض بھی شفا میں اس مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہیں (۸۷) اور یہ بھی تحقیق فرمایا ہے کہ اصحاب پر کمال شفقت و محبت کی وجہ سے تواضعاً قیام کو ناپسند فرمایا۔ علامہ طبری فرماتے ہیں:

یہ کراہت بہ سبب کمال محبت و رسوخ مودت اور صفائی باطن اور تالیف قلوب کی تھی کہ دلیل اتحاد و یگانگت کی ہے، جیسے حدیث قبیل انت سید قریش کے جواب میں آپ نے فرمایا السید هو اللہ اس کہنے سے آپ سے مطلقاً سیادت کی نفی نہ ہوگی، خود ارشاد فرماتے ہیں انا سید ولد آدم ولا فخر تواضعاً اپنے لیے ایسے لفظ کو استعمال کرنا پسند نہ فرمایا حالانکہ سرداری دنیا و آخرت کی آپ ﷺ کو ہی مسلم ہے۔

مجمع البحار میں زیر حدیث مذکور ہے:

كانه كره ان يحمد في وجهه واحب التواضع۔

[گویا کہ آپ ﷺ نے یہ ناپسند کیا کہ آپ کے سامنے آپ کی تعریف کی جائے اور آپ ﷺ نے تواضع کو پسند فرمایا۔]

اگر تواضعاً بہ وجہ اتحاد و محبت کسی وقت اصحاب کرام سے قیام پر اظہار کراہت فرمایا تو اس سے ممنوعیت قیام تعظیمی کی ثابت نہیں ہوئی کیوں کہ خود حضور ﷺ نے قیام فرمایا اور دوسروں کو حکم قیام دیا۔

[مخالفین قیام تعظیمی کی دوسری دلیل:]

دوسری حدیث مانعین وہ پیش کرتے ہیں جو مشکوٰۃ میں بہ سند ابوداؤد و ابوامامہ سے مروی ہے کہ ”نہ کھڑے ہو جیسے کہ کھڑے ہوتے ہیں اعاجم“ (۸۸)

۸۷۔ کتاب الشفا: ج ۱/ ص ۱۳۱۔

۸۸۔ امام ابوداؤد اپنی سنن میں حضرت ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ عسا کا سہارا لیتے ہوئے ہمارے درمیان تشریف لائے، تو ہم ان کے لیے کھڑے ہو گئے، آپ نے فرمایا لا تقوموا کما يقوم الاعاجم يعظم بعضها بعضا۔ [ترجمہ: ایسے نہ کھڑے ہو جیسے غمی لوگ کھڑے ہوتے ہیں ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك۔ حدیث نمبر ۵۲۳۰۔

اس میں تشبیہ اصل اُٹھنے میں ہے یا اوپر کیفیت مخصوصہ کے کھڑے ہونے میں ہے کہ واسطے تعظیم کے پیر پر کھڑے رہتے تھے۔ اس سے بھی اصل قیام ممنوع نہ ہوا بلکہ وہ قیام منع ہوا جو بہ طریق غرور و تکبر کے ہو۔

قیام منہی عنہ وہ ہے کہ آقا شان تکبر سے بیٹھا رہے اور خدمت گار کمر بستہ کھڑا رہے، ورنہ قیام تعظیم داخل اور احترام خادم کا جمہور علمائے اعلام نے بعد تحقیق و تطبیق احادیث جائز بلکہ مستحب و مستحسن رکھا ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں بہ ذیل حدیث قوموا الی سید کم (۸۹) فرماتے ہیں:

فیہ اکرام اهل الفضل و تلقیہم بالقیام اذا اقبلوا هکذا احتج به جماہیر العلماء لاستحباب القیام قال القاضی لیس هذا من القیام المنہی عنہ انما ذلک فیمن یقومون علیہ وهو جالس ویمثلون قیاماً طویلاً جلوسہ قلت القیام للقدام من اهل الفضل مستحب وقد جاء فیہ الاحادیث ولم یصح فی النہی عنہ شیء صریح وقد جمعت کل ذلک مع کلام العلماء علیہ فی جزء واجبت فیہ عما توہم النہی (۹۰)

[ترجمہ: اس حدیث میں اصحاب فضل کی تعظیم اور جب وہ آئیں تو ان کے لیے قیام کرنے کا ثبوت ہے۔ اسی طرح جمہور علمائے کرام نے اس حدیث کی روشنی میں قیام کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ قاضی نے فرمایا ”یہ وہ قیام نہیں

۸۹۔ مصنف نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اس کو امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر اترے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا، وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے جب نزدیک پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ، وہ آئے اور بیٹھ گئے حضور ﷺ نے فرمایا یہ لوگ تمہارے فیصلے پر اترے ہیں، حضرت سعد نے عرض کیا کہ میں فیصلہ کرتا ہوں لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور لڑکے اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ان کے بارے میں بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

دیکھیے: (الف) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب اذا نزل العدو علی حکم رجل۔ حدیث نمبر ۳۰۴۳۔

(ب) صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب جواز قتال من نقض العهد الخ حدیث نمبر ۴۵۹۶۔

۹۰۔ شرح صحیح مسلم: ج ۲/ص ۹۵۔



جس سے منع کیا گیا ہے، قیام منہی عنہ وہ ہے کہ وہ شخص بیٹھا ہو اور لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں اور جب تک وہ بیٹھا رہے یہ اس کے لیے کھڑے رہیں۔  
 میں (امام نووی) کہتا ہوں کہ اہل فضل میں سے کوئی آئے تو اس کے لیے کھڑا ہونا مستحب ہے اور یہ بہت سی احادیث میں وارد ہے۔ اس قیام سے ممانعت میں کوئی صحیح و صریح روایت مروی نہیں، میں نے وہ تمام احادیث علما کے کلام کے ساتھ ایک جز میں جمع کی ہیں اور ان تمام روایات کا جواب دیا ہے جن سے اس قیام کی ممانعت کا وہم ہوتا ہے۔]

اور اگر اس نہی کو مطلق رکھیں تب بھی یہ منسوخ ہے فعل قیام نبی کریم ﷺ اور اصحاب نبی رؤف و رحیم ﷺ سے جیسا کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:  
 جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو میں موافق اپنی عادت کے جیسے کہ تھی حضور کی تشریف آوری کے وقت کھڑی ہو جاتی تو آپ ارشاد فرماتے اسکنی مکانک ام المومنین (اے ام المومنین صدیقہ کبریٰ اپنی جگہ پر بیٹھی رہو۔)

صحیح ترمذی میں ہے، حضرت [خاتون جنت] سیدہ [فاطمہ] فرماتی ہیں:

جب میں حضور میں حاضر ہوتی تو آپ قیام محبت فرماتے اور پیار کرتے، اپنی جگہ پر بٹھلاتے اور جب حضور میرے یہاں تشریف لاتے تو میں کھڑی ہو جاتی اور قیام تعظیم بجالاتی اور اپنی جگہ پر بٹھلاتی۔ (۹۱)

جس کو توضیح و تفصیل دیکھنا ہو تصحیح المسائل (۹۲) وغیرہ رسائل علم کلام مطالعہ کرے۔

الفاظ حدیث اذا دخلت علیہ اور اذا دخل علیہا دوام فعل پر دلالت کرتے ہیں یعنی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضور سیدہ کا ہمیشہ یہ دستور تھا کہ تعظیم حضور قیام سے بجالاتیں۔ تو یقینی کہ یہ فعل بعد

۹۱۔ جامع الترمذی: کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل فاطمة بنت محمد ﷺ رضی اللہ عنہا۔ حدیث نمبر ۳۸۷۲۔  
 ۹۲۔ تصحیح المسائل حضور سیف اللہ المسلمول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی کی تحقیقی اور معرکہ آرا تصنیف ہے، جس میں آپ نے نہایت شرح و بسط سے اکثر اختلافی مسائل پر داد تحقیق دی ہے۔ یہ کتاب شاہ محمد اسحاق دہلوی (نواسہ و تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) سے منسوب کتاب ”مأۃ مسائل“ کے رد میں ۱۲۶۶ھ میں تالیف کی گئی تھی۔ کتاب فارسی زبان میں ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

نہی کے ہوگا اور اگر منسوخ بھی نہ کہیں تو حدیث ام المومنین ثبت قیام ہے اور یہ حدیث منفی قیام اور موافق قواعد اصول کے مثبت منفی سے مقدم ہے۔ اسی وجہ سے کل محدثین و فقہا قائل ہیں کہ قیام تعظیمی اہل فضل کے لیے درست ہے۔ علامہ خفاجی شرح شفا میں فرماتے ہیں:

كان يكرم من يدخل عليه بالقيام۔

ترجمہ: جو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا آپ اُس کے اکرام کے لیے قیام فرماتے۔

قاضی عیاض شفا میں نقل کرتے ہیں:

عن عمرو بن السائب ان رسول الله كان جالسا يوماً فاقبل ابوہ من الرضاعة فوضع له بعض ثوبه فقعده عليه ثم اقبلت امه فوضع لها شق ثوبه من جانبه الاخر فجلست عليه ثم اقبل اخوه من الرضاعة فقام رسول الله ﷺ فاجلسه بين يديه (۹۳)

[ترجمہ: عمرو بن سائب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کونین ﷺ تشریف فرما تھے آپ کے رضاعی والد آگئے، آپ نے ان کے لیے کپڑا بچھا دیا جس پر وہ بیٹھ گئے، اس کے بعد رضاعی والدہ آگئیں تو ان کے لیے کپڑے کا دوسرا حصہ بچھا دیا جس پر وہ بیٹھ گئیں، اس کے بعد آپ کا رضاعی بھائی آگیا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔]

علامہ خفاجی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

فيه دليل على انه يجوز القيام تعظيماً لمن يستحق التعظيم (۹۴)

[ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کے لیے قیام تعظیمی

۹۳۔ کتاب الشفا: ج ۱/ص ۱۲۸-۱۲۹۔

حضور اکرم ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ ہیں، حضرت حلیمہ کے شوہر اور حضور ﷺ کے رضاعی والد کا نام حارث بن عبد العزیٰ ہے، اور آپ کے رضاعی بھائی کا نام عبد اللہ بن الحارث ہے۔

۹۴۔ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض: ج ۲/ص ۳۵۵۔

جائز ہے جو تعظیم کا مستحق ہو۔]

تفسیر عزیزی میں سورہ واللیل میں مرقوم ہے:

حضرت ابوبکر تشریف لائے، حضور نے قیام فرمایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ (۹۵)

شفائیں ہے:

حضرت کالس بن ربیعہ جب حضرت معاویہ کی ملاقات کو تشریف لائے تو

حضرت معاویہ نے دروازے سے دیکھتے ہی قیام فرمایا کیوں کہ وہ رسول

اللہ ﷺ سے مشابہ تھے۔ (۹۶)

حضرت سفیان سے بھی جو راوی اس حدیث کے ہیں، اکرام کرام کے لیے قیام ثابت ہے۔

حضرت سفیان ثوری کے بھائی نے انتقال کیا، بہ رسم تعزیت حضرت امام ابوحنیفہ تشریف لائے،

حضرت سفیان ثوری نے قیام تعظیم کیا، اُن کے اصحاب نے تعجباً دریافت کیا، فرمایا کہ یہ بہ وجہ اپنے

علم کے بلند مرتبے پر ہیں، اگر تعظیم علم نہ کرتا تو بزرگ سن ہیں، اگر اس پر بھی اُن کی تعظیم واجلال

بجائے لاتا تو وہ فقیہ ہیں، اگر اس پر بھی نہ اُٹھتا تو وہ اعلیٰ درجے کے متورع ہیں۔

حاشیہ صحیح بخاری (مطبوع مطبع مولوی احمد علی) میں ہے:

اس حدیث سے استحباب قیام کاسادات کے لیے ثابت ہوتا ہے، ایسا ہی کرمانی

میں لکھا ہے، مجمع میں ہے اس حدیث سے جمہور نے اکرام اہل فضل ساتھ قیام

کے ثابت کیا ہے۔ (۹۷)

امام حجة الاسلام [غزالی] فرماتے ہیں:

كان الصحابة لا يقومون لرسول الله ﷺ في بعض الاحوال كما

۹۵۔ تفسیر عزیزی کی اصل عبارت یہ ہے: حضرت ابوبکر تشریف آورند پس آنحضرت ﷺ بر خاستند و بر پیشانی ایشان

بوسہ دادند۔ تفسیر فتح العزیز: پارہ ۴ عم، سورہ واللیل، ص ۲۱۳-۲۱۴۔

۹۶۔ کتاب الشفا: ج ۲/ص ۵۱۔

۹۷۔ اصل عبارت مندرجہ ذیل ہے: وفيه استحباب القيام للسادات كذا في الكرماني، قال في المجمع

واحتج به الجماهير لاکرام اهل الفضل بالقيام۔ حاشیہ صحیح بخاری مولانا احمد علی سہارنپوری۔ کتاب مناقب الانصار،

باب مناقب سعد بن معاذ۔ ج ۱/ص ۵۳۷۔

رواہ انس ولكن اذا لم يثبت فيه النهی فلا نرى به باساً فی البلاد التي جرت به العادة فيها باكرام الداخل بالقيام (۹۸)

[ترجمہ: بعض اوقات صحابہ کرام حضور کی تشریف آوری کے وقت قیام نہیں فرماتے تھے جیسا کہ حضرت انس سے مروی ہے۔ لیکن جب اس سلسلے میں نبی ثابت نہیں ہے تو ہم ان جگہوں میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے جہاں آنے والے کی تعظیم کھڑے ہو کر کرنا عرف عام میں رواج پا گیا ہوں۔]

امام نووی تصریح فرماتے ہیں:

یہ قیام جو سادات و اہل فضل کے لیے کیا جاتا ہے، مستحب ہے منہی عنہ نہیں، جیسا کہ وہم کیا جاتا ہے۔ (۹۹)

مطالب المؤمنین میں ہے:

قیام جالس للقادم تعظیماً

[کسی بیٹھے ہوئے کا آنے والے کے لیے تعظیماً کھڑا ہونا] مکروہ نہیں۔

مکروہ اُس صورت میں ہے کہ جس کے لیے قیام کیا گیا ہے وہ اُس کو پسند کرے اور لوگوں سے اپنے لیے قیام طلب کرے۔ اگر ایسا نہیں ہے اور لوگ اُس کے لیے کھڑے ہو جائیں تو مکروہ نہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

یہ نبی اُس کے لیے ہے کہ قیام کو طلب کرے اگر طلب نہ کرے اور توقع قیام کی نہ رکھے، مرضاۃ اللہ تعالیٰ کوئی شخص کھڑا ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ البالغہ میں نبی قیام کی بحث لکھ کر فرماتے ہیں:

اما اذا كان اهتزازا او اكراماً او تطيباً لقلبه فلا باس به (۱۰۰)

[ترجمہ: جو کھڑا ہونا مومن کی خوشنودی کے لیے اور اس کے اکرام اور اس کا دل خوش کرنے کے لیے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔]

۹۸۔ احیاء علوم الدین: ج ۲/ص ۲۵۶۔

۹۹۔ شرح صحیح مسلم: ج ۲/ص ۹۵۔

۱۰۰۔ حجۃ اللہ البالغہ: فصل آداب الصحبة، ص ۳۸۰۔ ہمارے پیش نظر نسخے میں عبارت یوں ہے: واما اذا كان تبشيشا له واهتزازا اليه واکراما و تطيبا لقلبه من غير ان يتمثل بين يديه فلا بأس۔

علامہ خفاجی بعد ذکر اختلاف قاضی زکریا کا قول ”شرح الروض“ سے نقل فرماتے ہیں:

انه مستحب لاهل العلم والصلاح والحكام العدول بل قد يجب اذا  
خشى من تركه ضرراً ويستحب لمن قدم من سفر ولذوى الارحام  
تكريماً وبراً لهم ويدل على ذلك قوله ﷺ للانصار لما قدم عليهم  
سعد رضى الله عنه قوموا لسيدكم والمنهى عنه انما هو ما كان على  
سبيل الرياء والتكبر (۱۰۱)

[ترجمہ: قیام مستحب ہے اہل علم و تقویٰ اور عادل حکام کے لیے بلکہ کبھی واجب  
ہے جب کہ اس کے ترک سے کسی نقصان کا اندیشہ ہو اور مستحب ہے قیام تعظیمی  
اس شخص کے لیے جو سفر سے آئے اور رشتہ داروں کے لیے، ان کی تعظیم اور اس  
سے نیکی کی خاطر۔ اس پر دلیل ہے حضور ﷺ کا وہ قول جو آپ نے انصاری  
صحابہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے آنے پر فرمایا تھا کہ ”تم اپنے سردار کے  
لیے کھڑے ہو جاؤ“ اور وہ قیام جس سے کہ منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ قیام  
ہے جو ریاء اور تکبر کے طور پر ہو۔]

امام نووی رسالہ قیام میں حدیث من سرہ (۱۰۲) کی شرح میں لکھتے ہیں:

ليس فيه تعرض للقيام بمنهي ولا غيره وهذا متفق عليه فالمنهي عنه  
هو محبة القيام فاذا كان معنى الحديث ما ذكرناه فمدار التحريم على  
المحبة فلا يصح الاحتجاج به۔

[ترجمہ: اس حدیث میں قیام منہی عنہ اور قیام مامور بہ سے تعرض نہیں کیا گیا ہے

۱۰۱۔ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض: ج ۲/ص ۳۶۲۔

۱۰۲۔ مکمل حدیث درج ذیل ہے جس کو امام ترمذی نے جامع میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں روایت کیا ہے۔ امام  
ترمذی حضرت صفوان سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ من سرہ ان یتمثل  
له الرجال قیاماً فلیتنبوا مقعدہ من النار [ترجمہ: جس نے یہ پسند کیا کہ لوگ اس کے لیے کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم  
میں بنا لے] جامع ترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل۔ حدیث نمبر ۲۷۵۵۔ مسند  
احمد بن حنبل: ج ۴/ص ۱۰۰۔

اور یہ متفق علیہ معنی ہیں۔ حدیث میں اس چیز سے منع کیا گیا ہے کہ آدمی اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے قیام کریں۔ جب کہ حدیث کے معنی وہ ہوں جو ہم نے بیان کیے تو قیام کی حرمت کا مدار اس کو پسند کرنے پر ہے۔ چنانچہ اس حدیث سے (قیام تعظیمی کی حرمت پر) استدلال کرنا صحیح نہیں ہے]

### [مستحق تعظیم کے لیے قیام تعظیمی کا جواز:]

غرض کہ جن احادیث سے کراہت قیام مستفاد ہوتی ہے اُن کی تطبیق دوسری حدیثوں کے ساتھ کہ جن سے سادات کے لیے قیام اکرام و تعظیم ثابت ہوتا ہے، محدثین عظام و علمائے فہام نے فرما کر مذہب اہل سنت کو متفق فرما دیا ہے اور استحباب قیام کو اس طور سے ثابت کیا ہے کہ اب گنجائش قیل و قال نہیں رہی۔

احیاء العلوم کی جلد دوم میں ہے:

سلطان ظالم جب تیرے پاس آئے تو اگر خلوت میں ہو تو کھڑا نہ ہو، اس لیے کہ علم و دین کے سبب سے آدمی مستحق اکرام کا ہوتا ہے اور ظلم سے مستحق ابعاد کا ہوتا ہے اور اگر مجمع میں ہو تو مراعات اُس کی حشمت کی کرنا چاہیے۔ اس نیت سے کھڑا ہونا درست ہے۔ (۱۰۳)

اور ایسے ہی تقبیل ید اور انحناء [تعظیم کے لیے جھکنا] بھی عالم کے واسطے لکھا ہے، [احیاء العلوم میں مزید فرماتے ہیں کہ]

حضرت علی ملک شام میں جب حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو ملے تو آپ نے دست شریف کو بوسہ دیا۔ (۱۰۴)

عالمگیری جلد خامس علاء الامۃ الحضامی سے ہے:

ہمارے مشائخ فرماتے ہیں باپ ماں پر احترام میں ترجیح رکھتا ہے اور ماں خدمت کی زائد مستحق ہے، اگر دونوں آئیں تو اولاد کو چاہیے کہ باپ کے لیے

۱۰۳۔ احیاء علوم الدین: ج ۲/ص ۸۸۔

۱۰۴۔ مرجع سابق، ص ۸۷۔

قیام احترام بجالائے۔ (۱۰۵)

اُسی کے باب ۲۸ میں ہے:

سجدہ غیر کو حرام ہے، لیکن قیام، تقبیل ید اور انحناسے تعظیم و احترام دوسروں کا بجا لایا جاسکتا ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ غرائب میں مرقوم ہے۔ (۱۰۶)

عالمگیری جلد خامس [میں ہے]:

قاری قرآن کے پاس اگر اجلہ اشرف سے یا استاذ باپ وغیرہ آئیں تو اُن کا احترام کرے یعنی قیام تعظیمی کرے اور کوئی اور ہو تو وقت قرأت قیام نہ کرے۔

ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ (۱۰۷)

غنیۃ المستملیٰ میں ہے:

جب آنے والا مستحق تعظیم ہو تو قاری قرآن کا قیام احترام کی غرض سے درست ہے۔

درمختار میں ہے:

وہبانیہ میں ہے، آنے والے کی تعظیم و احترام کے لیے قیام جائز ہے بلکہ مندوب ہے، جیسا کہ قاری قرآن کو قیام جائز ہے اگر آنے والا عالم ہو۔ (۱۰۸)

حاشیہ درمختار میں ہے:

اگر آنے والا مستحق تعظیم ہو، قنیہ میں ہے، مسجد میں لوگ بیٹھے ہوں اور کوئی مستحق تعظیم آئے تو قیام مکروہ نہیں۔ مشکل الآثار میں ہے، قیام تعظیم مطلقاً مکروہ نہیں

۱۰۵۔ فتاویٰ عالمگیری۔

۱۰۶۔ اصل عبارت درج ذیل ہے: تجوز الخدمة لغير الله تعالى بالقيام وأخذ اليدين والانحناء ولا يجوز السجود لغير الله۔ فتاویٰ عالمگیری، ج ۵/ص ۱۳۸، باب ۲۸۔

۱۰۷۔ اصل عبارت درج ذیل ہے: قوم يقرؤون القرآن من المصاحف أو يقرأ رجل واحد فدخل عليه واحد من الاجلّة أو الاشراف فقام القارى لاجله قالوا ان دخل عالم أو استاذہ الذی علمہ العلم جاز له ان يقوم لاجله وما سوى ذلك لا يجوز۔ کذا في فتاویٰ قاضی خاں۔ فتاویٰ عالمگیری، ج ۵/ص ۱۴۰، باب ۲۔

۱۰۸۔ درمختار: کتاب الحضر والاباحة، باب فی الاستبراء

ہے، مستحق کو درست ہے۔ مگر وہ وہ ہے کہ قیام کو اپنے واسطے دوسروں سے طلب کرے اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اُس کے واسطے کھڑے ہوا کریں، یوں اُس کا احترام کیا کریں۔ (۱۰۹)

مظاہر حق میں ہے:

وقت قرأت قرآن کے تعظیم کسی کی نہ کرے، مگر عالم اور اُستاذ اور والدین کے لیے قیام جائز ہے۔ (۱۱۰)

بخاری و مسلم اور تمام اصحاب صحاح، ائمہ محققین و فقہا قیام تعظیم و احترام کو درست و مستحسن فرماتے ہیں اور نیت حسن پر فاعل کو ثواب بتاتے ہیں۔

**[ذکر ولادت کے وقت قیام تعظیمی:]**

یہ ہے مذہب صحیح و مسلک صحیح ائمہ اہل سنت کا قادم کے لیے قیام احترامی بجالانے میں شک و شبہ کا دخل نہیں تو پھر ذکر حضور ﷺ کے لیے اگر کوئی طریقہ تعظیم کا خواص و عوام میں مروج ہو جائے اور اُس میں اظہار عظمت و شان آقائے دو عالم کا ہوتا ہو تو میں نہیں خیال کر سکتا کہ کوئی مسلمان اُس طریقے کے جواز و ناجواز ثابت کرنے کی طرف اپنی توجہ کو منعطف کرے۔ وقت ذکر ولادت اس طور سے تعظیم ذکر رسول اللہ ﷺ کے لیے کھڑا ہونا صد ہا سال سے علما و صلحا میں مروج ہے۔ علامہ برزنجی رسالہ مولد میں فرماتے ہیں:

وقد استحسَن القیام عند ذکر مولده الشریف ائمة ذوو رواية ورؤية  
فطوبی لمن کان تعظیمه غایة مرامه (۱۱۱)

[ترجمہ۔ ولادت شریف کے ذکر کے وقت ائمہ محدثین و فقہا نے قیام کو امر مستحسن قرار دیا ہے تو خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے آپ ﷺ کی

۱۰۹۔ رد المحتار علی الدر المختار ج ۵/ص ۲۴۶۔ کتاب الحظر والاباحۃ، باب فی الاستبراء  
۱۱۰۔ مظاہر حق کے پیش نظر نسخے میں عبارت ذرا مختلف ہے اگرچہ مفہوم ایک ہی ہے، فرماتے ہیں: وقت تلاوت کے تعظیم کسی کی نہ کرے، مگر عالم باعمل اور اُستاذ اور والدین کے لیے جائز ہے قیام و تعظیم۔ دیکھیے: مظاہر الحق: کتاب فضائل القرآن، ج ۲/ص ۲۰۴۔  
۱۱۱۔ مولد النبی ﷺ: ص ۶۔



تعظیم کو اپنا مطمح نظر بنالیا ہے۔]

امام نوویؒ ”اذکار“ میں بعد اثبات استحباب قیام عند ذکر الولا دت [ذکر ولادت کے وقت قیام کو مستحب ثابت کرنے کے بعد] لکھتے ہیں:

جو ہمارے اسلاف و اخلاف کا طریق ہے اُسی پر ہم قائم ہیں۔ اس بارے میں میں نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں احادیث و آثار و اقوال سلف صالحین و ائمہ مجتہدین سے اس بیان کو واضح کیا ہے، پروردگار سے امید رکھتا ہوں کہ جو بہ نظر انصاف اس رسالے کو مطالعہ کرے گا، کوئی خدشہ اُس کے دل میں باقی نہ رہے گا۔ (۱۱۲)

شفایں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیام جو تعظیم نام رسول اللہ ﷺ کے لیے کیا جاتا ہے جائز اور باعث برکت و ثواب کا ہے۔

[حریم شریفین کا تعامل:]

تمام مقدس مقامات کے علما و فضلا برابر اس کے استحسان و جواز اور مشعر تعظیم و محبت ہونے پر فتوے دیتے چلے آتے ہیں اور اُس کو موافق قواعد شریعت کے بتاتے ہیں۔ دیکھو فتاویٰ العلماء الکرام فی استحباب عمل المولد والقیام۔ مہری علمائے مدینہ مطہرہ و مکہ معظمہ و حدیدہ و جدہ وغیرہ مطبوع مطبع رزاقی کان پور جو چورانوے مواہیر مفاتی بلا د مقدسہ سے مزین ہے۔ اُس بلا د مقدس کے علما کس زور کے ساتھ استحباب عمل مولد و قیام اور زیب و زینت کو مستحسن ٹھہراتے ہیں۔ بحمد اللہ جب ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ و ایمان ہے کہ وہ بقاع مبارک ایمان کا گھر ہیں، اُس ساحت مقدس پر کفر و شرک کا اثر نہ ہوگا، ایمان وہیں سے شروع ہوا اور آخر کو سمٹ کر پھر وہیں پہنچ جائے گا۔ صحاح میں ہے:

ان الایمان لیارز الی المدینة کما تارز الحیة الی جحرھا (۱۱۳)

[ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

۱۱۲۔ کتاب الاذکار: ص ۲۵۵۔

۱۱۳۔ (الف) صحیح البخاری: کتاب فضائل المدینة، باب الایمان یا رزالی المدینة۔ حدیث نمبر ۱۸۷۶۔

(ب) صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب ان الاسلام بدأ غریباً و سيعود غریباً۔ حدیث نمبر ۳۷۔

کہ بے شک ایمان (قرب قیامت میں) مدینے کی سمت لوٹ جائے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے۔ [علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ اُن کا مذہب ہر زمانے و ہر وقت میں بدعات سے پاک و صاف رہے گا اور ہر وقت میں اُن کا عمل قابل احتجاج سمجھا جائے گا۔  
 حرمین شریفین کی عزت و عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ عرب کا فعل شریعت مطہرہ نے حجت گردانا،  
 بلکہ اُن کا عمل در آمد و تعامل کے کام پر ہمارے واسطے سنت ٹھہرایا۔ زید بن ثابت سے مروی [ہے]:

اذا رایت اهل المدينة اجتمعوا علی شیء فاعلم انه سنته (۱۱۴)  
 [ترجمہ: جب تم اہل مدینہ کو کسی چیز پر متفق پاؤ تو سمجھ لو کہ یہ آپ ﷺ کی سنت  
 مبارکہ ہے۔]

امام نووی فرماتے ہیں:

ویراجع فی کل زمان الی العرب الموجودین۔

ہر زمانے میں جو علما و صلحا دین دار وہاں موجود ہوں اُن کے اقوال کا اتباع کیا جائے گا اور اُن کی اقتدا لازمی ہوگی۔

تاریخ سہودی میں ہے کہ وہاں کے عوام جو تارک سنت و مرتکب بدعت ہوں وہ بھی واجب التعظیم ہیں، اس لیے کہ شرف سکونت مدینہ و ہمسائیگی حضرت اُن کو ثابت ہے:

فیسا ساکنی اکناف طيبة کلکم الی القلب من اجل الحبيب حبيب (۱۱۵)

۱۱۴۔ الف: اس اثر کو امام فسوی نے اپنی سند سے ”کتاب المعرفة والتاریخ“ میں روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: حدثنا ابراهيم بن منذر قال حدثني ابن نافع حدثني نكتل بن ابی سهل عن ابی بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام عن زید بن ثابت قال النخـ ویکھیے: کتاب المعرفة والتاریخ۔

ب: امام بیہقی نے اس اثر کو معرفۃ السنن والآثار میں روایت کیا ہے۔ ویکھیے: معرفۃ السنن والآثار: ج ۱/ص ۱۵۲۔

۱۱۵۔ اصل عبارت یہ ہے: نوکل ما احتج به محتج من رمی عوامهم بالابتداع و ترک الاتباع فانہ اذا ثبت فی شخص مثلاً لا یتروک اکرامہ فانہ لا ینخرج اکرامہ عن حکم الجار ولو جار ولا یزول عنہ شرف مساکنتہ فی الدار کیف دار۔ ویکھیے: وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ: ج ۱/ص ۱۴۱۲۔

[ترجمہ: اے مدینہ طیبہ کے رہنے والو! تم صرف میرے حبیب ﷺ کی وجہ سے

میرے دل میں عزیز ہوں۔]

محبتِ عرب کی تاکید احادیث شہیرہ میں وارد، حضور ﷺ نے عرب کی محبت، اُن کی خدمت کا حکم فرمایا:

حب العرب ایمان و بغضہم نفاق۔ (۱۱۶)

[ترجمہ: اہل عرب سے محبت ایمان ہے اور ان سے بغض نفاق کی علامت

ہے۔]

ابو ہریرہ سے مروی کہ عرب کو اور اُن کے بقا کو دوست رکھو۔ عرب کی بقا نور ہے اسلام میں اور اُن کی فنا ظلمت ہے۔ کذا فی الطحاوی۔ حضرت فاروق اعظم اُن بچوں سے جو مدینے کی گلیوں میں کھیلتے پھرتے تھے دعا کراتے۔ حضور سرور عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

انما طيبة تنفی الذنوب کما تنفی الکیر خبث الفضة (۱۱۷)

[ترجمہ: مدینہ طیبہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسا کہ بھٹی چاندی کی

گندگی اور میل کو دور کر دیتی ہے۔]

وفی رواية اخرى [دوسری روایت میں یوں ہے۔]

تنفی خبث الرجال کما تنفی الکیر خبث الحديد (۱۱۸)

[ترجمہ: مدینہ منورہ لوگوں کی خباثت اس طرح پاک و صاف کر دیتا ہے جس

طرح بھٹی لوہے کے زنگ وغیرہ کو صاف کر دیتی ہے۔]

۱۱۶۔ مستدرک حاکم: کتاب معرفۃ الصحابة، فصل کافۃ العرب، حدیث نمبر ۶۹۹۸۔ امام حاکم نے یہ روایت نقل کر کے فرمایا ہے هذا الحدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔

۱۱۷۔ امام بخاری نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ دیکھیے: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة احد: حدیث نمبر ۴۰۵۰۔

امام بخاری کی ایک دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں: انہا طيبة تنفی الخبث کما تنفی النار خبث الفضة۔ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب قول الله تعالى فما لكم في المناققين ففتن الخ، حدیث نمبر ۴۵۸۹۔

۱۱۸۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ وہی المدينة تنفی الناس کما تنفی الکیر خبث الحديد۔ دیکھیے: صحیح بخاری: کتاب فضائل المدينة: باب فضائل المدينة وانہا تنفی الناس۔ حدیث نمبر ۱۸۷۱۔

جذب القلوب الی دیار المحبوب میں شیخ [عبدالحق محدث دہلوی] فرماتے ہیں:  
 مرادنی وابعادالحاد اہل شروفساد است از ساحت عزت ایں بلکہ طیبہ وبقول اکثر  
 علمائے دین خاصیت مذکورہ در جمع ازمان و دہور پیدا است۔ (۱۱۹)  
 [ترجمہ: (مذکورہ حدیث پاک میں) اہل شروفساد کے الحاد کو اس مبارک شہر کی  
 فضا سے دور کرنا مراد ہے۔ اکثر علمائے کرام کے یہ قول مدینہ منورہ کی مذکورہ  
 خاصیت تمام عہد وزمانے میں ہوتی ہے]

تحقیق شرح..... میں ہے کہ جب اُس ساحت مبارک کی یہ برکت و عظمت ہے کہ خبث  
 ذنوب و خبث رجال سب کو دور فرما دیتی ہے، پس کیوں کر ممکن ہے کہ وہاں خبث عقائد باقی رہے،  
 جب خبیثوں سے وہ بقعہ مبارک پاک ٹھہرا تو پاکوں کا اتباع واجب ہوا۔ واذا انتقی عنہم الخبث  
 و جب متابعتہم ضرورۃ تو اُس مذہب کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو وہاں کے مکان کا ہے،  
 وہ مسلک ہونا چاہیے جو وہاں کے مقامی علما کا ہے۔

### [ایک لطیفہ:]

اس جگہ ایک لطیفہ مجھے یاد آیا اگرچہ وہ مطلب سے گونہ بے گانہ ہو، لیکن مسلمانوں کے لیے  
 مفید ہے، اس لیے ضرور ہوا کہ اُس کو نقل کروں۔ دو عالموں میں باہم گفتگو ہوئی ایک وہابی محفل  
 میلاد وغیرہ کے منکر تھے، ایک سنی ان باتوں کے استحباب کے قائل تھے۔ منکر نے کہا قصبہ  
 دیوبند (۱۲۰) کو استفتا بھیجیے، وہاں کے علما دیکھیے اس کو جائز بتلاتے ہیں یا حرام و بدعت۔ سنی نے  
 کہا علمائے حرمین شریفین سے فتوے طلب کیجیے، وہ مقامات دارالاسلام ہیں احادیث میں اُن کے  
 فضائل وارد ہیں، اُن لوگوں کی محبت و متابعت کی آقائے دو عالم سرور عالم ﷺ نے تاکید فرمائی  
 ہے۔ اس پر وہابی صاحب نے عرب کے بدوؤں کی کچھ برائیاں بیان فرمائیں کہ وہ ظالم و فاسق  
 ہیں، وہاں کا قول قابل حجت نہیں۔ اس پر سنی نے عرض کیا کہ وہ بقعہ مبارک بہ فرمان صادق و

۱۱۹۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب: ص ۳۳۔

۱۲۰۔ دیوبند کے علما بھی ان مسائل میں اسماعیل دہلوی وغیرہ متبعین ابن عبد الوہاب کے ہم قدم ہیں، اگرچہ خود کو حنفی کہتے  
 ہیں مگر حال قال وہی غیر مقلدین سے ملتا جلتا ہے، ختم نبوت کا انکار، امکان کذب باری وہاں کے علما کے مسلمہ مسائل  
 ہیں۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

مصدق کفر و شرک سے منزہ ہے، دیوبند کی تعریف میں اگر کوئی حدیث و آثار ہو وہاں کے لوگوں (۱۲۱) کے فتوے ماننے کے بارے میں اگر کچھ خبر ہو تو پھر خبر دیجیے، اگر دیوبند شریف کو بھی یوں ہی کفر و شرک سے پاک فرمایا گیا ہو تو پھر وہاں کے فتوے کے تسلیم پر راضی ہیں۔ وہابی نے کہا کہ عوام کے قول کو ہم حجت نہیں مانتے، وہاں کے علما و فضلا کے فتوے واجب التعمیل و قابل تسلیم تسلیم کرتے ہیں۔ سنی نے کہا ہم بھی حرمین طہیین کے علما و فضلا کے اقوال کو قابل قبول بتاتے ہیں، پھر یہ بے کار حیلے حوالے آپ کیوں پیش کر کر تقریر کو طول دیتے اور وقت ضائع کرتے ہیں۔ اس پروہابی صاحب نے جب مطلب نکلتے نہ دیکھا صاف فرما دیا کہ ہم حرمین شریفین کو نہیں مانتے، دیوبند کے علما کا قول مانتے ہیں۔ سنی نے کہا بس آپ کو دیوبند مبارک رہے، ہمیں حرمین شریفین مبارک ہوں، پروردگار وہاں کے علما کے اتباع کی توفیق دے۔

مسلمانوں غور کرو اور انصاف سے سچ سچ کہو کہ تعصب و نفسانیت کی ہمارے بھائیوں نے کہاں تک انتہا پہنچا دی کہ اپنی بات کے آگے علمائے حرمین شریفین کے اقوال و فرمان سے بھی صاف منکر ہو جاتے ہیں۔ اُن کے لیے یہ فتویٰ کیا مفید ہوگا۔ لیکن تم بحمد اللہ تبارک و تعالیٰ شانہ اُس ارض مقدس کو دوست رکھتے ہو، عرب کی متابعت کو واجب جانتے ہو، دیکھو اور اپنے ایمان کو تازہ کرو۔

[علمائے عرب کے فتوے:]

**سوال:** اے علمائے کرام تم پر پروردگار رحم فرمائے کیا حکم شرع شریف کا ہے اس بارے میں کہ ذکر مولد شریف کرنا اور وقت بیان واقعہ ولادت قیام کرنا اور مکان کی تزئین دن کی تعیین، استعمال خوشبو کا اور مسلمانوں کو دعوت طعام و شیرینی کی دینا اور قرأت سورہ مخصوصہ کی کرنا یہ سب باتیں عند اللہ موجب اجر و ثواب ہیں یا نہیں؟

[فتویٰ مدینہ منورہ:]

شکر ہے اُس پروردگار کا جس نے آسمانوں کا خیمہ بلا چوب و ستون کے برپا فرمایا۔ اُسی سے میں مدد مانگتا ہوں اور توفیق طلب کرتا ہوں۔ جانو اور آگاہ ہو اس بات سے کہ ذکر مولد نبی ﷺ اور اُن

۱۲۱۔ اب تو رسالت کے خواب دیکھے جاتے ہیں، مثلیت سرکارِ دو عالم، معمولی بشریت حضور کا وسوسہ رنگ لانے کو ہے العیاذ باللہ۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

کے مناقب کا اور اُس کے سننے کو مسلمانوں کا جمع ہونا سب سنت ہے۔ اس واسطے کہ حدیث میں مروی ہے ”حضرت حسان خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فضائل رسول اللہ ﷺ بیان کرتے اور اصحاب کرام سننے کی غرض سے جمع ہوتے، بلکہ سرکارِ دو عالم ﷺ اس فعل کی خوبی کا اظہار اس طور فرماتے [کہ] حضرت حسان کے حق میں دعا دیتے، منبر شریف مسجد اقدس میں بکھواتے، اُس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان مداح رسول اللہ ﷺ قصائدِ نعتیہ سناتے، کفار کی ہجو و مذمت کا ذکر کرتے۔ مگر اس ہیئتِ مخصوصہ کے ساتھ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے بدعتِ حسنہ مستحبہ ہے بہ قصد نیتِ حسن، فاعل عند اللہ مستحق اجر بے حساب و ثواب بے شمار کا ہے۔ خاص کر جب کہ تعظیم و تجلیل اُس یومِ مبارک کی مقصود ہو جس میں کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور اُس پر فرحت و سرور کا اظہار کرے۔ امید ہے خداوندِ کریم سے بہ برکت اس کے اپنے فضلِ عظیم سے اُس کے فاعل کو جنتِ نعیم میں داخل فرمائے۔

اہل اسلام کا ہمیشہ سے یہ طریق ہے کہ اس محفلِ پاک کا اہتمام کرتے ہیں، بیانِ فضائل کے لیے محفلیں منعقد کرتے ہیں، جن کو ذکرِ منیفِ سننے کی دعوت دی جاتی ہے اُن کی دعوت کرتے ہیں، عمدہ کھانے پکاتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں، صدقات و خیرات سے اظہارِ خوشی کا کرتے ہیں اور ذکرِ شریف پڑھ کر اور سن کر بزرگی حاصل کرتے ہیں، رحم فرمائے پروردگار اُس پر جس نے لیلیٰ و نہار ایامِ مبارک کو خوشی و ولادت میں عید بنایا ہو اور دشمنانِ رسول اللہ ﷺ کو زینت و اہتمامِ شان دکھلا کر جلایا ہو۔ جیسا کہ مواہب میں مرقوم ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ خوشی میلاد میں جو دعوتیں کی جاتی ہیں اور مجامعِ اہل اسلام میں ذکرِ شریف پڑھا جاتا ہے اور وقت ذکر و ولادت قیام ہوتا ہے، محفل میں بخور سلگایا جاتا ہے، گلاب چھڑکا جاتا ہے، مکانِ فرش و فروش سے آراستہ و پیراستہ کیا جاتا ہے، بعد ختمِ قرأتِ قرآن کی جاتی ہے اور حضور ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے اور اظہارِ فرحت و سرور کا ہوتا ہے، بلا شک یہ فضیلتِ مستحبہ اور بدعتِ مستحبہ ہے، اس واسطے کہ ہر بدعتِ حرام نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعتیں واجب ہوتی ہیں جیسے ردِّ فرقِ ضالہ کے لیے دلائل کا قائم کرنا اور نحو و صرف و دیگر علومِ معینہ کا حاصل کرنا واجب ہے تاکہ فہم کتاب و سنت بہ خوبی میسر آئے۔ بعض بدعتیں مندوب ہیں جیسے پُل، سرائے، مدارس کی تعمیر۔

بعض مباح ہیں جیسے ماکل و مشارب و لذائذ میں توسع۔ یہ سب شرح مناوی علی الجامع الصغیر میں تہذیب نووی سے منقول ہے۔ جو اس کا منکر ہے وہ مبتدع، اُس کا قول قابل توجہ و التفات نہیں، حاکم اسلام پر واجب ہے کہ ایسے شخص کو تعزیر دے۔ واللہ اعلم و صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ و صحبہ وسلم۔

**مواہیر علمائے مدینہ طیبہ** (۱) محمد امین مفتی حنفی (۲) جعفر حسین البرزنجی مفتی شافعی (۳) عبد الجبار مفتی حنبلی (۴) جمال الدین سید (۵) ابراہیم بن خیار (۶) سید یوسف (۷) السید محمد علی (۸) السید عبداللہ بن سید احمد (۹) محمد بن احمد رفاعی (۱۰) عمر بن علی (۱۱) علی حریری (۱۲) سید مصطفیٰ (۱۳) سراج احمد (۱۴) حسن ادیب (۱۵) ابوالبرکات (۱۶) عبدالقادر مشاط (۱۷) سید سالم (۱۸) احمد الحسینی (۱۹) محمد نور سلیمانی (۲۰) عبدالرحیم البرعی (۲۱) محمد عثمان کردی (۲۲) قاسم (۲۳) عبدالعزیز ہاشمی (۲۴) یوسف رومی (۲۵) محسن (۲۶) مبارک بن سعید (۲۷) حامد (۲۸) محمد ہاشم بن حسن (۲۹) عبداللہ بن علی (۳۰) عبدالرحمن الصفوی۔

[فتویٰ علمائے مکہ مکرمہ:]

شکر ہے اُس پروردگار کا جو بندوں کو صواب کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ پروردگار میرے علم میں زیادتی کروا کر تحریر جواب کی ہدایت بخش۔ جانو عمل مولد شریف اس کیفیت مذکورہ فی السؤال پر مستحسن و مستحب ہے، کیوں کہ علمائے متقدمین نے اس فعل کا استحسان کیا ہے۔ امام ابو شامہ شیخ النووی کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث میں [اور] امام ابن حجر کتاب فتح المبین میں اس کا استحسان ثابت فرماتے ہیں:

”کیا اچھی بات ہے جو مولد شریف میں کی جاتی ہے، تقسیم لذائذ فقر و امرا کو، اظہار زینت و سرور کا، اس خوشی پر یہ کل امور مشعر ہیں محبت نبی ﷺ سے اور دلالت کرتے ہیں قلب فاعل میں اُن کی تعظیم و اجلال کے ہونے پر اور اس میں اظہار شکر بھی ہے پروردگار کی اُس نعمت پر کہ اُس نے رحمۃ العالمین ﷺ کو ہم میں بھیج کر من و احسان فرمایا۔ یہ ذکر پاک امان ہے اس عالم کے لیے اور مبارک باد فوری ہے حصول مرام کے لیے“۔

علامہ برزنجی عقد الجواهر میں استحسان ذکر شریف کا یوں فرماتے ہیں: قد استحسن القیام

عند ذکر ولادة الشريف ائمة ذو رواية ورؤية فطوبى لمن كان تعظيمه ﷺ غاية مرامه و مرماه [ترجمہ: مولود شریف کے ذکر کے وقت محدثین و فقہانے قیام کو امر مستحسن قرار دیا ہے تو خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے آپ ﷺ کی تعظیم کو اپنا مطمح نظر بنالیا ہے۔]

منکر اس کا اللہ و مسلمانوں کے نزدیک عامل بدعت شنیعہ کا ہے، کیوں کہ شی حسن پر انکار کرتا ہے۔ آقائے دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: عن ابن مسعود ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن [ترجمہ: حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ جس کو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی بہتر ہے۔] یہاں مسلمانوں سے مراد علمائے عالمین عرب و مصر و روم و شام و اندلس ہیں۔ سب نے اس کا استحسان کا فتویٰ دیا اور سلف سے خلف تک سب نے اس کو حسن جانا، گویا اجماع امت اس پر پالیا گیا اور جو اجماع سے ثابت ہو جائے وہ حق ہے، گمراہی نہیں ہو سکتا، بہ موجب ارشاد سرور عالم ﷺ لا تجتمع امتی علی ضلالة [ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔] حاکم شریعت پر واجب کہ منکر کو تعزیر دے۔ و ما توفیقی الا باللہ۔

(۱) عبد الرحمن سراج سنی حنفی (۲) احمد و حلال مفتی شافعی (۳) حسن مفتی حنبلی (۴) محمد ثری مفتی مالکی (۵) عبد الرحمن جمال حنفی (۶) حسن طیب حنفی (۷) سلیمان عیسیٰ حنفی (۸) عبد القادر خوگر حنفی (۹) ابراہیم القیس حنفی (۱۰) محمد جار اللہ حنفی (۱۱) احمد اللہ عثمانی حنفی (۱۲) عبد القادر شمس حنفی (۱۳) عبد الرحمن آفندی حنفی (۱۴) احمد ابوالخیر حنفی (۱۵) عبد القادر مکی حنفی (۱۶) محمد سعید حنفی (۱۷) عبد المطلب حنفی (۱۸) کمال احمد حنفی (۱۹) الادیب محمد سعید حنفی (۲۰) علی جودہ حنفی (۲۱) سید عبد اللہ کوشک حنفی (۲۲) حسین عرب حنفی (۲۳) ابراہیم نوموسی حنفی (۲۴) احمد امین حنفی (۲۵) شیخ فردوس حنفی (۲۶) عبد الرحمن عجمی حنفی (۲۷) عبد اللہ قماش حنفی (۲۸) محمد باجل حنفی (۲۹) عبد اللہ مشاط حنفی (۳۰) محمد سیوطی حنفی (۳۱) علی رہتی شافعی (۳۲) محمد صالح زواری شافعی (۳۳) محمد حبیب اللہ شافعی (۳۴) احمد انحر اوی شافعی (۳۵) عبد اللہ زواری شافعی (۳۶) سلیمان عقبی شافعی (۳۷) سید عمر شیطی شافعی (۳۸) عبد الحمید عثمانی شافعی (۳۹) مصطفیٰ عقیقی شافعی (۴۰) منصور شافعی (۴۱) منشاوی شافعی (۴۲) محمد راضی شافعی۔



## [فتویٰ علمائے جدہ:]

اے اللہ مجھے توفیق سے سچے جواب کی عطا فرما۔ جانو ذکر نبی کا اور آپ کے معجزات و مفاخر و مناقب کا اور احوال آپ کی سیرت وغیرہ کا اور محفل میں اُس کے سننے کو حاضر ہونا سنت ہے۔ حضرت حسان مسجد اقدس میں منبر پر کھڑے ہو کر فضائل رسول اللہ ﷺ سناتے، اصحاب کرام سنتے، حضور خوش ہوتے، حضرت حسان کے لیے دعا فرماتے، لیکن یہ صورت مجموعیہ بدعت حسن ہے، شرعاً اس کا انکار درست نہیں۔ نہ انکار کرے گا مگر وہ جس کے قلب میں کوئی شعبہ شعبوں نفاق سے ہوگا اور عداوت ہوگی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیوں کر انکار کی گنجائش ہو سکتی ہے جب کہ پروردگار فرماوے: وَمَنْ يَعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَاَنهٗا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ [ترجمہ: جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بے شک یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔]

علی بن احمد یاصرین

جواب شیخ علامہ کا صواب ہے۔ نہ مخالفت کرے گا اس کی مگر اہل نفاق، جو جو باتیں سوال میں مرقوم ہیں وہ سب حسن ہیں اور کیوں حسن نہ ہوں جب کہ اُن میں تعظیم رسول اللہ ﷺ مقصود و مطلوب ہو، نہ محروم کرے پروردگار ہم کو زیارت رسول اللہ ﷺ سے دنیا میں اور شفاعت سے آخرت میں جو تعظیم رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے وہ ان دونوں سے محروم ہے۔

عباس بن جعفر بن صدیق قابلی حنفی

جانو ذکر ولادت و معجزات نبی ﷺ کا اور اُن کے سننے کو اجتماع ناس بلا شک و شبہ سنت ہے، لیکن اس صورت مخصوصہ سے جو مذکور ہیں اور جیسا کہ حریم شریفین اور جمیع دیار عرب میں معمول ہے، بدعت حسنہ مستحبہ ہے۔ فاعل ثواب دیا جائے گا اور منکر و مانع عقاب و عتاب کیا جائے گا۔

احمد فتاح

ہاں اصل ذکر مولد شریف کی اور اُس کی سماعت سنت ہے اور اس کیفیت مجموعیہ کے ساتھ بدعت حسنہ مستحبہ اور فضیلت عظیمہ مقبولہ عند اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اثر میں وارد ہوا ہے: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ مَّا رَاهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ [ترجمہ: حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ جس کو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔] اور زمانہ سلف

سے اس وقت تک کے مسلمانوں نے اہل علم و عرفان سے بالاتفاق سب نے حسن کہا بلا نقصان۔  
نہ انکار کرے گا اس کا مگر مانع خیر و احسان اور یہ کام ہے شیطان کا۔

محمد سلیمان

شکر خدا کا اور وہ کافی ہے اور درود مصطفیٰ ﷺ پر۔ ہاں ذکر ولادت نبی ﷺ اور معجزات اور  
حلیے کا اور محفل میں بہ غرض استماع حاضر ہونا اور تزئین مکان اور چھڑکنا گلاب کا اور سلگانا بخور کا  
اور تعین یوم کی اور قیام ذکر ولادت اور تقسیم طعام یا شمر اور قرأت قرآن یہ تمام باتیں مستحب ہیں بلا  
شک و ریب۔ واللہ اعلم بالغیب۔

احمد جلیس

عمل مولدان اشیائے مذکورہ کے ساتھ مستحب و حق ہے، بدعت ضلالت نہیں۔ حضور ﷺ  
ارشاد فرماتے ہیں لا تجتمع امتی علی ضلالة [ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت  
گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔] امت نبی عرب و مصر و شام و روم و اندلس اور جمیع بلاد اسلام کی مجتمع اور  
متفق ہے اوپر استتباب و استحسان ان امور کے۔

محمد صالح

ذکر ولادت نبی کو پڑھنا اور سننا سنت ہے اور ان اشیائے مذکورہ کا انضمام مستحب ہے اس ہیئت  
مجموعہ کے ساتھ۔ ذکر نبی ﷺ بلا مر یہ مستحب ہے جیسا کہ جاری ہے دیار عربیہ میں۔  
احمد بن عجلان احمد بن عثمان  
عمل مولد شریف ان امور مذکورہ کے ساتھ بدعت حسنہ ہے۔ فاعل کو ثواب ہوگا اور مانع و منکر  
گناہ گار ہے جو کچھ علمائے اعلام نے فرمایا وہ سب صحیح و درست ہے۔

عبدالرحیم بن محمد زبیدی محمد صدقہ

[فتویٰ علمائے حدیدہ:]

الحمد للہ ہاں قرأت مولد شریف کی ان اشیائے مذکورہ کے ساتھ جائز بلکہ مستحب ہے، فاعل کو  
ثواب ہوگا۔ اس بارے میں علمائے اعلام نے تالیفیں فرمائی ہیں اور اس فعل پر مسلمانوں کو  
براہیجتہ کیا ہے اور فرمایا ہے نہ انکار کرے گا اس کا مگر مبتدع، حاکم شریعت پر تعزیر دینا ایسے شخص کا

واجب ہے۔

الفقیر الی اللہ یحییٰ بن مکرم

الحمد للہ جواب صحیح و ثابت ہے۔ محتاج ذکر عبارات و دلائل کا نہیں اس کا انکار وہی کرے گا کہ جس کے قلب پر اللہ تعالیٰ نے مہر ماری ہے۔ علمائے اہل سنت نے نص فرمادی ہے کہ یہ فعل مستحسن ہے، فاعل کو امید ثواب کی ہے اور نہایت زور کے ساتھ منکرین کا رد فرمایا ہے، اگر تنگی وقت نہ ہوتی تو میں اُن کے نصوص، اُن کی تالیفات سے اس قدر ذکر کرتا کہ قلب علیل کو شفا دیتے اور سینوں کو کھول دیتے۔

علی شامی

الحمد للہ علامہ نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ سب صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کی کوشش کا بدلہ عطا فرمائے۔ ایسی کھلی ہوئی بات میں شک نہ کرے گا مگر وہ کہ مذہب سنت سے خارج ہے، ایسے مبتدع کو تعزیر دینا واجب ہے۔

علی بن عبد اللہ

علامہ فہامہ نے جو کچھ فرمایا وہ صحیح ہے۔ ذکر پاک معہ جملہ لوازمات کے شعائر الہی سے ہے اور جو شعائر الہی کی تعظیم بجالائے وہ متقی ہے۔

محمد بن سالم عایش

سید علامہ عباد نے جو کچھ تحقیق فرمایا وہ لائق اعتماد کے ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بدلا اچھا دے اور برائیوں کو اُن سے دفع کر دے۔

محمد بن ابراہیم حشیری

قرأت مولد شریف کی اور قیام کرنا اس میں مستحب ہے۔ منکر مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے واقف نہیں۔

علی طحان

الحمد للہ قرأت مولد شریف اور قیام وقت ذکر ولادت اور جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں، اچھی ہیں، تعظیم مصطفیٰ ﷺ سے خبر دیتی ہیں اور کون زیادہ مستحق تعظیم کا ہے رسول اللہ ﷺ سے۔

محمد بن عبد اللہ

الحمد للہ جو باتیں سوال میں ذکر کی گئی ہیں مستحب ہیں، فاعل مثاب ہے، منکر مبتدع ہے۔  
 محمد بن داؤد بن عبد الرحمن علی بن ابراہیم الزبیدی  
 الحمد للہ جواب صحیح و درست ہے۔ اللہ تعالیٰ مجیب کو جزائے خیر دے، عمل مولد شریف اس صورت مجموعیہ کے ساتھ میں بلا شک مقبول ہے اکثر علما و صلحا نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اس عمل خیر پر خوشی و سرور فرماتے جیسا کہ کتابوں میں مذکور ہے۔

علی بن محمد حجاب  
 شکر ہے اُس خدا کا جو تمام مصیبتوں میں کفایت کرتا ہے جو کچھ علمائے اعلام نے اس بارے میں تحقیق فرمایا ہے وہ صواب ہے، تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے لائق ہے، حاکم شریعت مطہرہ منکر کو زجر کرے اور تعزیر دے۔ و صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ و صحبہ وسلم۔

احمد بن محمد بن الخلیل  
 شکر ہے خدا کا جو جواب با صواب کی توفیق دینے والا ہے۔ قرأت مولد شریف کی عبارت ہے اعظم قربات سے اور دلالت کرتا ہے اللہ و رسول ﷺ کی محبت پر، فاعل کو بہت ثواب ہوگا حسن نیت پر جب کہ تعظیم رسول اللہ ﷺ مقصود ہو۔ علمائے اعلام نے اس بارے میں رسائل نظم و نثر تالیف فرمائے ہیں اور وقت ذکر ولادت قیام تعظیمی کو مستحسن فرمایا ہے، جو شعائر تعظیم ہو اُس کا اتباع اور بجا آوری ہم پر واجب ہے۔ ان باتوں سے نہ انکار کرے گا مگر مبتدع مخالف اہل سنت و جماعت جس کا کلام ہرگز قابل التفات نہیں۔ حاکم اسلام پر تعزیر دینا اُس کی واجب ہے اللہم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

عبد الرحمن بن علی حضرمی



### [فتاویٰ علمائے ہند:]

اب ہندوستان کے چند علمائے مستندین کے فتاویٰ جو اپنے وقت میں فرد کامل تھے اور جن کا کمال علم و فضل و تقویٰ ہندوستان سے باہر بھی مقبول و مسلم ہے نقل کرتا ہوں، تاکہ ظاہر ہو جائے کہ اہل سنت و الجماعت کا کیا مذہب ہے۔

ازاں جملہ علمائے فرنگی محل کا فتویٰ ہے جو ۱۲۷۹ ہجری میں مطبع مصطفائی میں مطبوع ہو چکا ہے۔ اُس میں فرماتے ہیں:

مولد شریف کی تعیین خاص ماہ کے ساتھ فرض و واجب تو نہیں ہاں البتہ بہت علما و محدثین نے مستحب و مستحسن فرمایا ہے اور یہ بات کہ جو چیز قرونِ ثلاثہ میں نہ ہو وہ بدعتِ سیئہ ہے صحیح نہیں اور جب کہ آیت کریمہ و تعزروہ و توقروہ [ترجمہ: اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور توقیر کرو۔] سے تعظیم آں حضرت ﷺ کی ثابت ہے تو کھڑا ہونا محفل میلاد میں وقت ذکر و ولادت شریف جو جملہ افراد تعظیم کے ہے اچھی طرح ثابت ہو گیا۔ فقط

(۱) ابوالبرکات رکن الدین محمد المدعو بتراب علی (۲) محمد سعد اللہ عفی عنہ (۳) محمد لطف اللہ عفی عنہ و حمہ (۴) ابوالاحیا محمد المدعو بنعیم (۵) ابوالحسن محمد صالح (۶) محمد عبدالوحید (۷) ابوالبقا محمد عبدالکیم (۸) حفیظ اللہ (۹) نعیم اللہ (۱۰) علی محمد (۱۱) محمد عبدالکیم۔

یہ فرنگی محل کے وہ علما ہیں جو علم کے چراغ اور عالم کے پیشوا گئے جاتے تھے۔ اس وقت بھی جو علمائے فرنگی محل ہیں وہ بھی محفل میلاد شریف اور دیگر لوازم و قیام وقت ذکر و ولادت کو مستحسن فرماتے ہیں۔ ہاں مولوی عبدالحی صاحب کو البتہ سنا جاتا ہے کہ قیام کے بارے میں کچھ کلام تھا، لیکن مولود شریف عزیز مطبوع نول کشور ۱۸۷۹ء کے اول میں مولوی صاحب تقریظ میں فرماتے ہیں کہ:

اس رسالہ میلاد شریف میں جو کچھ لکھا ہے عوام و خواص کو لازم ہے کہ اُس سب کی پابندی و تعلیم کریں اور اس کو شائع کریں۔

اس رسالے کے صفحہ ۶۹ پر یہ عبارت ہے:

ہمارے پیشوا جو حدیث کے روایت کرنے والے اور سمجھنے والے ہیں انہوں نے بہتر سمجھا ہے کہ جب آپ کے پیدا ہونے کا ذکر آئے اُس وقت سب اُٹھ کھڑے ہوں اور کیا اچھے نصیب اُس کے جس کا دلی مقصد آپ کی تعظیم ہو۔

کتاب غایۃ المرام مطبوعہ مطبع علوی میں علما و فضلاء دہلی و رام پور و بریلی اور دیگر مقامات کے علمائے کاملین و محققین کے فتوے جمع کر کر چھاپے گئے تھے، اُن میں سے چند مواہیر نقل کر کر یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ اول سے لے کر آخر تک، ابتدا سے لے کر انتہا تک تمام ائمہ کاملین، علمائے

محققین متقدمین و متاخرین حتی کہ آخری دور کے اسلامی بادشاہ رئیس المسلمین زین الدینا والدین ابوظفر سراج محمد بہادر شاہ غازی بھی محفل میلاد شریف و قیام کے استقباب کے قائل ہیں۔ مہر ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی

(۱) عبدہ احسن اللہ (۲) مفتی صدر الدین (۳) سید محمد حافظ (۴) محمد امام الدین (۵) قاضی احمد الدین (۶) دردل و درجاں بداں حب محمد علی (۷) فقیر احمد سعید احمدی (۸) محمد عمر احمدی (۹) محمد مظہر (۱۰) کریم اللہ صاحب (۱۱) در فرید آمدہ دین محمدی (۱۲) مولوی حیدر علی صاحب (۱۳) مولوی دلدار بخش (۱۴) محمد حسن الزماں عفی عنہ (۱۵) محمد عزیز الدین (۱۶) سید تفضل حسین (۱۷) سید یعقوب علی رضوی (۱۸) محمد رضا علی خاں (۱۹) محمد ہیں مخصوص اللہ کے (۲۰) احمد حسین (۲۱) میر محمود علی (۲۲) غلام حسین (۲۳) محمد عبدالواحد (۲۴) محمد لطف علی خاں (۲۵) در شہر علم محمد علی (۲۶) جلال الدین محمد کمال (۲۷) طالب المولیٰ مذکر (۲۸) عمدۃ العلماء شریع متین مفتی شرف الدین (۲۹) محمد یعقوب علی عفی عنہ (۳۰) کرم نبی (۳۱) عبید اللہ ولد محمد رفیع اللہ (۳۲) عبدالکریم (۳۳) محمد عبدالعلی (۳۴) فخر العلماء محمد عبدالجبار مع (۳۵) علی حسین (۳۶) محمد لطف اللہ (۳۷) ان اللہ جمیل و یحب الجمال (۳۸) نور النبی (۳۹) محمد عبداللہ (۴۰) مقصود علی (۴۱) علی الدین (۴۲) آل نبی (۴۳) حافظ شریف حسین (۴۴) نظام الدین احمد (۴۵) سبط محمد گل باغ جاوید (۴۶) شہد از ظہور علم و عدل راشہرت (۴۷) محمد علی خادم العلماء (۴۸) وزیر علی (۴۹) آمدہ تاج سر عالم علی (۵۰) شاہ علی خلف مولانا محبوب علی (۵۱) محمد سلامت اللہ (۵۲) فضل رسول بدایونی (۵۳) سید بشیر علی امر و ہوی (۵۴) محمد فضل حق (۵۵) رفیع اللہ (۵۶) محمد جلال الدین (۵۷) وحید الدین (۵۸) محمد فضل اللہ (۵۹) فضل حسن (۶۰) محمد عبدالحق (۶۱) محمد حیات (۶۲) محمد خلیل الرحمن (۶۳) محمد حیات ولد سید احمد۔

اگر علمائے اعلام کے فتاوائے قدیم ہی جمع کرنے کا قصد کیا جائے تو ایک دفتر بنتا ہے۔

گر آں جملہ را سعدی املا کند مگر دفترے دیگر انشا کند

اور اگر فتاوائے جدید نقل کروں تو ایک مجلد ضخیم ہو جائے اور وہ انتہا کو نہ پہنچیں مجھے چوں کہ تفہیم عوام منظور ہے اس لیے اسی قدر پراکتفا کیا گیا ورنہ

در بند آں مباحث کہ مضمون نما ندہ است صد سال میتواں سخن از زلف یار گفت  
جب قیام وقت ولادت مجملہ طرق تعظیم کے ہے اور اُس کی ممانعت پر شرع میں اصلاً کوئی دلیل نہیں  
محبت رسول اللہ ﷺ پر دلالت کرتا ہے، مقبول و مسلم جمہور اہل اسلام ہے، پھر کس مسلمان کو ایسے امر  
میں گنجائش کلام ہو سکتی ہے۔ [حضرت تاج الفحول کی کتاب] سیف الاسلام المسلمول میں ہے:

چون قیام مجوٹ عنہ فردے است از افراد اجلال و تکریم حضرت نبی کریم و رسول  
رحیم ﷺ کہ عموماً و مطلقاً مطلوب شرع شریف است و ہیچ گونه مزاحم کد امی امر  
محدود شارع نیست و در امور منقولہ محدودہ شرعیہ خللے از اں لازم نیست و علمائے  
دین استحسان فرمودہ اند (۱۲۲)

[ترجمہ: جب زیر بحث قیام حضرت نبی کریم رسول رحیم ﷺ کی تعظیم و تکریم کا  
ایک فرد ہے جو کہ (یعنی آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم) عموماً اور مطلقاً مطلوب شرع  
ہے، اور شارع کے مقرر کردہ کسی امر شرعی سے مزاحم بھی نہیں ہے، اور اس کی وجہ  
سے شریعت کے امور منقولہ مقررہ میں خلل بھی نہیں ہے اور علمائے دین نے اس  
کو پسند کیا ہے۔]

### [قیام وقت ولادت کی ایک وجہ:]

علاوہ اس قیام احترام و تعظیمی کے علمائے اعلام نے اور وجوہ سے بھی قیام وقت ولادت کو  
ثابت فرمایا ہے۔ پروردگار ارشاد فرماتا ہے: فبذلك فليفرحوا (۱۲۳) اس نعمت پر کہ ہم نے  
تمہارے درمیان میں اپنے نبی الرحمة ﷺ کو بھیج دیا اظہار فرحت و سرور کرو اور وقت خوشی و سرور  
کے قیام مندوب و مسنون ہے۔ خاص کر یہ تذکرہ ولادت اس خوشی و سرور کے لیے  
مخصوص۔ بخاری میں ہے:

ابصر النبي ﷺ صبيانا ونساء اقبلين من عرس فقام فرحاً (۱۲۴)

۱۲۲۔ سیف الاسلام المسلمول: ج ۳۔

۱۲۳۔ یونس: آیت ۵۸۔

۱۲۴۔ صحیح البخاری: کتاب النکاح، باب ذهاب النساء والصبيان الى العروس۔ حدیث نمبر ۵۱۸۰۔

کچھ بچوں اور عورتوں کو حضور ﷺ نے کسی شادی میں سے آتے دیکھا اُن کی خوشی کے سبب سے رسول اللہ ﷺ نے قیام تفضل و رحمت فرمایا۔  
توشیح میں ہے:

قام الیہم فرحاً متفضلاً علیہم۔

[ترجمہ: خوشی اور ان پر فضل و کرم فرماتے ہوئے آپ ﷺ ان بچوں کے لیے کھڑے ہو گئے۔]

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے تذکرہ ولادت رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی دولت و نعمت، کوئی خوشی و فرحت ہو سکتی ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے ہماری نعمتوں کا شکریہ ادا کیا کرو۔ شکریہ نعمت کے لیے قیام کرنا حدیث میں وارد۔ بخاری میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی برأت میں آیات کلام پاک تلاوت فرمائیں، اُن کی پاکی بیان کی تو حضرت عائشہ کی والدہ نے فرمایا: قومی الیہ (۱۲۵) یعنی رسول اللہ ﷺ کے شکر کے لیے کھڑی ہو جاؤ۔

[اس حدیث کی شرح میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

ای لاجل ما بشرک بہ (۱۲۶)

چوں کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو بشارت پاکی کی سنائی ہے] اس لیے کھڑی

ہو جاؤ۔]

حالات رسول اللہ ﷺ بیان کرنے والا جس وقت ولادت رسول اللہ ﷺ کا مژدہ پہنچائے اور اُس پر طلب اظہار فرحت و سرور کی کرے تو مسلمانوں کو اس واقعے سے بڑھ کر کون موقع ادائے شکریہ و اظہار سرور کا ہو سکتا ہے۔ ذکر ولادت کا اہتمام شان فرمانے کے واسطے پروردگار اہل اسلام پر بعثت رسول اللہ ﷺ کا احسان جتلاتا ہے:

۱۲۵۔ الف: صحیح البخاری: کتاب التفسیر، باب لولا اذ سمعتم ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خیراً۔ حدیث نمبر ۴۷۵۰۔

ب: صحیح مسلم: کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القاذف۔ حدیث نمبر ۷۰۲۰۔

۱۲۶۔ ارشاد الساری: کتاب التفسیر، ج ۶/ص ۲۱۰۔



لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا (۱۲۷)

[ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا جب ان میں

ایک رسول بھیجا۔]

### [قیام وقت ولادت کی دوسری وجہ:]

امرہتم بالشان کے لیے قیام کرنا حدیث سے ثابت کما جاء في المشکوٰۃ (۱۲۸)  
استفسار علاج وسوسے کے لیے حضرت عثمان حضرت ابوبکر کے سامنے کھڑے ہوئے اس مسئلے کو  
اہتمام شان ظاہر کرنے کے لیے کھڑے ہو کر دریافت فرمایا۔ امت رسول اللہ ﷺ کو ولادت  
رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کون امرہتم بالشان ہو سکتا ہے۔

### [قیام وقت ولادت کی تیسری وجہ:]

وقت ظہور آثار فتح کے اشعار مدحیہ حالت قیام میں پڑھنا ثابت۔ جب حضور عمرہ القضاء جس  
کو ”عمرہ الفتح“ بھی کہتے ہیں ادا کرنے کو مکہ تشریف لے چلے ہیں تو حضرت ابن رواحہ حالت  
ذوق وشوق و سرور میں حضور ﷺ کے سامنے اشعار نعتیہ پڑھتے ہوئے چلتے تھے۔ حضرت عمر نے  
کہا ”اے ابن رواحہ! حرم محترم میں رسول اللہ ﷺ کے آگے اشعار پڑھتے ہو۔“ آپ نے ارشاد  
فرمایا ”اے عمر! الگ ہو جاؤ اس سے ہر آئینہ یہ اشعار تیز تر ہیں کفار کے حق میں چھتے ہوئے تیر  
سے۔“ ذکر الہی سے شیطانوں کے کلیجے جل کر خاک ہو جاتے ہیں۔ اہل ایمان کے قلوب نور  
ایمان سے معمور ہو جاتے ہیں جیسا کہ ابن جوزی نے روایت کیا ہے اور بخاری میں ابن عباس  
سے مروی ہے کہ انسانوں کے دلوں میں شیطان گھسا ہوا ہے جب وہ ذکر الہی کرتا ہے، شیطان  
بھاگ جاتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے۔

اللہ کی یاد حضور سرور عالم ﷺ کی یاد میں منحصر ہے۔ جیسا کہ امام ابن عساکر اور قیاض عیاض

۱۲۷۔ آل عمران: آیت ۱۶۲۔

۱۲۸۔ یہ حضرت ابوسعید خدری کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کو حضرت سعد بن معاذ  
کے لیے تعظیماً کھڑے ہونے کا حکم فرمایا تھا۔ دیکھیے مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الاول۔

رواہ البخاری: کتاب الجہاد، باب اذانزل العدو علی حکم رجل۔ حدیث نمبر ۳۰۴۳۔

وغیر ہمائمہ کرام نے تفسیر و رفعنا لك ذكرك میں ذکر کیا ہے (۱۲۹)۔

ذاکر کو وقت بیان واقعہ ولادت یقینی شیطان پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور اُس وقت ایک مناسبت عمرۃ القضا کے ساتھ پائی جاتی ہے پس اُس وقت حالت شوق میں کھڑے ہو کر کلمات توصیفیہ بیان کرتے ہیں۔ کوئی مسلمان لا الہ الا اللہ کہنے والا تعظیم نام رسول اللہ ﷺ کے لیے اگر وقت بیان ولادت قیام تعظیمی و احترامی بجالائے یا خوشی ولادت میں کھڑا ہو جائے یا اس نعمت کے شکریے کے لیے قیام عمل میں لائے یا اُس کو امر مہتمم بالشان سمجھ کر ذکر ولادت پر قیام کرے یا شیطانوں پر غلبہ نام پانے کے وقت کھڑے ہو کر اشعار مدحیہ پڑھے تو فاعل بے چارہ ہدف سہام ملام، اس کا عامل عامل شرک و حرام اور دنیوی حکام کے لیے چالپوسی سے سوسومرتبہ قیام تعظیمی بجالایا جائے، عطا و انعام پر اظہار فرحت و سرور کی غرض سے سرود کھڑے ہو کر مجرا ادا کیا جائے، تواضع و احترام ناجائز و حرام اُن کے ساتھ برتا جائے، وہ کچھ قابل اعتراض نہ ہو؟ ہاں اعتراض اور محل ایراد و خدشات تو جب ہے کہ تعظیم رسول اللہ ﷺ برتی جائے نعوذ باللہ من وساوس الشیاطین اللثام۔

### [قیام وقت ولادت کی چوتھی وجہ:]

ان سب دلائل و براہین کو جانے دیں تو یہاں بیان ذکر شریف کے وقت خود رسول اللہ ﷺ سے قیام ثابت ہے۔ ترمذی کے باب فضائل میں ہے:

فقام النبی ﷺ علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ ﷺ  
علیک السلام قال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق  
الخلق فجعلنی فی خیرہم ثم جعلہم فرقتین فجعلنی فی خیرہم فرقة  
ثم جعلہم قبائل فجعلنی فی خیرہم قبيلة ثم جعلہم بیوتا فجعلنی

۱۲۹۔ قاضی عیاض نے آیت کریمہ و رفعنا لك ذكرك کے تحت حضرت ابوسعید خدری کی حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہا کہ میرا اور آپ کا رب ارشاد فرماتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے کیسے آپ کا ذکر بلند کیا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ اللہ بہتر جانتا ہے، حضرت جبریل نے کہا کہ اللہ فرماتا ہے کہ آپ کا ذکر بلند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ دیکھیے: کتاب الشفا: ج ۱/ ص ۱۹۔

فی خیرہم بیتاً و خیرہم نفساً (۱۳۰)

[ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے فرمایا میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض خلقت میں پیدا کیا، پھر ان کے دو گروہ بنا دیے مجھ کو ان کے بہترین گروہ میں پیدا کیا، پھر ان کو قبائل میں تقسیم کر دیا تو مجھ کو بہترین قبیلے میں کر دیا، پھر ان کے گھر بنائے تو مجھ کو بہترین گھرانے میں پیدا کیا، اور ذات کے اعتبار سے مجھے ان سب میں بہتر بنایا۔]

حضور ﷺ نے اپنے ان فضائل جلال کو کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ جب وقت ذکر مطلق قیام رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوا تو خصوصیت وقت دون وقت اُس کو افراد مطلق سے خارج نہ کر دے گی، اس لیے کہ مطلق کا تحقق بہ ضمن افراد ہی ہوا کرتا ہے، اثنائے ذکر میں جس وقت بھی قیام کیا جائے گا تحت مطلق داخل ہوگا، جو حکم اُس خاص صورت کا تھا وہی اس کو عارض ہوگا نہ یہ کہ مطلق قیام کو تو جائز کہا جائے اور مقید کو بدعت و حرام۔ دیکھو امام نووی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں کہ ”مصافحہ اول لقا کے وقت مطلقاً مسنون ہے“ (۱۳۱)

اب جو فجر و عصر کے بعد رائج ہے یہ بہ وجہ اُس تقید کے افراد مطلق سے جو مسنون ہے علیحدہ نہ ہوگا بلکہ اُسی اصل کی فرع ٹھہرے گا۔ یہ خصوصیت رافع سنیت نہیں ہو سکتی، بلکہ اُس کی مؤکد و مؤید ہو گی۔ تخصیص فعل مخصص ہے، اُس کے اختیار میں ہے وہ باعث منع نہیں ہو سکتی۔ مولوی رفیع الدین رسالہ نذور میں فرماتے ہیں:

فاتحہ طعام کہ بے شبہ از مستحبات است و تخصیص کہ فعل مخصص است باختیار اوست کہ باعث منع نمی تواند شد ایں تخصیصات از قسم عرف و عادت اند کہ بہ مصالح خاصہ و مناسبت خفیہ ابتداءً بہ ظہور آمدہ رفتہ رفتہ شیوع یافتہ در حق کچھڑہ صاحب در مختار و صاحب قنیہ و دیگر فقہا تصریح نمودہ اند و تخصیص

۱۳۰۔ جامع الترمذی: کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ۔ حدیث نمبر ۳۶۰۸۔

۱۳۱۔ کتاب الاذکار: ص ۲۳۶۔

آں حضرت ﷺ ذبح جانور و تقسیم گوشت آں را بہ صدایق خدیجہ کہ بہ طریق صحیح ثابت است۔

[ترجمہ: کھانے پر فاتحہ پڑھنا بلا شک و شبہ مستحسن ہے اور کسی کھانے کو خاص کرنا یہ شخص کا فعل ہے اور یہ اس کے اختیار سے ہے جسے منع نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ یہ تخصیصات عرف و عادت کی قبیل سے ہیں، جو ابتداءً خاص مصلحتوں اور مناسبتوں کی بنا پر ظاہر ہوئیں پھر رفتہ رفتہ رواج پا گئیں، جیسا کہ کھچڑے کے حق میں صاحب در مختار اور صاحب قنیہ نیز دیگر فقہائے کرام نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا جانور کے ذبح کو خاص کرنا اور اس گوشت کو حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو تقسیم کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔]

یہ تخصیص قیام وقت ذکر و لات اُسی مطلق قیام کی فرد ہے جو حضور سے ثابت ہے، حضور سے قیام کو ثابت مان کر پھر اس خصوصیت کی وجہ سے کہ وقت ذکر و لات ہی کیوں مخصوص طریقہ سے قیام کیا جاتا ہے اس کو ناجائز بتانا اصول شریعت و اقوال علما سے ناواقفی کے باعث ہے، جب حضور ﷺ سے کھڑے ہو کر اپنے فضائل بیان فرمانا ثابت ہے تو کل ذکر کھڑے ہو کر کریں یا خاص طور پر کسی مناسبت خفیہ سے وقت ذکر و لات قیام کریں سب درست اور مسنون ہے۔ جیسے وقت قیام حضور اصحاب کرام کا ادباً کھڑا ہو جانا ثابت ہے:

عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ یجلس معنا فی المسجد یحدثنا

اذا قام قمنا قیاما حتی نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ (۱۳۲)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے درمیان جلوہ افروز ہوتے، ہم سے گفتگو فرماتے جب حضور دولت سرا کو تشریف لے جانے کو اُٹھتے تو ہم حضور کے قیام کی وجہ سے کھڑے ہو جاتے اور جب تک کہ حضور ﷺ حجرات میں سے کسی حجرہ میں داخل نہ ہو جاتے، ادباً کھڑے رہتے۔

قیامِ تعظیمی اُس وقت میں اگرچہ معتاد نہ تھا مگر حضور کے قیام فرمانے کی صورت میں اصحاب کرام کا جلوس اُن کے شانِ ایمان و ادب کے ضرور خلاف تھا، یوں ہی اگر وقتِ قیام ذکرِ اتباعاً للقراری و ادباً للذکر والذاکر [ذکر کرنے والے کی اتباع اور ذکر و ذکر کے ادب میں] اہل مجلس بھی قیام کریں تو یہ صورت ممنوع نہیں ہو سکتی۔ اس کو منع کرنا نشانِ ایمان و ادب سے بعید ہے۔ امام تقی الدین سبکی حضرت امام ابو زکریا یحییٰ صرصری (۱۳۳) کا یہ شعر

وان ینھض الاشراف عند سماعه

قیاماً صفوفاً او جثیاً علی الרכب

سن کر کھڑے ہو گئے اور اعیانِ علمائے اُس مجلس میں حاضر تھے اُن کے ساتھ قیام میں موافقت کی، تعظیمِ نعت شریف اور تعمیلِ ارشاد امام صرصری کے لیے کہ حاضرین حضور ﷺ کا اسم گرامی و ذکرِ سامی سن کر کھڑے ہو جائیں، ادب و تعظیم بجالاویں سب کے سب کھڑے ہو گئے۔ پس اگر بیان واقعہ ولادت کے لیے ذکر کر کھڑا ہو جائے اور کہے:

اُٹھو وقتِ تعظیم احمد ہے یہ بیانِ ظہور محمد ہے یہ  
تو قوم کو اُس کی موافقت کرنا لازمی ہے۔ عینِ العلم میں ہے:

اہل زمانہ کے وہ عادات جو شرعاً منہی عنہا نہ ہوں اُن میں قوم کی موافقت ہی

۱۳۳۔ ابو زکریا یحییٰ بن یوسف صرصری انصاری حنبلی آپ اپنے زمانے میں حسان العصر کہلاتے تھے، آپ کے نعتیہ کلام کے بارے میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ وہ ۲۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ۶۵۶ھ میں تاتاری فتنے کے دوران بغداد میں شہید کیے گئے۔ (دیکھیے البدایہ والنہایہ: ج ۱/ ص ۳۷۷)

یہ ایک قطعہ بند شعر ہے، فرماتے ہیں:

قلیل لمدح المصطفیٰ الخط بالذهب	علی فضة من خط احسن من کتب
وان ینھض الاشراف عند سماعه	قیاماً صفوفاً او جثیاً علی الרכب
اما الله تعظیماً له کتب اسمه	علی عرشه یا رتبة سمت الرتب

ترجمہ: بہترین خط میں لکھنے والا اگر چاندی کے اوپر سونے کے خط سے لکھے تو بھی یہ حضور ﷺ کی مدحت میں کم ہے۔ اگر ان کا مبارک ذکر سن کر اشراف صف در صف یا اپنی سواریوں پر گھنٹوں کے بل کھڑے ہو جائیں تو بھی کم ہے۔ کیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی عزت و عظمت کی خاطر آپ کا نام نامی اپنے عرش پر نہیں لکھا ہے۔ واہ یہ کیا مرتبہ ہے جو تمام مرتبوں سے بلند ہو گیا۔

کرنا چاہیے۔

احکام عرف و عادات ہی پر مبنی ہوا کرتے ہیں، دربارہ تعظیم اگر عرف و رواج کا خلاف کیا جائے گا تو عرفاً و رواجاً و شرعاً مذموم ٹھہرے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

والاحکام تتبنى على العرف فيعتبر في كل اقليم وفي كل عصر  
عرف اهله (۱۳۴)

[ترجمہ: احکام عرف پر مبنی ہوتے ہیں، لہذا ہر خطے اور ہر زمانے میں اس خطے  
اور اس زمانے کے عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔]

عرب میں اگرچہ قیام تعظیمی کا زاید دستور نہ تھا، مگر ہمارے یہاں معظمین کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا علامت تکریم ہے۔ پس اگر کوئی کسی اہل فضل کے لیے قیام نہ کرے گا تو ہر طرح قابل اعتراض ٹھہرے گا۔ یوں ہی یہ قیام وقت ولادت شعائر تعظیم رسول اللہ ﷺ سے ٹھہر گیا ہے اس کی بجا آوری محبت و تکریم رسول اللہ ﷺ کی نشانی ہے، ایسے فعل کو جس میں حضور ﷺ کی تعظیم نکلتی ہو اور شریعت سے اُس کا جواز بھی ثابت ہوتا ہو، قواعد شرعیہ اُس کی مخالفت نہ کرتے ہوں، کوئی نص اُس کی ممانعت میں وارد نہ ہو، عرصہ دراز سے علما و صلحا میں رائج ہو اب اُس کو بدعت کہہ کر لوگوں کو ترک کی طرف رغبت دلانا خلاف طریقہ سلف، دین میں نئی راہ نکالنا دلالت کرتا ہے کہ ضرور اس ٹٹی کی آڑ میں کوئی شکار کھیلنا ہے۔ ذکر شریف و قیام و لوازمات مخصوصہ پر اعتراضات و اہیہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ یقینی کچھ دال میں کالا ہے، ورنہ محبوب کا ذکر کسی تعین و تخصیص کے ساتھ کیوں نہ ہو محبت کو حلاوت ہی بخشنے گا، ذکر الحبيب طيب القلوب عشق و محبت کا کوچہ ہی اور ہے، یہاں کا کچھ نرالا طور ہے، مجنون تیر عشق کھائے ہوئے محبت لیلیٰ کے لطف اٹھائے ہوا تھا، جیھی تو کتے سے نجس جانور کو چومتا، لیلیٰ کی لگیوں میں گھومتا، اُس کے شہر کے درود یوار کو بوسہ دیتا، بے تابانہ ذوق و شوق میں ایسا کہتا:

امر على الديار ديار ليليٰ      اقبل ذا الجدار و ذا الجدار  
وما حب الديار شغفن قلبي      ولكن حب من سكن الديار

۱۳۴۔ ردالمحتار: ج ۵/ص ۱۸۹۔

[ترجمہ: میں جب لیلیٰ کی گلیوں سے گذرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں کبھی اُس دیوار کو چومتا ہوں۔ یہ محبت ان گلیوں کی نہیں ہے جو میرے دل میں گھر کر گئی ہے بلکہ یہ محبت فقط اس کی ہے جو اس دیار میں رہتا ہے۔]

حضرت محبوب الہی کو وعظ فرماتے سے کتے کے سامنے کس کے ادب نے کھڑا کر دیا؟ اُن کے شیشہ دل میں کون سبز پری تھی؟ یہ انہیں حضرت عشق کی جلوہ گری تھی۔ اب ذرا ایمان کو نگاہ رکھ کر انصاف و غور کرنا چاہیے کہ جس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت و تعظیم ہوگی، جو ادب و توقیر محمد رسول اللہ ﷺ پر مائل ہوگا اُس سے اُن باتوں پر جو مشعر عزت و عظمت رسول اللہ ﷺ خیال کی جاتی ہوں کیوں کر اعتراض کیا جائے گا؟ مخالفین کے یہ جھوٹے حیلے حوالے ضرور عشق رسول اللہ ﷺ کا پتہ دیتے ہیں؟ مومن منصف کے لیے تو یہ چند وجوہ ہی جن سے آفتاب تاباں کی طرح حق واضح ہو گیا اثبات قیام کے لیے کافی اور منکر کے واسطے میدان انکار قبیح و نزاع شنیع ایسا وسیع کہ اگر دفتر ہوں جب بھی غیروانی کہ اہل حق منکرین کے دین و دیانت کا یہیں سے اندازہ کر لیں گے کہ قرآن و حدیث سے کسی چیز کا حرام و ممنوع نہ ہونا ہی دلیل اُس کے جواز و اباحت کی ہے، مگر باوجود اس کے ہم نے واسطے نہت خاطر اہل ایمان و تکلیت مخالفان قیام وقت ذکر و لادت کو پھر بھی بہ چند وجوہ ثابت کر دکھایا۔ نصوص آیات باہرات و احادیث زاکیات و اقوال علمائے معتمدین و سلف صالحین سے مثل فلق الصبح روشن کر دیا کہ قیام وقت ذکر و لادت مندوب ہے۔ اہل حق کا عرصہ دراز سے یہی اسلوب ہے، چوں کہ اب شعار تعظیم میں داخل ہے، اس لیے اُس کا ترک دلیل بد مذہبی ہے۔

اب مخالفین بھی تو دکھائیں کہ اُن کے پاس کیا ہے جس پر یہ شور و غوغا ہے؟ جمع خرچ زبانی اُس پر اس قدر لسانی اسی برتے پر پتہ پانی، شعار اہل اسلام میں اُن کا خلاف ناجائز، مخالفین کے حق میں وعید و من یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولى (۱۳۵) [ترجمہ: وہ جو مسلمانوں کے طریقے کے خلاف چلتا ہے تو ہم بھی اس کو اسی راستہ پر چلاتے جائیں گے جس کی طرف وہ پھر گیا] وارد۔ صالحین کے طریقوں کی پابندی مرغوب، انہیں کی روش اختیار کرنا محبوب۔

رہا یہ امر کہ آن واحد میں متعدد مقامات پر کیوں کر آپ ﷺ کی رونق افروزی ممکن ہے؟  
آپ ﷺ ہر جگہ محافل ذکر میں کس طور تشریف لے جاتے ہوں گے جو یہ قیام تعظیم تشریف آوری  
کیا جاتا ہے؟ اس کا جواب بھی سینے اور اس عقیدہ خبیثہ سے توبہ کیجیے۔

قبل اس سے کہ اس اعتراض کے متعلق کچھ گزارش کیا جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک  
تمہید عرض کروں تاکہ فہم مطلب میں اُس سے مدد ملے۔

### [انبیاء اور اولیا کی حیات بعد الممات:]

روح دو طرح کی ہے ایک حیوانی و نفسانی کہ جس کی مفارقت پر جسم مردہ بے جان ہو جاتا  
ہے۔ دوسری روح انسانی کہ وہ بعد موت بھی قائم و باقی رہتی ہے۔ روح حیوانی تو عام بہائم میں  
بھی ہوتی ہے اُس کا ہونا انسان کے لیے کچھ وجہ شرافت و کرامت نہ تھا۔ روح انسانی کوئی اور چیز  
اس سے علاوہ ہے اُسی کے بارے میں فرمایا گیا:

قل الروح من امر ربی (۱۳۶) [ترجمہ: آپ فرمادیجیے کہ روح میرے رب  
کے امر سے ہے۔]

روح انسانی عالم امر سے ہے اور تمام اشیائے ممکنات عالم خلق سے:

الا له الخلق والامر (۱۳۷) [ترجمہ: دیکھو اس کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم  
دینا۔]

اسی وجہ سے اس کی حقیقت بیان نہیں ہو سکتی۔ شعر ۷

گر گویم خلق یا بدیچ و تاب      نظم و نسق ایں جہاں گرد و خراب  
[ترجمہ: اگر میں کہہ دوں تو مخلوق تیچ و تاب میں پڑ جائے اور دنیا کا نظم و نسق تہہ و

بالا ہو جائے۔]

وہ نہ قسمت پذیر ہے نہ جو ہر نہ عرض نہ قدیم۔ یہی معنی اُس کے عالم امر سے ہونے کے ہیں، اگر  
صرف روح حیوانی پر ہی دار و مدار ہوتا تو جسم کے مردہ ہو جانے کے بعد پھر عذاب و ثواب کس پر

۱۳۶۔ بنی اسرائیل: ۸۵۔

۱۳۷۔ الاعراف: ۵۴۔



ہوتا؟ تو معلوم ہوا کہ روح حیوانی کے فنا ہو جانے کے بعد بھی روح انسانی باقی رہتی ہے جیسے آئینے کے مکدر ہو جانے کے بعد پھر اُس میں کوئی شے نظر نہیں آتی، لیکن وہ اشیاء ذات خود اُس کے مکدر کے باعث فنا نہیں ہو جاتیں:

گر مثالے خواہی از روح بشر	در فتنیلہ شعلہ و آتش نگر
پس فتنیلہ قلب انسانی بداں	شعلہ اش را روح حیوانی بخواں
روح حیوانی بود روح منیر	لیک فرقے ہست ایں جادل پذیر
نور اصل و آتش شمع است فرع	از سماوی نور روشن گونے شمع

جسم میں ہر وقت تغیر و تبدل رہتا ہے اول انسان ایک قطرہ منی ہوتا ہے، پھر خون بستہ، پھر مضغہ، پھر جاندار، پھر طفل و جوان و بوڑھا پھر مردہ۔ مولانا [روم] فرماید [فرماتے ہیں]

ہنچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ہفت صد ہفتا د قالب دیدہ ام  
مگر روح انسانی ہر وقت بہ حال خود قائم رہتی ہے، ہر ایک شے کو دیکھتی ہے، ہر ایک بات کو سنتی ہے۔ انسان کی جملہ قوتوں اور تمام افعال و ارادات کا دار و مدار پانچ حواس ظاہری باصرہ، سامعہ، شامہ، لامسہ، ذائقہ اور پانچ حواس باطنی وہم و خیال و قوت حافظہ و منصرفہ و حس مشترک پر ہے۔ خواب میں جب ان حواس ظاہری کو تعطل ہو جاتا ہے تو عالم ملکوت سے اُس کے دل کی طرف ایک دروازہ کھل جاتا ہے جس سے امور غیبی کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے اور جب تک کہ ان محسوسات ظاہری میں پھنسا رہتا ہے عالم ملکوت سے مناسبت حاصل نہیں ہوتی۔ خواب میں چوں کہ دل محسوسات ظاہری میں مشغول نہیں ہوتا تو اُس کا جوہر ذاتی ظاہر ہو جاتا ہے اور قوت متخیلہ چوں کہ حالت خواب میں بھی باقی رہتی ہے اس لیے جو کچھ نظر آتا ہے وہ صاف و صریح نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد پھر نہ حواس ظاہری رہتے ہیں نہ وہم و خیال تو اُس وقت ہر امر بے پردہ و بے نقاب آشکار ہو جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

فكشفتنا عنك غطاءك فبصرک اليوم حدید (۱۳۸)

[ترجمہ: تو ہم نے تجھ سے پردہ اٹھالیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔]

پس ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کی ارواح جب ابدان سے مفارق ہو جاتی ہیں تو پروردگار اُن کو آزادی عطا فرمادیتا ہے، جنت میں رہتی ہیں، سیر کرتی ہیں، جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ روایت کیا اس کو عبد اللہ بن مبارک نے جو اساتذہ بخاری و شاگردان امام اعظم سے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے موقوفاً اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں، طبرانی نے معجم کبیر میں، حاکم نے اپنی کتاب صحیح مستدرک میں، ابونعیم نے حلیہ میں بہ سند صحیح مرفوعاً اور ابوبکر بن شیبہ نے اپنی مصنف میں بہ الفاظ دیگر۔

خصوصاً ارواح شریفہ کہ وہ تو مدبرات سے ہو جاتی ہیں، یہاں تک کہ اہل اللہ عالم بے داری میں اپنے مخلصین سے ملتے ہیں، اُن کو فیض بخشتے ہیں، ناتواں بیماروں کو پانی پلاتے ہیں، کپڑے اڑھاتے ہیں، جہادوں میں شریک ہوتے ہیں، دوستوں کی مدد فرماتے ہیں، دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں، جہازوں کو تباہی سے نکالتے ہیں، ڈوبتوں کو اچھالتے ہیں، مقامات سلوک کی تکمیل اور انداز و ابشار کی تعمیل کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب انفس العارفین میں اپنے نانا سے ناقل ہیں:

یک بار حضور غوث اعظم را در یقظہ دیدم اسرار عظیم در آن محل تعلیم فرمودند (۱۳۹)  
[ترجمہ: ایک مرتبہ حالت بیداری میں حضور غوث اعظم کی زیارت سے مشرف ہوا، اس مقام پر آپ نے عظیم الشان اسرار و معارف تعلیم فرمائے۔]

اسی میں لکھتے ہیں:

عجزہ را از مخلصان بعد وفات ایشان تپ و لرزہ گرفت بغایت نزار گشت شبے  
بنوشیدن آب و پوشیدن لحاف محتاج شد و طاقت آن نداشت و کسے حاضر نبود  
متمثل شدہ آب دادند و لحاف پوشانیدند آن گاہ غائب شدند (۱۴۰)

[ترجمہ: حضرت شیخ محمد پھلتی (شاہ ولی اللہ کے نانا) کے وصال کے بعد ان کے مریدین میں سے ایک بوڑھی عورت کو جاڑہ بخار آ گیا، وہ انتہائی کمزور ہو گئی، ایک رات اسے پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کی ضرورت ہوئی، لحاف اوڑھنے اور پانی پینے کی اس میں طاقت نہیں تھی اور اس کے پاس کوئی موجود بھی نہیں تھا کہ

آپ ظاہر ہوئے اسے پانی دیا اور لحاف اوڑھایا پھر اس جگہ سے غائب ہو گئے۔]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تذکرۃ الموتی میں فرماتے ہیں:

ارواح ایشیاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہندی روند و دوستان و معتقدان را دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند و دشمنان را ہلاک نیازند و از ارواح بہ طریق اویسی فیض باطنی می رسد (۱۴۱)

[ترجمہ: ان لوگوں کی ارواح زمین، آسمان اور جنت میں سے جس جگہ بھی چاہتی ہیں جاتی ہیں، اپنے احباب اور مریدین کی دنیا و آخرت میں دست گیری کرتی ہیں، دشمنوں کو موت کا مزہ چکھاتی ہیں اور ان کی ارواح سے بہ طریق اویسی فیض باطنی پہنچتا ہے۔]

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے:

اذا مات انقطعت العلاقات تلحق بالملئكة وصار منهم وألهم كالهامهم وسعى فيما يسعون فيه وربما اشتغل هؤلاء بأعلاء كلمة الله ونصر حزب الله وربما كان لهم لمة خبر بآدم (۱۴۲)

یعنی جب اہل اللہ مرتے ہیں علاقہ بدنہ سے منقطع ہو کر فرشتوں سے مل جاتے ہیں، انہیں میں سے ہو جاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القا کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی اُن کاموں میں کوشش کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اُس کے لشکر کو مدد دینے میں مشغول ہوتی ہیں، یعنی تعلیم و تلقین، ارشاد جذب و سلوک اور جہاد اور قتل کفار اور امداد مسلمین ان سے ظہور میں آتا ہے اور کبھی بنی آدم سے اس لیے نزدیک ہوتی ہیں کہ اُن پر افاضہ خیر فرمائیں

۱۴۱۔ تذکرۃ الموتی والقبور:-

۱۴۲۔ حجۃ اللہ البالغۃ: باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ، ص: ۳۴۔

اور جو امور کہ زندگانی میں کرتے تھے وہ سب بہ احسن وجہ عمل میں لاتے ہیں،  
 قریب و بعید سے اُن کی نسبت برابر ہوتی ہے۔ [مفہوم عبارت]  
 تفسیر مظہری میں ہے:

قد تواتر عن كثير من الاولياء انهم ينصرون اوليائهم و يدمرون  
 اعدائهم و يهدون الى الله تعالى من يشاء الله تعالى و قد ذكر  
 المجدد رحمه الله ان ارباب كمالات النبوة بالوراثة هم الصديقون  
 المقربون في لسان الشرع فيعطى لهم الله موجوداً موهوباً۔

[ترجمہ: بہت سے اولیائے کرام سے تواتر کے ساتھ یہ مروی ہے کہ وہ اپنے  
 دوستوں کی مدد فرماتے ہیں، ان کے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں، اللہ کی منشا کے  
 مطابق جس کو چاہتے ہیں راہ حق کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت مجدد  
 رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ کمالات نبوت کے وارثین شرع مطہر کی زبان میں  
 یہی صدیقین و مقرران بارگاہ الہی ہیں، اللہ ان کو وہی طاقت عطا فرماتا ہے۔]

وارثان مسند رسول اللہ ﷺ کے لیے موت و حیات یکساں ہے۔ اس موت کے بعد اُن کو پھر  
 دوسری حیات عطا ہوتی ہے جو اس حیات دنیوی سے اتم و اکمل ہے۔ روح البیان میں ہے:

قال الجنيد قدس سره من كانت حياته بنفسه يكون مماته بذهاب  
 روحه ومن كانت حياته بربه فانه ينتقل من حياة الطبع الى حياة  
 الاصل وهي الحياة الحقيقية واذا كان القتل بسيف الشريعة حيا  
 مرزوقا فكيف من قتل بسيف الصدق والحقيقة

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق      ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

قال القاشاني المقتول في سبيل الله صنفان مقتول بالجهاد الاصغر  
 و بذل النفس طلبا رضى الله تعالى كما هو الظاهر و مقتول  
 بالجهاد الاكبر و كسر النفس وقتلها بشفرة الحب و قمع الهوى  
 كما روى من رسول الله انه قال عند رجوعه من بعض الغزو رجعنا

من الجهاد الا صغر الى الجهاد الا كبر وكلا الصنفين ليسوا باموات بل احياء عند ربهم بالحياة الحقيقية مجردين من دنس الطبائع مقرين في حضرة القدس يرزقون وتفاوت درجاتهم بحسب تفاوت الاعمال والتدرج في مراتب عالم الملك من السموات العلى والجنات المحتوية على جميع المنى (۱۴۳)

[ترجمہ: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں جس شخص کی زندگی نفس کے ذریعے ہوتی ہے وہ روح نکلنے کے بعد مرجاتا ہے اور وہ شخص جس کی زندگی اس کے رب کے ذریعے ہوتی ہے تو وہ شخص حیات طبعی سے حیات اصلہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہی حیات حقیقی ہے۔ جب انسان شریعت کی تلوار سے قتل ہوتا ہے تو وہ اس شان سے زندہ ہوتا ہے کہ اس کو رزق دیا جاتا ہے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو صدق اور حقیقت کی تلوار سے شہید ہو۔ (یعنی وہ بدرجہ اولیٰ زندہ ہوگا)

ترجمہ شعر: وہ شخص جس کا دل عشق الہی سے زندہ ہوتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا بلکہ اس کا نام عالم دنیا پر دائمی طور پر نقش ہو جاتا ہے۔

علامہ قاشانی فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو جہاد اصغر میں شہید ہو اور اپنی جان کو اپنے رب کی رضا کے لیے داؤ پر لگا دے۔ دوسرے وہ جو جہاد اکبر میں شہید ہو اور نفس کو محبت کی چھری سے قتل کرے اور خواہشات کو مٹا دے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے کسی غزوے سے واپسی کے وقت ارشاد فرمایا کہ یہ ہماری جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپسی ہے۔ ان دونوں قسموں کے شہید مرتے نہیں ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے پاس حیات حقیقیہ کے ساتھ اس شان سے زندہ ہیں کہ حیات طبعی کے میل یکیل سے پاک ہیں اور بارگاہ مولیٰ میں

مقرب ہیں ان کو وہاں رزق دیا جاتا ہے۔ ان کے مراتب و درجات میں  
تفاوت ان کے اعمال میں تفاوت کے اعتبار سے ہے۔]  
اولیاء اللہ کے قرب منزلت کے متعلق حضرت شیخ [عبدالحق محدث دہلوی] شرح فتوح الغیب  
شریف میں لکھتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی راموت نیست حیات وممات برابر است۔  
ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہ ملفوظات میں فرماتے ہیں:  
سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی راموت نیست حیات وممات برابر است۔  
پس وہ زندہ ہیں عالم میں باذن اللہ ہر قسم کا تصرف کرتے ہیں۔  
حضرت امام شعرانی ”میزان“ میں فرماتے ہیں:

جميع الائمة المجتهدين يشفعون في اتباعهم ويلاحظون في  
شدائدهم في الدنيا والبرزخ و يوم القيامة حتى يجاوزوا  
الصراط (۱۴۴)

ترجمہ: تمام ائمہ مجتہدین اپنے اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں، دنیا و  
برزخ میں ہر جگہ کی سختیوں میں اُن پر نگاہ رکھتے ہیں، یہاں تک کہ پل صراط  
سے پار ہو جائیں۔

[امام عبدالوہاب شعرانی کی] کتاب الاجوبة عن ائمة الفقهاء والصوفية میں ہے:  
ان ائمة الفقهاء والصوفية كلهم يشفعون في مقلديهم ويلاحظون  
احدهم عند طلوع روحه وعند سوال منكر و نكير له وعند النشر  
والحشر والحساب والميزان والصراط ولا يغفلون عنهم في موقف من  
المواقف ولما مات شيخنا شيخ الاسلام ناصر الدين اللقاني رآه بعض  
الصالحين في المنام فقال له: ما فعل الله بك فقال: لما اجلسني  
الملكان في القبر ليسئلاني اتاهم الامام مالك فقال مثل هذا يحتاج

۱۴۴۔ الميزان الكبرى: ج ۱/ص ۱۳۔

الى سوال فى ايمانه بالله ورسوله؟ تنحيا عنه فتنحيا عنى انتهى - واذا كان مشائخ الصوفية يلاحظون اتباعهم ومريدتهم فى جميع الاهوال والشدائد فى الدنيا والآخرة فكيف بائمة المذاهب الذين هم أوتاد الارض واركان الدين وامناء الشارع ﷺ على امته (۱۳۵)

ترجمہ: تمام ائمہ فقہاء و صوفیہ اپنے اپنے مقلدوں اور تابع داروں کی شفاعت کریں گے اور جب اُن کے مقلدوں کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر ان سے سوال کو آتے ہیں، جب اُن کا حشر و نشر ہوگا، جب نامہ اعمال کھلیں گے، جب حساب لیا جائے گا، عمل تولے جائیں گے، جب صراط پر چلیں گے، غرض ہر حال میں اُن کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اُن سے غافل نہیں ہوتے۔ ہمارے اُستاذ شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی کا جب انتقال ہوا بعض صالحین نے اُنہیں خواب میں دیکھا، پوچھا ”اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟“ فرمایا ”جب منکر نکیر نے مجھے سوال کے لیے بٹھایا، امام مالک قدس سرہ تشریف لائے اور اُن سے فرمایا کہ ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اُس سے خدا اور رسول ﷺ پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے؟ الگ ہو اس کے پاس سے ہٹ جاؤ، یہ فرماتے ہی منکر نکیر مجھ سے علیحدہ ہو گئے۔“ جب مشائخ کرام ہر ہول و سختیوں کے وقت دنیا و آخرت میں اپنے مریدوں، مخلصوں پر نگاہ کرم رکھتے ہیں، نگہبانی کرتے ہیں، مصیبت و بلا میں اُن کا لحاظ رکھتے ہیں، مدد کرتے ہیں تو اُن پیشوایان مذہب کا کیا کہنا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون اور شارع کی امت پر اُن کے امین۔

[انبیاء اور اولیاء کی ایک وقت میں متعدد مقامات پر جلوہ گری:]

مشائخ، صوفیہ، مجتہدین امت اپنے اپنے مریدین و تبعین کے جب ہر وقت خبر گیراں و نگراں

۱۳۵۔ امام عبدالوہاب الشعرانی کی کتاب ”کتاب الاجوبة عن ائمة الفقہاء والصوفیة“ دستیاب نہیں ہوئی، البتہ امام شعرانی نے اپنی دوسری کتاب میزان شریعة الکبریٰ میں یہ عبارت نقل فرمائی ہے، دیکھیے: المیزان الکبریٰ ج ۱/ص ۶۵۔

ہیں تو مثلاً ایک مخلص یا مقلد مشرق میں ہو ایک مغرب میں اسی طرح سومرید و مخلص سو جگہ پر ہوں اور ہر ایک کسی مصیبت و بلا میں گرفتار ہو تو اُن کے پیر و دست گیر اُن کی مدد کے واسطے وہاں موجود ہوں گے۔ جب یہ بات حد تو اترا کو پہنچ لی اور مسلم و مقبول جمہور علمائے محققین ہو لی کہ زمین پر اللہ کے ایسے نیک بندے ہر وقت موجود ہیں کہ جو بے کس و تنہا گرفتار مصیبت و بلا صدق و دل سے اُن کو پکارے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، منادی خواہ مشرق میں ہو خواہ مغرب میں وہ فوراً مدد کو پہنچتے ہیں اور اُس کی دست گیری فرماتے ہیں۔ اہل ایمان کو اس میں تردد نہیں ہو سکتا کہ مکمل اولیاء اللہ قرب و بعد مکان و جسمی سے پاک ہیں۔ تمام روئے زمین اُن کی نظر میں مثل دسترخوان، مثل ناخن، مثل کف دست و دانہ رائی کے ہے، اُن کے سامنے سے تمام حجابات مرتفع ہیں، جہان علوی و سفلی میں پھرتے ہیں، ہر عاجز کی دست گیری، ہر مستغیث کی فریاد رسی اُن کا کام ہے تو اُن کے مراتب قرب و شان قدرت کے آگے کیا بعید ہے کہ وہ ایک آن میں چند جات شریف فرما ہوں یا ایک صورت کی چند صورتیں کر لیں یا اپنی شکل اصلی کو چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کر لیں، جو صدق دل سے اُن کو یاد کرے، اپنی شان عزت سے اُس کے اوپر کرم فرمادیں، اُن کی شان عالم ظاہر کے شیونات سے برتر ہے، اُن کے مراتب ہمارے ادراک و بیان سے باہر ہیں۔ شعر۔

برتر انداز عرش و کرسی و سما ساکنان محفل صدق خدا  
جنہوں نے اولیا کے مراتب کو نہ سمجھا، اپنی بے بصری و نا فہمی سے اُن کو مثل اپنے جانا وہ گمراہ ہو گئے۔

انبیا کے مرتبوں کا ذکر کیا	اولیا کا مرتبہ بھی ہے بڑا
اولیا سے بھی خیال ہم سری	ہے کمال گمراہی و کافری
من چہ گویم حال ایں اہل ضلال	پیش ازیں فرمود مولانا جلال
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد	کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد
اشقیاء را دیدہ بینا نبود	نیک و بد در دید شاں یکساں نمود
ہم سری بانبیا برداشتند	اولیا را ہم چو خود پنداشتند
گفت اینک ما بشر ایشان بشر	ما و ایشان بستہ خوابیم و خور



ایں نہ دانستند ایشان از غمی      ہست فرقے درمیاں بے منتہی  
 [ترجمہ: میں ان گمراہوں کا حال کیا بتاؤں، مجھ سے پیشتر مولانا جلال الدین رومی  
 فرما چکے ہیں کہ ایک عالم اس سبب سے گمراہ ہو گیا کم ہی لوگ ابدال حق سے آگاہ  
 ہوئے۔ بد بختوں کے پاس دیدہ بینا نہیں ہوتا نیک و بدان کی نظر میں برابر ہوتا ہے۔  
 وہ بد بخت انبیاء علیہم السلام سے ہمسری اور برابری کا دعویٰ کر رہے ہیں، اولیاء اللہ کو  
 اپنے جیسا گمان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم بھی بشر ہیں یہ (انبیاء اولیا) بھی بشر ہیں،  
 ہم بھی سوتے اور کھاتے پیتے ہیں یہ بھی سوتے اور کھاتے پیتے ہیں۔ اپنی کورنگاہی کی  
 وجہ سے یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے اور انبیاء اولیا کے درمیان بے انتہا فرق ہے۔]

روح کا اور حال ہے جسم کا اور حال، جنہوں نے ایسا نہ سمجھا، ایک کو دوسرے پر قیاس کر لیا وہ غلطی  
 میں پڑ گئے۔

امام جلال الدین سیوطی شرح سنن نسائی میں فرماتے ہیں:

ان للروح شانا آخر فتكون في الرفيق الاعلى وهي متصلة بالبدن  
 بحيث اذا سلم المسلم على صاحبها رد عليه السلام وهي في  
 مكانها هناك (۱۴۶)

انما ياتي الغلط ههنا من قياس الغائب على الشاهد فيعتقد أن الروح  
 من جنس ما يعهد من الاجسام التي اذا شغلت مكانا لم يكن ان  
 تكون في غيره وهذا غلط محض (۱۴۷)

[اس عبارت کا] حاصل یہ ہے کہ روح کو بدن کے ساتھ ایسا اتصال ہے کہ باوجود مفارقت کے  
 مردہ سنتا ہے، ادراک کرتا ہے، سلام کا جواب دیتا ہے تو روح رفیق اعلیٰ میں بھی ہے اور بدن کے  
 ساتھ بھی متصل ہے، جب سلام کرنے والا اُس پر سلام کرتا ہے تو وہ اُس کو جواب دیتا ہے  
 حالانکہ روح اُس کی رفیق اعلیٰ میں ہے۔ جو لوگ اس بات کو نہیں سمجھے وہ غلطی میں پڑ گئے منشا

۱۴۶۔ زہر الربیٰ علی المجتبیٰ شرح سنن نسائی: ج ۴/ص ۱۰۹۔

۱۴۷۔ مرجع سابق: ج ۴/ص ۱۱۰۔

اُن کی غلطی کا یہ ہوا کہ اُنہوں نے بے دیکھی ہوئی چیز کو دیکھی ہوئی چیز پر قیاس کیا۔ یوں سمجھ لیا کہ روح کا حال بھی جسم کا سا ہے کہ جب ایک مکان میں ہو تو اُسی وقت دوسرے مکان میں اُس کا ہونا ممکن نہیں۔

قاضی ثناء اللہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:

اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا و اجسادنا ارواحنا یعنی ارواح ایشان کاراجساد می کنند و گاہے اجساد از غایت لطافت بہ رنگ ارواح می برآید می گویند رسول خدا ﷺ را سایہ نبود ارواح ایشان از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند و بہ سبب ہمیں حیات اجساد آنہا را در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جا کہ خواہد سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالیٰ اجساد ایشان را قوت ارواح می دہد کہ در قبور نمازی خوانند و ذکر می کنند و قرآن می خوانند (۱۴۸)۔

[ترجمہ: اولیائے کرام نے فرمایا کہ ہماری روحیں ہمارے جسم (کی طرح) ہیں اور ہمارے جسم ہماری روح (کی طرح) ہیں۔ یعنی ان اولیائے کرام کی روحیں جسم کی مانند کام کرتی ہیں اور کبھی جسم انتہائی لطافت کی بنا پر روح کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رسول انور ﷺ کے جسم کا سایہ نہیں تھا۔ ان اولیائے کرام کی روحیں آسمان و زمیں اور جنت وغیرہ جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں، اسی حیات اجساد کی وجہ سے ان کے جسم قبر میں مٹی نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کا کفن بھی باقی رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کیا ہے کہ مومنین کی روحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور مومنین سے مراد مومنین کاملین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی طاقت دیتا ہے کہ قبروں میں یہ نماز پڑھتے ہیں، ذکر الہی کرتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔]

پس عقل و نقل دونوں کے نزدیک مسلم و مقبول ہے کہ اولیاء اللہ آن واحد میں متعدد مقام پر تشریف

۱۴۸۔ تذکرۃ الموتی والقبور:-

لاتے ہیں، اپنے مخلصین کے حال پر توجہات مخصوصہ مبذول فرماتے ہیں۔  
 بهجة الاسرار میں ہے کہ حضرت سیدنا غوث الاعظم کی وقت واحد میں متعدد اشخاص نے دعوت  
 کی، آپ اپنے دولت خانے ہی پر رونق افروز رہے اور ہر شخص یہ کہتا تھا کہ ہمارے یہاں تشریف  
 لائے، شریک دعوت ہوئے۔

علامہ سیوطی نے اس بارے میں رسالہ لکھا ہے (۱۴۹) اُس میں فرماتے ہیں:

کہ آن واحد میں وجود شخص واحد امکنہ متعدده میں مطابق قواعد شریعت کے ہے  
 اور عقل بھی اُس کو مستحیل نہیں سمجھتی۔ بڑے بڑے ائمہ اعلام کے کلام سے اس کا  
 ثبوت فرمایا ہے مثل علامہ علاء الدین قونوی شارح حاوی، شیخ تاج الدین سبکی،  
 شیخ کریم الدین آملی شیخ الخانقاہ الصلاحیہ، شیخ صفی الدین ابن ابی منصور،  
 عبدالغفار بن نوع القوسی صاحب الوحید، شیخ عقیف یافعی، شیخ تاج الدین بن  
 عطاء اللہ، سراج بن الملقن، برہان الالبانی، شیخ عبداللہ المنوفی، اُن کے تلمیذ شیخ  
 خلیل مالکی صاحب مختصر، محمد بن ابراہیم تلمسانی مالکی اور دیگر ائمہ کثیر اس کو ممکن  
 ہی نہیں بلکہ واقع بتا رہے ہیں۔

اس حضور کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ تشکل میں صور متعدد ہوں، دوسرے طی  
 ارض یعنی زمین ایسی لپیٹ دی جائے جس سے مکان واحد سمجھا جائے، تیسرے  
 جشہ ولی ایسا عظیم ہو جائے کہ دنیا کو گھیر لے اور ہر چیز کو اُس کے مکان میں پائے  
 جیسے ملک الموت اور منکر نکیر کا حال ہے۔ [ترجمہ ملخصاً] (۱۵۰)

یہ مضمون مذکور ہے المنجلی فی تطور الولی میں۔

۱۴۹۔ امام سیوطی کے اس رسالے کا نام ”المنجلی فی تطور الولی“ ہے، امام سیوطی نے شیخ عبدالقادر طشوطی کے  
 بارے میں ایک فتویٰ دیا تھا (جس کا ذکر اسی کتاب میں آگے آرہا ہے) اس پر ان کے بعض معاصرین نے اعتراض کیا کہ  
 ایک شخص کا ایک ہی وقت میں متعدد جگہ میں ہونا محال ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں امام سیوطی نے مذکورہ رسالہ تحریر  
 فرمایا۔ یہ رسالہ امام سیوطی کے مجموعہ فتاویٰ ”الحاوی للفتاویٰ“ میں موجود ہے۔ دیکھیے: الحاوی للفتاویٰ: باب  
 الطلاق، ج ۱/۱ ص ۲۱۷ تا ۲۲۳۔

۱۵۰۔ المنجلی فی تطور الولی: بشمولہ الحاوی للفتاویٰ: ج ۱/ص ۲۱۷۔

غلامان امت محمد رسول اللہ ﷺ کو جب یہ کمالات حاصل ہوں تو پھر اُس آقائے دو عالم ﷺ کی شان عزت کب ادراک میں آسکتی ہے کہ جن کے اتباع کی برکت سے غلاموں کو یہ مراتب ارفع و اعلیٰ عطا فرمائے جائیں۔ یہ بات نہایت ظاہر سے ظاہر ہے کہ امت کا کمال درحقیقت آپ ﷺ کا ہی کمال ہے۔ عقائد کا مسئلہ ہے، ولی کی کرامت پیغمبر کا معجزہ ہے۔ پروردگار نے آپ کی شان عزت دکھلانے کو آپ کے اولیائے امت کو اُن کمالات سے ممتاز فرما دیا کہ جو خود حضور ﷺ کو عطا کیے گئے تھے۔ قال الامام العارف الربانی الشیخ الشعرانی فی المیزان [عارف ربانی امام شعرانی نے اپنی کتاب میزان میں فرمایا ہے کہ:]

کل مقام کان لرسول اللہ یجوز ان یکون لخواص امته مالم یرد نص بخلافه۔

[ترجمہ: ہر وہ مقام بلند جو حضور ﷺ کو حاصل تھا جائز ہے کہ وہ آپ کی امت کے مخصوصین کے لیے بھی ہو جب تک کہ اس کے خلاف کوئی نص وارد نہ ہو جائے۔]

متبعان شریعت محمدی و جاں نثاران و غلامان بارگاہ نبوی جو منصب ولایت پر فائز ہوتے ہیں تو یہ مرتبہ اُن کو بہ طفیل اتباع حضور ﷺ ہی حاصل ہوتا ہے۔ سیرت محمدیہ میں ہے:

ما جاز الانبیاء معجزة جاز للاولیاء کرامة۔

[ترجمہ: جو چیز انبیاء کے لیے بہ طور معجزہ ممکن ہے، وہ چیز اولیاء کے لیے بہ طور کرامت ممکن ہے]

ولی تبع شریعت کو ہی کہتے ہیں۔ وصول الی اللہ کا راستہ بھی شریعت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ قرآن شریف کھل کر بتا رہا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے تمام راستے بند کر دیے گئے، سوائے راستہ محمد رسول اللہ ﷺ کے، یہ وہ راہ ہے کہ پانچ وقت نماز میں اُس کا مانگنا اُس پر استقامت کی دعا کرنی ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اهدنا الصراط المستقیم (۱۵۱) [ترجمہ: اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔]

حضرت عبداللہ بن عباس و امام ابو العالیہ و امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ ”صراط مستقیم رسول اللہ ﷺ و صاحبین ہیں“۔ دوسری جگہ یہی مضمون یوں ارشاد ہوتا ہے کہ ”اسی سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے“۔ ان ربی علی صراط مستقیم (۱۵۲) [ترجمہ: بے شک میرا رب حق و انصاف کی سیدھی راہ چلاتا ہے۔] اور فرمایا جاتا ہے یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے کہ پرہیزگاری کرو، اسی کی پیروی کرو اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تاکید فرماتا ہے:

ان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن  
سیبلہ ذلکم و صکم بہ لعلکم تتقون (۱۵۳)

[ترجمہ: بے شک یہی میرا مقرر کیا ہوا سیدھا راستہ ہے تو اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ تمہیں بھٹکا کر تتر بتر کر دیں گی، یہ بات ہے جس کا خدا تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔] اسی اتباع کی برکت سے تبعین سے وہ وہ باتیں ظہور میں آتی ہیں کہ جو عقول کو عاجز کرنے والی ہیں، پانی پر چلتے ہیں، ہوا پر اڑتے ہیں، پتھروں سے کلام کرتے ہیں، مصیبت زدوں کے کام آتے ہیں، عالم میں ہر قسم کے تصرف کی قدرت رکھتے ہیں۔

کرامات الاولیاء حق فتظهر الکرامة علی طریق نقض العادة للولی من  
قطع المسافة البعيدة فی المدة القليلة وظهور الطعام والشراب عند  
الحاجة وللمشی علی الماء والطیران فی الهواء وکلام الجماد  
والعجماء واندفاع المتوجه من البلاء وکفاية المهم من الاعداء  
وغير ذلك من الاشياء ویکون ذلك معجزة للرسول الذی ظهرت هذه  
الکرامة لواحد من امتہ کما فی عقائد النسفية و غیرها۔ وقال الامام  
المستغفری فی کتاب دلائل النبوة کرامات الاولیاء حق بکتاب اللہ

۱۵۲۔ ھود: ۵۶۔

۱۵۳۔ الانعام: ۱۵۳۔

والاثر الصحيحة المروية واجماع اهل السنة انتهى (۱۵۴)

[ترجمہ: اولیائے کرام کی کرامتیں برحق ہیں، ولی کی کرامت خارق عادت کے طور پر ظاہر ہوتی ہے، جیسے تھوڑی مدت میں طویل مسافت طے کرنا، ضرورت کے وقت کھانے اور پانی کا ظاہر ہونا، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، پتھر اور بے زبانوں سے کلام کرنا، بلا مصیبت کو دور کرنا، دشمن کے شر کو دفع کرنا وغیرہ یہ تمام چیزیں رسول کا معجزہ ہوتی ہیں جو ان کی امت کے کسی فرد سے کرامت کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسا عقائد نسفی وغیرہ میں ہے۔ امام مستغفری اپنی کتاب دلائل النبوة میں فرماتے ہیں: اولیاء اللہ کی کرامت کتاب اللہ، احادیث صحیحہ اور اجماع اہل سنت و جماعت سے ثابت ہے]

کرامات اولیائے امت معجزہ رسول اللہ ہے، جس کو پروردگار صدق نبوت کے لیے اُن کے ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے، اُنہیں کے وجود کی برکت سے عالم سے بلائیں دفع ہوتی ہیں، نعمائے الہی مستحقین کو حسب استعداد پہنچتے ہیں، پروردگار اُن کو عالم کا والی بنا دیتا ہے۔  
فحات [الانس] میں کشف المحجوب سے منقول ہے:

خداوند سبحانہ برہان نبوی را باقی گردانیدہ است و اولیا را سبب اظہار آں کردہ تا پیوستہ آیات حق و حجت صدق محمد ظاہر شدہ می باشد و مرا ایشاں را و الیان عالم گردانیدہ از آسمان باراں بہ برکت قدم ایشاں بار دواز زمین نبات بہ صفائے احوال ایشاں روید [و با کافران مسلمان نصرت بہ ہمت ایشاں یا بند] و ایشاں چہار ہزار اند کہ مکتومان اند۔

اخبار بدین وارد است و سخن اولیا بدین ناطق و مرا خود اندرین معنی بحمد اللہ خبر عیاں گشت اما آں کہ اہل حل و عقد اند و سرہنگان درگاہ حق اندی صدا کہ مر ایشاں را اخیار خوانند و چہل دیگر کہ ایشاں را ابدال خوانند و ہفت دیگر ایشاں را

۱۵۴۔ مصنف نے یہ عبارت کس کتاب سے نقل کی ہے معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ عبارت کا ابتدائی حصہ عقائد نسفیہ کا ہے۔ دیکھیے: شرح عقائد نسفی: ص ۹۱ تا ۹۳۔

ابراہر خوانند و چہار دیگر اند کہ ایشان را اوتا د خوانند و سہ دیگر اند کہ ایشان را نقبا خوانند و یکے دیگر کہ وے را قطب و غوث خوانند۔

صاحب فتوحات مکیہ رجال ہفت گانہ را ابدال گفتہ است و در انجا ذکر کردہ است کہ حق سبحانہ تعالیٰ زمین را ہفت اقلیم گردانیدہ است و ہفت تن از بندگان خود برگزیدہ و ایشان را ابدال نام نہادہ و وجود ہر اقلیمے را بوجودے کے ازاں ہفت تن نگاہ میدارد و گفتہ است کہ من در حرم مکہ با ایشان جمع شدم و بر ایشان سلام کردم و ایشان بر من سلام گفتہ اند و با ایشان سخن گفتہ ام فمارایت فیما رأیت احسن سمنا منهم ولا اکثر شغلا منهم باللہ تعالیٰ (۱۵۵)۔

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے براہین نبوت کو آج تک باقی رکھا ہے اور اولیا کو اس کے اظہار کا سبب بنایا ہے تاکہ آیات حق اور حضور ﷺ کی صداقت کے دلائل ہمیشہ ظاہر ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو جہان کا والی بنایا ہے، آسمان سے رحمتوں کی بارش انہیں کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے اور زمین میں جو کچھ اگتا ہے وہ انہیں کی برکت اور ان کے احوال کی صفائی کی بدولت پیدا ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ میں سے چار ہزار تو وہ ہیں جو پوشیدہ رہتے ہیں، ان کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں اور اولیائے کرام کے اقوال اس پر شاہد و ناطق ہیں۔ مجھ پر خود بحمد اللہ اس کے معانی ظاہر ہو چکے ہیں۔ جو اولیا حق تعالیٰ کی بارگاہ کے لشکری اور مشکلات کو حل کرنے والے اور حل شدہ کو بند کرنے والے ہیں ان کی تعداد تین سو ہے، ان کو اختیار کہا جاتا ہے اور چالیس وہ ہیں جن کو ابدال کہا جاتا ہے اور سات وہ ہیں جن کو ابراہر اور چار وہ ہیں جن کو اوتا د اور تین وہ ہیں جن کو نقبا اور ایک وہ ہے جسے قطب اور غوث کہا جاتا ہے۔

صاحب فتوحات مکیہ [شیخ اکبر محی الدین عربی] نے سات رجال کو ابدال کہا ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو سات اقلیم میں بنایا ہے اور اپنے

بندوں میں سات بندوں کو چن لیا ہے اور ان کا نام ابدال رکھا ہے۔ ان اقلیم میں ہر اقلیم کا وجود انہیں ساتھ ابدال کے وجود سے قائم ہے۔ [شیخ اکبر] فرماتے ہیں کہ میں نے حرم مکہ میں ان ساتوں سے ملاقات کی ہے، میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے مجھے سلام کیا، میں نے ان سے گفتگو کی، میں نے ان سے زیادہ حسین اور ان سے زیادہ اللہ کی یاد میں مشغول رہنے والا نہیں دیکھا۔]

یہ ابدال و اوتاد وغیرہ وہ مقبولان بارگاہ حق ہیں کہ جن کی شان ارفع و اعلیٰ میں آقائے دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں وبہم ترزقون وبہم تمطرون (۱۵۶) [انہیں کے صدقے تمہیں رزق دیا جاتا ہے، انہیں کے صدقے تم پر بارش کی جاتی ہے۔] جن کے طفیل میں بلائیں دفع ہوتی ہوں، بقائے وجود عالم جن کا صدقہ ہو تو ان کی شان کے آگے کیا کچھ مقام تعجب ہے، اگر ان کے کمالات بے حد اور تصرفات بعید سے ایک ادنیٰ سی بات یہ ہو کہ ایک قدم میں مشرق سے مغرب تک پہنچیں، آن واحد میں ہزار جگہ موجود ہوں۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک سوال آیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی اگر رات شیخ عبدالقادر طشٹوطی میرے یہاں تشریف نہ لائے ہوں میں جھوٹ کہتا ہوں تو میری زوجہ کو طلاق ہے۔ دوسرے شخص نے بھی اسی طور کہا اس صورت میں طلاق کس کی زوجہ پر واقع ہوگی؟ امام سیوطی فرماتے ہیں حضرت شیخ کے گھر قاصد بھیج کر میں نے دریافت کیا کہ آپ شب کس کے یہاں تشریف لے گئے تھے؟ جواب میں کہلا بھیجا اگر چالیس آدمی اسی طور کہیں تو وہ سب

---

۱۵۶۔ مکمل حدیث اس طرح ہے: لا یزال فی امتی سبعة لا یدعون اللہ فی شفی الا استجاب لہم بہم تنصرون وبہم تمطرون [ترجمہ: میری امت میں سات لوگ ایسے ہمیشہ رہیں گے کہ جب بھی وہ دعا کریں گے اللہ ان کی دعا قبول فرمائے گا، ان کے صدقے تمہاری مدد کی جائے گی اور ان کے صدقے تم پر بارش کی جائے گی] اس حدیث کو امام معمر بن راشد نے اپنی جامع میں اور امام ابن مبارک نے کتاب الجہاد میں مرسل روایت کیا ہے۔ امام عبدالرزاق الصنعانی نے بھی اپنی کتاب مصنف میں اس کو روایت کیا ہے، الفاظ میں قدرے اختلاف ہے، فرماتے ہیں: لا یزال فیکم سبعة بہم تنصرون وبہم تمطرون حتی یأمر اللہ [ترجمہ: تم میں سات لوگ ایسے رہیں گے جن کی وجہ سے تمہاری مدد کی جائے گی، ان کی وجہ سے تم پر بارش کی جائے گی اور ان کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ (یعنی قیامت) آجائے گی۔]

---



سچے ہیں، پس میں نے جواب میں سوال کے یہ فتویٰ دیا کہ کوئی حائث نہیں ہوا طلاق کسی پر واقع نہ ہوئی کیوں کہ ایک صورت کا چند جا ہونا اور ایک شخص کا ایک وقت میں چند جا ہونا واقع ہے جیسا کہ جنات کے لیے ہے۔ (۱۵۷)

مجدد الف ثانی [مکتوبات] مجلد ثانی میں فرماتے ہیں:

ہر گاہ کہ جنیان را بتقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ مشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بہ وقوع آرند ارواح مکمل را اگر ایں قدرت عطا فرماید چہل تعجب است و چہ احتیاج بہ بدن دیگر ازیں قبیل است آنچہ بعضے اولیاء اللہ نقل می کنند کہ در یک آن در امکانہ متعددہ حاضری گردند و افعال متبائنہ بہ وقوع می آرند و ہم چنین عزیزے کہ در ہندوستان توطن دارد و ازاں دیار نہ برآمدہ است جمیع از حضرت مکہ معظمہ می آیند می گویند کہ آں عزیز را در حرم کعبہ دیدہ ایم و چنین در میان ما و عزیز گزشتہ است و جمع دیگر نقل می کنند کہ ما اورا در روم دیدہ ایم و جمع دیگر از بغداد دیدہ اند ایں ہمہ شکل لطایف آں عزیز است بہ اشکال مختلفہ (۱۵۸) و ہم چنین ارباب حاجات از اعزہ احیا و اموات در اں مخاوف و مہالک مدد ہا طلب می نمایند و می بیند کہ آں صور اعزہ حاضر شدہ دفع بلیہ ازیں نہاں نمودہ است از ما و شما بہانہ برساختہ اند و ایں شکل گاہ در عالم شہادت بود و گاہ در عالم مثال چنان چہ در یک شب ہزار کس آں سرور را علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام بہ صور مختلفہ در خواب می بینند و استفادہ ہا می نمایند ایں ہمہ تشکک صفات و لطایف اوست بہ صورت ہاے مثالی و ہم چنین مریداں از صورت مثالی پیراں استفادہ ہا می نمایند و حل مشکلات می فرمایند۔

۱۵۷۔ المنجلی فی تطور الولی: مشمولہ الحاوی للفتاویٰ: باب الطلاق، ج ۱/ص ۲۱۷۔

۱۵۸۔ جدی سیف اللہ المسلمول سیدنا شاہ فضل رسول القادری العثماني البدرایونی بارہا یوم جمعہ بعد طلوع بدایوں سے روانہ ہوئے اور گاہ نماز جمعہ میں دہلی دیکھے گئے، گاہ حرم کعبہ میں، گاہ سرکار اجیر میں۔ اس حال کے دیکھنے والے اب تک موجود تھے۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

[ترجمہ: جب کہ جنات کو تقدیر الہی سے یہ قدرت ہوتی ہے کہ مختلف شکلیں اختیار کر لیں، ان سے محیر العقول عجیب و غریب اعمال وقوع پذیر ہوں تو اگر کامل روحوں کو اللہ یہ قدرت عطا فرمادے تو کیا تعجب ہے اور انہیں دوسرے جسم کی بھی حاجت نہیں۔ اسی قبیل سے ہے وہ جو بعض اولیائے کرام سے منقول ہے کہ ایک وقت میں متعدد جگہ حاضر ہو گئے اور مختلف افعال و اعمال ایک وقت میں کیے۔ اسی طرح کا واقعہ ہے کہ ایک عزیز جو ہندوستان میں رہتا ہے اور کبھی اس ملک سے باہر نہیں گیا تمام وہ لوگ جو مکہ معظمہ سے واپس آتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم نے اس عزیز کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے، ہمارے اور اس کے درمیان ایسا ایسا ہوا۔ دوسرے بہت سے لوگوں نے بیان کیا کہ ہم نے اسے روم میں دیکھا ہے۔ اسی طرح دوسرے لوگوں نے کہا ہم نے اسے بغداد میں دیکھا ہے۔ اشکال مختلفہ کے ساتھ یہ تمام اس عزیز کی لطیف شکلیں ہیں۔ اسی طرح ارباب حاجات خوف و ہلاکت کی جگہوں میں اپنے زندہ و مردہ اعزہ سے مدد طلب کرتے ہیں اور وہ دیکھتے ہی کہ اعزہ کی صورت حاضر ہوئی اور ان سے بلا کو دور کر دیا۔ یہ شکل کبھی عالم شہادت میں ہوتی ہے اور کبھی عالم مثال میں، چنانچہ ایک رات میں ہزار لوگ حضور ﷺ کو دیکھتے ہیں اور ان سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب بہ صورت مثالی آپ کی صفات و لطائف کا تشکل ہے۔ اسی طرح مرید پیر کی صورت مثالی سے استفادہ کرتے ہیں اور مشکلات حل کرتے ہیں۔]

شاہ ابوالذکا مولانا مولوی سراج الدین محمد سلامت اللہ صاحب رسالہ ”تبشیر الوری“ میں نقل کرتے ہیں:

حضرت شاہ بولن صاحب دادا میاں خواجہ احمد رام پوری کی حکایت مشہور و معروف ہے کہ وہ ایک وقت میں ہندوستان میں بھی موجود تھے اور اُسی وقت کعبے کا طواف بھی فرمایا۔ اس روایت کے وہ ناقلین ثقافت و عدول کہ جنہوں

نے بہ چشم خود شاہ صاحب کو دیکھا ہے۔ ایک دو واسطے سے اب بھی رام پور میں موجود ہیں۔ اُن میں سے بعض نے فقیر سے بیان کیا کہ تھوڑی دیر میں ہندوستان سے مکہ معظمہ کو پہنچ کر وہاں سے مدینہ منورہ اور وہاں سے کابل ہوتے ہوئے پھر ہندوستان آگئے۔ (۱۵۹)

از خود فانی با حق باقی شراب حقیقت کے ساقی حضرت شاہ بلاقی جن کا مزار مقدس مراد آباد میں ہے ایک روز میں سات مقام پر نماز عید ادا فرمائی۔ جیسا کہ سید شاہ حفیظ اللہ عباسی ہاشمی قادری خلیفہ حضرت شاہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کتاب ”بیت المعرفت“ میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت اقدس قدس سرہ الباقی نماز عید دو گانہ عید در مراد آباد و نہٹور و سیوہارہ و شیر کوٹ و نگینہ و جلال آباد و کرتپور با صد ہا مردم گزاردہ اند و مصافحہ و معانقہ کردہ شہر بہ شہر گفتگور و داد آخر الامر ہمہ حیران ماندند۔

[ترجمہ: حضرت نے عید کی دو گانہ نماز مراد آباد، نہٹور، سیوہارہ، شیر کوٹ، نگینہ، جلال آباد، کرتپور میں سیکڑوں لوگوں کے ساتھ ادا کی نیز مصافحہ و معانقہ بھی کیا۔ یہ بات مختلف شہروں میں پھیل گئی، آخر کار سب لوگ حیران رہ گئے۔]

نیز اُسی کتاب میں مرقوم ہے کہ شرکت تقریب شادی کے لیے سادات نہٹور نے حضرت کو اطلاعی خط تحریر کیا چوں کہ علم کسی خاص جگہ پر فروکش ہونے کا نہ تھا اس خیال سے متفرق خطوط متفرق مقامات پر روانہ کیے، اُن تمام مقامات سے جوابات حضرت کے دست خط و مہر سے مزین پہنچے:

قریب دو ازدہ رقعہ مہری جمع شدند ہمہ در حیرت افتادند کہ ایں اسرار الہی است در فہمیدمانی آید کہ یک کس در یک وقت بہ مکانات مختلف الاطراف چگونہ باشد۔

[ترجمہ: تقریباً بارہ خط مہر سے مزین جمع ہوئے، سب حیرت میں پڑ گئے کہ یہ کیا

۱۵۹۔ تبشیر الوری بحضور المصطفیٰ مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری (وفات: ۱۳۳۸ھ) کا رسالہ ہے، راقم کو دستیاب نہ ہو سکا۔

راز الہی ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر کیسے ہو سکتا ہے۔]

تفسیر [روح البیان میں] ذومرہ فاستویٰ (۱۶۰) کے ضمن میں ہے:

جبریل صورت اصل پر مستقیم و مستقر ہوئے جس پر اُن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تھا، نہ صورت حضرت دحیہ پر جس میں اکثر وحی لے کر آیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم کے پاس بہ صورت مہمان آئے، حضرت داؤد کے پاس مدعی مدعا علیہ بن کر آئے۔ شیطان مجمع قریش میں بہ صورت شیخ نجد شریک مشورہ ہوا، یہاں پر بہ ظاہر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ فرشتہ یا غیر فرشتہ کوئی تبدیل صورت یعنی تفسیر ترکیب و تالیف پر سوائے خدا کے قدرت نہیں رکھتا۔ اُس کا جواب یہ ہے کہ تفسیر صورت اللہ تعالیٰ کا ہی فعل ہے، وہ فرشتوں یا خاص بندوں کو وہ قوت دیتا ہے کہ اس بدن معبود کے سوا وہ دوسرے بدن غیر معبود میں بھی تصرف کرنے لگتے ہیں، جیسے کہ یہ شان ابدال کی ہے وہ ایک جگہ سے انتقال کر جاتے ہیں اور وہاں اپنی صورت کے مشابہ ایک صورت اور چھوڑ جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جبریل صورت اصلی کو چھوڑ کر کبھی حضرت دحیہ امیر عرب کی شکل میں، کبھی کسی بدوی کی شکل میں آتے۔ اسی جگہ سے اولیاء اللہ کا یہ مقولہ مقبول ہے الواحد یتکثر والمعانی تتجسد۔

اگر اس مضمون کے اثبات کے لیے قصد دلائل جمع کرنے کا کیا جائے تو وہ علیحدہ ایک کتاب بن سکتی ہے، لیکن میں نے اُس کے فصوح و کثرت کو دیکھ کر طریق ایجاز اختیار کیا۔

میزان میں شیخ محمد خضریٰ کے حال میں لکھا ہے آپ نے ایک دن میں پچاس جگہ نماز جمعہ پڑھائی۔ شیخ حسین ابوعلی جن کا مزار مصر میں ہے اُن کے مریدین بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت رات دن صورت بدلتے رہتے تھے، کسی وقت کسی صورت میں گویا یہ انہوں نے اپنی دھج بنا رکھی تھی، یہاں تک کہ درندوں چار پاؤں کی شکل میں ظاہر ہوتے۔ ایک روز اُن کے دشمنوں نے موقع پا کر قتل کر ڈالا، صبح کو پھر سب نے نماز پڑھتے دیکھا۔ بات یہ تھی کہ دشمنوں کے عزم کا حال اُن کو بذریعے کشف والہام کے معلوم ہو گیا تھا، آپ وہاں سے دوسری جگہ تشریف لے گئے اور

یہاں اپنی شبیہ و مثال چھوڑ گئے، دشمن نابینا سمجھے کہ یہی شیخ حسین ہیں حالاں کہ وہ آپ کی بہت سی صورتوں میں سے ایک صورت تھی، مگر مخلوق نادان اس بھید کو کیا جانے اور اولیاء اللہ کے مرتبوں کو جو خارج از وہم و قیاس ہیں کیا پہچانے۔ اس صورت بدلنے اور ایک صورت سے چند صورت ہونے کی یہ صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خلعت امر کن سے روح کو نوازتا ہے تو اس کو قدرت بخشتا ہے کہ جس قدر جسموں کی چاہے مدبر ہو جائے، اولیاء اللہ کو یہ بات دنیا میں بہ طور کرامت عطا ہوتی ہے اور آخرت میں یہ امر پیدائشی اُن کو عطا ہوگا کہ ایک شخص متعدد جسم کا مدبر ہوگا، جس طرح ایک روح تمام اعضائے بدن کی مدبر ہوتی ہے اور ایک عضو کی تدبیر اور شکلیں تصرف روح کو دوسرے عضو کے تصرف اور تدبیر سے باز نہیں رکھتا جیسے تو ایک آن واحد میں سنتا ہے، دیکھتا ہے، ہاتھ سے پکڑتا ہے اور چلتا ہے، پس ایک آن میں روح سب اعضا سے کام لیتی ہے اور ایک شان اُس کو دوسری شان سے مانع نہیں ہوتی۔ یہی حال ہے اولیاء اللہ کے چند صورتوں میں تدبیر و تصرف کا اور چند جسموں میں ایک وقت ہونے کا اور اُن سب جسموں کی پرداخت کا کہ ایک روح ولی ہزار جسم کو پالیتی ہے اور اُس میں تدبیر و تصرف کرتی ہے چنانچہ اس کی مثال خود تیرے جسم میں موجود ہے انتہی۔ ترجمہ روح البیان مع زیادت توضیح۔ (۱۶۱)

اُسی میں والجبال او تاداً کی تفسیر میں ہے:

او تادانی الحقیقت سردار اولیا ہیں اور خواص اصفیا ہیں۔ وہ مانند پہاڑ کے ثابت و برقرار ہیں انہیں کی وجہ سے زمین کا وجود ثابت ہے۔ (۱۶۲)

قطعیت وجود ابدال و اوتاد وغیرہ کی اور ایک آن میں اُن کے متعدد مقامات پر تشریف فرما ہونے کی قرآن و احادیث سے مقطوع و متیقن ہے، یہاں تک کہ سیوطی نے اسی بارے میں خاص ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے، اُس کا نام ”الخبر الدال علی وجود القطب والوتاد والنجبا والابدال“ رکھا۔ محققین نے اُس کو سند میں ذکر کیا۔

۱۶۱۔ یہ روح البیان کی چند عبارتوں کا تلخیصی ترجمہ ہے۔ دیکھیے: روح البیان: علامہ اسماعیل حق، ج ۹/۱ ص ۲۱۴، تاحص ۲۱۷، (تفسیر سورہ وانجم)

۱۶۲۔ روح البیان: ج ۱۰ ص ۲۹۴ (تفسیر سورہ نباء)۔

صاحب حصن حصین شریف متعلق حدیث یا عباد اللہ اعینونی [اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو] لکھتے ہیں کہ ”یہ حدیث ابدالان الہی کی شان میں ہے“ (۱۶۳)۔ جمع الجوامع میں ابو یعلیٰ اور طبرانی سے منقول اذا انفلت دابة احدکم (الخ) (۱۶۴) اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے اذا ضل احدکم شیئاً (الخ)۔

جامع الدرر شرح حصن حصین میں اس حدیث کے متعلق ہے ہذا حدیث حسن۔ مسند بزار میں ابن عباس سے یہ حدیث مرفوعاً مروی، حافظ یتیمی نے مجمع الزوائد میں اس کو نقل کر کر لکھا ورجالہ ثقات (۱۶۵) حافظ ابن حجر عسقلانی نے زوائد بزار میں اس کی تحسین کی۔ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں عبد اللہ بن عباس سے روایت کیا (۱۶۶)۔ طبرانی نے معجم کبیر میں عتبہ بن غزو ان سے، ابن سنی نے عبد اللہ بن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا (۱۶۷)۔ حافظ جلال الدین سیوطی، حافظ جوزی، ملا علی قاری وغیرہم نے اس حدیث کو حجت مانا۔ تذکرۃ الموضوعات میں اس حدیث کو لکھ کر کہا ہو صحیح وان شئت قلت متواتر یقطع بوجود الابدال ضرورة (۱۶۸) [یہ روایت صحیح ہے اگر تم چاہو تو اس کو متواتر کہو، یہ ابدال کے وجود کو قطعی طور پر ثابت کرتی ہے۔] جب تبعین کے کمالات خارج از عقل ہوں تو پھر اصل متبوع کے شیون جمال و جلال و نعوت کمال کو عقل کیوں کرا حاطہ کر سکتی ہے ع

اور تر از انست کہ آید بہ خیال

۱۶۳۔ الحصن والحصین کے پیش نظر نئے میں حدیث مذکور کے ذیل میں یہ عبارت نہیں ہے، البتہ اس حدیث کے بعد امام جزری نے لکھا ہے کہ وقد جرب ذلك [یہ عمل مجرب ہے] دیکھیے: الحصن والحصین، المنزل الرابع ما يقال اذا انفلت الحيوان ص ۱۲۷۔

۱۶۴۔ الف: مسند ابو یعلیٰ: ج ۹/ص ۱۷۷۔

ب: المعجم الكبير: طبرانی، ج ۱۰/ص ۲۱۷۔

۱۶۵۔ مجمع الزوائد: ج ۱۰/ص ۱۳۲۔

۱۶۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۶/ص ۱۰۳۔

۱۶۷۔ عمل اليوم والليلة: ابن السنی، ص ۱۶۲۔

۱۶۸۔ ”تذکرۃ الموضوعات“ دستیاب نہیں ہوئی، الحصن والحصین کے حاشیے میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے بھی تذکرۃ الموضوعات کے حوالے سے مذکورہ عبارت نقل کی ہے۔ دیکھیے: الحصن والحصین: المنزل الرابع ما يقال اذا انفلت الحيوان، ص ۱۲۷۔

## [محفل میلاد میں حضور ﷺ کی تشریف آوری:]

جب ادنیٰ ادنیٰ نام لینے والے اُس سردار دو جہاں ﷺ کے آن واحد میں ہزار جگہ تشریف فرما ہوں تو پھر خاصۃً اُس رحمۃ اللعالمین ﷺ کی تشریف آوری کے اثبات کی ضرورت نہیں، اجلی البدیہات سے ہے۔ وہ کون بڑے سے بڑا مرتبہ ہے جو حضور سرور عالم ﷺ کی عزت و عظمت کے مقابلے میں سنگ..... بھی ہو سکے اور وہ کون امر ہے جو حضور کی شان کے آگے بعید معلوم ہو۔ لہذا چند مختصر جملے پیش نظر رکھ کر حضور کی محافل متبرکہ میں رونق افروزی خاص کر وقت بیان واقعہ ولادت تشریف لانے اور اُس کے لیے قیام تعظیمی بجالانے کا ثبوت لیجیے۔

سردار تمام انبیا و مرسلین کے، آقائے دو عالم، رحمت مجسم، محبوب رب العلمین، خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ ایمان اسی اقرار و تصدیق کا نام ہے، قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے یہ بات ثابت ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے:

نعتقد أن سيدنا محمداً أفضل الخلائق اجمعين لا يساويه احد من

الملئكة والرسل فضلاً عن سائر العلمين۔ (۱۶۹)

[ترجمہ: ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ ہمارے سردار محمد ﷺ افضل الخلائق ہیں، فرشتوں

اور رسولوں میں سے کوئی بھی آپ کے برابر نہیں، چہ جائے کہ باقی لوگ]

آپ ابتدا ہیں عالم کی اور اول ہیں ظہور میں۔ فتوحات مکیہ میں ہے:

فكان مبتداء العالم واول ظاهر في الوجود [ترجمہ: رسول انوار ﷺ عالم

کی ابتدا ہیں اور وجود میں سب سے پہلے ظاہر ہوئے۔]

خلق اُن سے نہیں کوئی اول اولوں سے بھی ہیں وہی اول

کل زمانہ ہے مصطفیٰ کے بعد سب سے افضل ہیں وہ خدا کے بعد

عرش و کرسی، آسمان و زمیں سب آپ کے ہی نور سے ظاہر ہوئے۔ اول ما خلق اللہ نوری

احمد کہ شہ سریر لولاک آمد جانے است کز آلائش تن پاک آمد

یک حرف ز مجموعہ عز و شرفش لولاک لما خلقت الافلاک آمد

۱۶۹۔ احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام: ص ۳۱۔

پیغمبران کرام کو نبوت و رسالت، اولیاء اللہ کو ولایت سب انہیں کے دستِ جود کا صدقہ ہے۔  
مواہب میں ہے:

فهو خزانة الشرف لا ينفذ أمر الا منه ولا ينقل خير الا عنه۔

[ترجمہ: رسول اکرم شرف و فضل کا خزانہ ہیں ہر امر ان کی جانب سے جاری ہوتا

ہے اور ہر خیر ان ہی کے ذریعے پہنچتی ہے۔]

حضور ﷺ کا نور تمام ذراتِ عالم میں ساری ہے اللہم صل علی محمد و آلہ النور الذاتی  
الساری سرہ فی جمیع آثار الاسماء والصفات۔

محققین اولیائے کرام کے یہاں یہ مسئلہ متفق علیہا ہے حقیقۃ النوریۃ ساریۃ فی کل شیء۔  
آپ رحمت اللعالمین ہیں وسعت رحمتی کل شیء تمام عالم آپ کے احاطہ قدرت کے  
بحث میں ہے، ہر شی میں آپ کے ہی نور کا ظہور ہے السماء والارض والعرش والکرسی  
مملوءة من رسول اللہ ﷺ۔ کوئی ذرہ ذراتِ عالم کا ایسا نہیں کہ جس کو محمد رسول اللہ ﷺ کے  
فیض سے حصہ نہ ملا ہو۔ مولانا جامی شرح فصوص میں لکھتے ہیں:

حقیقت محمدی قطب الاقطاب ہے، صورت اسم جامع الہی ہے، اُس سے فیض و  
مدد جمیع اسما پر ہے۔ پس یہی حقیقت پرورش کرنے والی تمام عالم ظاہر کی ہے اور  
باطنی حقیقت سے تمام عالم باطن کو پرورش کرنے والی اور یہ مضمون متصور نہیں  
ہوتا، مگر ہر حق دار کے حق ادا کرنے سے اور پہنچانے سے ہر چیز کے جس کی  
طرف تمام عالم محتاج ہے اور یہ معنی نہیں ممکن مگر بہ قدرتِ تامہ اور جمیع صفات  
الہیہ سے پس آں حضرت کے لیے کل اسما اور آپ ہی کے لیے پرورشِ مطلقہ  
ہے کہ بہ سبب اُس کے تمام عالم میں تصرف فرماتے ہیں اُن کی استعداد کے  
موافق اور جب کہ یہ حقیقت دو قسم پر ہے الہیہ و عبودیہ، تو نہیں صحیح ہے یہ اصلی طور  
پر بلکہ تابع داری سے اور اسی کا نام خلافت ہے۔

اور یہی خلافت عبارت ہے تصرف فی العالم سے جیسا کہ صاحب تفسیر عزیزی فرماتے ہیں:

[۱] خلافت عبارت از تصرف در اشیا است۔



[۲] خلافت را دو چیز لازم است اول دانستن صفات و افعال از طرف خود  
 سرانجام تو اند کرد، دوم دانستن چیز ہائے کہ زیر فرمان خلافت او داخل اند تا باہر  
 چیز آں معاملہ نماید کہ با او بستے کرد الہی ان قال  
 [۳] وایں را علم بہ جمیع اسمائے الہی و جمیع اسمائے کونی و جمیع کمالات و نعمتہائے او  
 تعالیٰ در کار است و بدون معرفت حقائق عالم تفصیلاً ایں علم صورت نمی بندد۔ (۱۷۰)  
 [ترجمہ: خلافت اشیا میں تصرف کا نام ہے۔

خلافت کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں پہلی یہ کہ ان صفات و افعال کو جاننا جو  
 خود انجام دے سکتا ہو دوسری یہ کہ ان چیزوں کو جاننا جو اس کی خلافت کے تحت  
 داخل ہوں تاکہ ہر چیز کے ساتھ وہی معاملہ کرے جو اس کے ساتھ وابستہ ہے۔  
 اس کے لیے تمام اسمائے الہی اور تمام اسمائے تکوینی نیز اللہ کی کل نعمتوں اور  
 کمالات کا علم ہونا درکار ہے اور بغیر عالم کے تفصیلی حقائق کی معرفت کے اس علم  
 کے حصول کی کوئی صورت نہیں۔]

آپ مظہر ہیں پروردگار کے اسمائے حسنی کے۔ مدارج میں ہے:  
 خلاف نیست نزد محققین در آں کہ آں حضرت ﷺ متصف و متحقق است بہ جمیع  
 اسمائے حسنی۔

[ترجمہ: محققین کا اس بات میں اختلاف نہیں ہے کہ حضور ﷺ تمام اسمائے حسنی  
 کے ساتھ متصف ہے۔]

آپ بحسدہ مثل حیات سابق دنیوی زندہ ہیں۔ شرح سفر السعادت میں متعلق حدیث [ان اللہ  
 عزوجل قد] حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (۱۷۱) [ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے

---

۱۷۰۔ یہ تین الگ الگ عبارتیں ہیں، دیکھیے: تفسیر عزیزی: [۱] ص ۱۶۷، [۲] ص ۱۶۶، [۳] ص ۱۶۸۔  
 ۱۷۱۔ الف: سنن نسائی: کتاب الجمعة، باب اکثار الصلاة علی النبی ﷺ، حدیث نمبر ۱۳۷۵۔  
 ب: سنن ابن ماجہ: کتاب اقامة الصلوات والسنة فیہا، باب فی فضل الجمعة، حدیث نمبر ۱۰۸۵۔  
 ج: سنن ابوداؤد: کتاب الصلاة، باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة، حدیث نمبر ۱۰۴۷۔ ابوداؤد کی روایت  
 میں ان تاکل کا لفظ نہیں ہے۔

زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے [فرماتے ہیں:

عدم اكل ارض اجساد را كنائت است از حیات، والا سلامت بدن [در زمین]  
بے اعادہ روح چہ فائدہ دارد؟ وائیں مبنی است بر مسئلہ حیات انبیاء کہ بہ حیات حسی  
دنیاوی موصوف اند بالاتر از حیات شہدا کہ ایں حیات معنوی اخروی است و  
دریں مسئلہ ہیچ کس را از علمائے امت خلاف نیست۔ (۱۷۲)

[ترجمہ: زمین کا (انبیاء کے) جسموں کو نہ کھانا یہ کنایہ ہے ان کی حیات سے،  
ورنہ [زمین میں] جسم کا سلامت رہنا بغیر روح کے کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔ یہ  
انبیاء کرام کی حیات کے مسئلے پر مبنی ہے کہ (وفات کے بعد) ان کی حیات  
حیات دنیوی وحسی ہے، جو شہدا کی زندگی سے بالاتر ہے کیوں کہ ان (شہدا) کی  
حیات معنوی اخروی ہے۔ اس مسئلے میں امت کے کسی عالم کا اختلاف نہیں۔]  
تمام علمائے امت آیت کریمہ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم (۱۷۳) سے استوائے  
حالت موت و حیات حضور کے لیے ثابت کرتے ہیں:

قال الشيخ في جذب القلوب [حضرت شیخ نے جذب القلوب میں فرمایا۔]  
جميع علماء ائمة مجتہدہ استوائے حالت موت و حیات فہم نمودہ۔ (۱۷۴)  
[ترجمہ: تمام علمائے اس آیت سے آپ کی موت و حیات کی حالت کو برابر سمجھا

ہے۔]

پروردگار نے آپ کو شاہد بنایا یعنی آپ کو از دیا و شوق و محبت میں جتنا اپنے سے نزدیک خیال  
کرے گا آپ کو تشریف فرما اپنے سے نزدیک اور اپنی طرف متوجہ پائے گا۔ مولوی مولیٰ بخش  
صدیقی بہاری زاد الآخرة میں لکھتے ہیں:

۱۷۲۔ شرح سفر السعادة: ۲۲۲۔

۱۷۳۔ النساء: آیت ۶۴۔ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا  
الله تواباً رحيماً۔ [ترجمہ: اگر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی  
مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔]

۱۷۴۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب: ص ۲۹۸۔

روایت ہے اگر کوئی شخص ذرہ ایمان کا ساتھ لے جائے گا، روح مطہر اُس کی مدد کرے گی اور فرشتوں کے جواب کی تلقین کرے گی۔ (۱۷۵)

شرح مواہب میں ہے:

حضور کے دیدار پر انوار سے مشرف ہونا کچھ محال و خلاف نہیں، اپنی شان کرم سے بحسدہ تشریف لائیں یا بروح، اس لیے کہ انبیائے کرام دوبارہ زندہ فرما دیے جاتے ہیں، اُن کو اپنی قبروں سے باہر جانے اور عالم میں پھرنے کی اجازت ہے تاکہ وہ اپنے منصب کے مناسب عالم علوی و سفلی میں تصرف کریں مثلاً ہر مستغیث کی فریاد رسی کریں، ہر مستعد کمال کو کامل فرمائیں، مستحق تربیت کی تربیت کریں، حاجت مندوں کی حاجتیں بر لائیں، مصیبت والوں کی مشکلیں آسان کریں، جو اُن کو کسی مشکل کے وقت مدد کے واسطے پکارے اُس کی مدد کریں، اہل منازل کے عزل و نصب کی تدبیر، نظم و نسق عالم زمین سے آسمان تک ملک سے ملکوت تک، ظاہر سے باطن تک کا انتظام و سرانجام عمل میں لائیں۔ ہر شی کے ساتھ جیسی مرضی الہی اور مشیت ایزدی ازل سے ابد تک متعلق ہے اُس کو اُسی طرح انجام دیں۔

علامہ محقق جلال الدین سیوطی رسالہ انتباہ میں فرماتے ہیں:

اپنی امت کے اعمال کا ملاحظہ فرمانا، اُن کے لیے گناہوں کی بخشش مانگنا، اُن پر سے بلا دور ہونے کی دعا کرنا، تمام اطراف زمین میں برکت و فیض رسانی کے لیے گشت کرنا، جو صالحین امت انتقال کریں اُن کے جنازے میں تشریف لانا یہ سب کام اور ہر عمل کرنے والے کے عمل پر اطلاع ہے۔ آپ حقیقت سب کے ایمان کی جانتے ہیں، سب کے اعمال و حسنات و سیئات، اخلاص و نفاق پر نور الہی سے اطلاع رکھتے ہیں۔ (۱۷۶)

۱۷۵۔ اصل عبارت اس طرح ہے: مروی ست کہ اگر کسے با یک ذرہ ایمان نیز از دنیا می رود روح مطہر آں حضرت ﷺ

اور آمد فرماید و بر جواب فرشتگان تلقین می نماید۔ زاد الاخرۃ: ج ۱۶۱، باب ۱۳، فصل ۲۔

۱۷۶۔ انتباہ الاذکیاء فی حیاة الانبیاء: ج ۱۶۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

انه عليه السلام حي على الدوام فلا ينفك الحس والشعور الكلى  
عن الروح المحمدى وليس له غيبته عن الحواس والاكو ان لانه  
روح العالم وسره السارى (۱۷۷)

[ترجمہ: رسول اللہ ﷺ دائمی طور پر با حیات ہیں، حس اور شعور کلی روح محمد  
ﷺ سے جدا نہیں ہوتی ہے، حواس و اکوان سے انہیں بے خبری نہیں ہوتی اس  
لیے کہ وہ عالم کی روح اور اس کا جاری راز ہیں۔]

آپ تمام اہل اسلام کے گھروں میں ہر وقت تشریف فرما ہیں۔ ابن دینار جو کبار تابعین و فقہاء سے  
ہیں فاذا دخلتم بيوتا فسلموا على انفسكم (۱۷۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان لم يكن في البيت احد فقل السلام على النبي ورحمة الله وبركاته  
لان روحه ﷺ حاضر في بيوت اهل الاسلام (۱۷۹)

[ترجمہ: اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ السلام علی النبی ورحمة اللہ  
وبرکاته کیوں کہ آپ ﷺ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں موجود  
ہوتی ہے۔]

نیز حضرت ابن عباس سے بھی شفا میں یہ روایت ہے۔ آپ مع ارواح صحابہ عالم میں سیر فرماتے  
ہیں، علامہ سیوطی انتباہ الاذکیا میں ناقل:

والرسول ﷺ له الخيار في طواف العوالم مع ارواح الصحابة لقد  
راه كثير من الاولياء (۱۸۰)

۱۷۷۔ روح البیان: ج ۷/ ص ۲۲۱۔

۱۷۸۔ النور: ۶۱۔ فاذا دخلتم بيوتا فسلموا على انفسكم تحية من عند الله مباركة طيبة [پھر جب تم گھروں  
میں داخل ہوا کرو تو اپنے گھر والوں پر سلام کیا کرو، یہ اللہ کی جانب سے بابرکت پاکیزہ دعا ہے۔]

۱۷۹۔ حضرت عمرو بن دینار کا یہ قول امام قاضی عیاض نے کتاب الشفا میں نقل فرمایا ہے۔ (کتاب الشفا: ج ۲/ ص ۶۷)  
لیکن عبارت کا آخری جزلان روحہ ﷺ حاضر فی بیوت اہل الاسلام حضرت عمرو بن دینار کا قول نہیں ہے بلکہ یہ  
شارح شفا ملا علی قاری کی عبارت ہے۔ (شرح شفا ملا علی قاری: ج ۲/ ص ۱۱۷)

۱۸۰۔ انتباہ الاذکیا کے پیش نظر نسخے میں راقم کو یہ عبارت نہیں ملی۔

[ترجمہ: حضور ﷺ کو تمام صحابہ کے ساتھ عالمین میں سیر کرنے کا اختیار حاصل ہے اور آپ ﷺ کو (سیر کرتے ہوئے) بے شمار اولیاء نے دیکھا ہے]

جو صدق دل سے آپ کو پکارے اُس کی امداد فرماتے ہیں۔ فیوض الحرمین میں ہے:

میں نے حضور کو ایک ہی حالت پر برقرار دیکھا۔ مخلوق کی طرف متوجہ ہیں، لباس عظمت پہنے ہوئے ہیں، پس جو آدمی اپنی کوشش و ہمت سے آں حضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا ہے خواہ ادنیٰ ہو یا علیٰ آپ اُس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اُس کے قریب ہوتے ہیں اور میں نے آں حضرت ﷺ کو دیکھا کہ جو آپ پر درود پڑھتا ہے اُس سے آپ بہت خوش ہوتے ہیں (۱۸۱)۔

نیز احادیث میں ہے کہ جو آپ پر سلام بھیجتا ہے آپ اُس کا جواب دیتے ہیں۔ شرح مواہب میں آپ کی تشریف آوری کی مثال آفتاب جیسی بیان کی ہے جس طرح وہ بلندی کمال پر ہے مشرق سے مغرب تک تمام عالم کو اپنے نور سے منور کرتا ہے، ہر شی و ہر مکان میں موجود ہے اور ہر ایک کے روبرو ہے اور جیسے کہ چاند ہر شخص کا اُس سے مواجہہ ہر جگہ سے صحیح ہے، ہر بشر و شجر و حجر کو اُس کی قابلیت و استعداد کے مطابق روشنی پہنچاتا ہے، اسی طرح مہر سپہر رسالت، بدر آسمان، بہت و جلالت، خورشید فلک کمال، ماہ کامل، چرخ جمال و جلال کا نور ہر شخص کو ہر جگہ واصل عالم کی ہر ہر فرد کو آپ سے اور ہر فرد سے آپ کو حضوری حاصل:

كالشمس في وسط السماء و نورها يغشى البلاد مشارقا و مغاربا  
كالبدر من حيث التفتت رايته يهدي الى عينيك نورا ثاقبا (۱۸۲)

[ترجمہ: حضور ﷺ کی مثال آفتاب کی مانند ہے کہ جس طرح وہ آسمان میں ہوتا ہے اور اپنے نور سے مشرق و مغرب کے تمام شہروں کو روشن کرتا ہے۔ اور آپ کی مثال چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے کہ تم جہاں بھی ہو اس کو دیکھو گے کہ وہ تمہاری آنکھوں کے لیے ایک صاف شفاف روشنی کی طرف

۱۸۱۔ فیوض الحرمین: ص ۳۳۔

۱۸۲۔ یہ شعر ابوطیب متنبی کے ہیں۔ دیکھیے: شرح مواہب: ج ۹/۶-۲۰۵۔

رہنمائی کرتا ہے۔]

مواہب میں ہے:

لاریب ان حالہ ﷺ فی البرزخ افضل و اکمل من حال الملائكة هذا  
سیدنا عزرائیل یقبض الف مائة روح او ازید فی وقت واحد و مع  
ذلك مشغول بعبادة الله تعالى (۱۸۳)

[ترجمہ: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضور ﷺ کا حال عالم برزخ میں  
ملائکہ کے حال سے افضل و اکمل ہے، حضرت عزرائیل علیہ السلام ایک ہی وقت  
میں لاکھوں سے زائد ارواح کو قبض کرتے ہیں اور وہ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ  
کی عبادت میں مشغول ہیں۔]

امام حجۃ الاسلام المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں:

ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در بیداری ملائکہ و ارواح انبیاء و می شنوند از ایشان  
آواز ہا و اقتباس می کنند از ایشان انوار ہا و استفادہ می کنند فوائد۔ (۱۸۴)  
[ترجمہ: اہل دل حضرات حالت بیداری میں ملائکہ اور انبیاء کی ارواح کا مشاہدہ  
کرتے ہیں، ان کی آوازوں کو سنتے ہیں، ان کے انوار سے مستفیض ہوتے  
ہیں اور ان کے فوائد سے استفادہ کرتے ہیں۔]

**[وصال کے بعد حالت بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت:]**

سلف سے لے کر خلف تک کی ایک جماعت سے مذکور ہے کہ وہ حدیث من رانی فی المنام  
فسیرانی فی الیقظة (۱۸۵) [ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا وہ

۱۸۳۔ المواہب اللدنیۃ: ج ۳/ ۴۱۴۔

۱۸۴۔ امام غزالی کی کتاب المنقذ من الضلال عربی زبان میں ہے، مصنف نے یہ فارسی عبارت حضرت شیخ عبدالحق محدث  
دہلوی کی مدارج النبوة سے نقل کی ہے، امام غزالی کی اصل عربی عبارت درج ذیل ہے: انہم فی یقظتہم یشاہدون  
الملائكة و ارواح الانبياء و یسمعون منهم اصواتاً و یقتبسون منهم فوائد۔ المنقذ من الضلال: ص ۳۳۔

۱۸۵۔ الف: صحیح البخاری: کتاب التعبیر، باب من رأى النبی ﷺ فی المنام۔ حدیث نمبر ۶۹۹۳۔

ب: صحیح مسلم: کتاب الرؤیاء، باب قول النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام من رآنی فی المنام فقد رآنی حدیث نمبر ۵۹۲۰

مجھے عنقریب حالت بے داری میں بھی دیکھے گا] کی تصدیق کرتے تھے۔ یعنی اُن لوگوں نے حضور کو خواب میں دیکھا، پھر بے داری میں زیارت سے مشرف ہوئے اور جن امور میں کہ حیران و پریشان تھے اُن میں سوال کیا، آپ نے مفصل طور سے اُس کی خبر دی کہ جس سے اطمینان ہو گیا۔ مدارج میں حضرت شیخ نے نہایت بسط کے ساتھ اس مضمون کو لکھا ہے اُس کی پوری نقل طوالت سے خالی نہیں، بہ طور اتقاط چند جملے نقل کرتا ہوں۔

[۱] صاحب مواہب از شیخ بدرالدین حسن الابدل نقل کردہ کہ وقوع رویت شریف در یقظہ مراوراً متواتر شدہ بدارا اختیار و حاصل بہ آں علم قوی است کہ منتفی است از اں شک و شبہ۔

[۲] ارباب قلوب کہ ہمیشہ قائم اند بہ مراقبہ و توجہ و خالص انداز کدورات نفسانی می بینند پیغمبر اچناں چہ شیخ عبدالقادر گیلانی کہ متمثل شد صورت شریف آں حضرت در دیدہ شہود و دے۔

[۳] گفت بندہ مسکین ثبته اللہ علی الصدق والیقین کہ حضور و دیدن بہ چشم و خیال و تصور مثال مرتبہ یست کہ ارباب طلب و اصحاب سلوک بدارا متمتع و محفوظ اند سخن در رویت می رود از صورت و مثال و ہم چناں کہ جائز است کہ در منام جوہر شریف آں حضرت متصور و متمثل گردد بے شوب متمثل شیطان در یقظہ نیز حاصل گردد و آنچہ ناہم در نوم می بیند مستیقظ در یقظہ بہ بیند چناں کہ از حکایت بہجت الاسرار ظاہری شود و چناں کہ در حدیث آمدہ است کہ می بینم موسیٰ علیہ السلام را کہ با چندیں ہزار بنی اسرائیل عبا پوشیدہ کج می آیند و تبلیہ می کنند حمل ایں حال بر منام و مبالغہ در یقین خلاف ظاہر است و تمثیل ملکوتی بہ صورت ناسوتی امرے مقرر است۔ (۱۸۶)

[ترجمہ: صاحب مواہب نے شیخ بدرالدین حسن الابدل سے روایت نقل کی ہے

۱۸۶۔ یہ تین مختلف عبارتیں ہیں: [۱] ص ۱۶۰، [۲] ص ۱۶۱، [۳] ص ۱۶۱، مدارج النبوة: ج ۱، باب در ذکر فضائل آں حضرت ﷺ۔

بے داری کی حالت میں رویت شریف کا وقوع ان اولیائے کرام کی خبروں سے حد تو اتر تک ثابت ہو چکا ہے، جن سے ایسا قوی علم حاصل ہوتا ہے کہ شک و شبہ باقی نہ رہے۔

وہ ارباب قلوب جو ہمیشہ مراقبہ و توجہ میں قائم رہتے ہیں، نفسانی کدورتوں سے پاک و صاف ہوتے ہیں وہ حضور نبی کریم ﷺ کا دیدار کرتے ہیں، جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے عالم شہود میں آپ ﷺ کی صورت متمثلہ کی زیارت کی۔

بندہ مسکین (یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلوی) اللہ اس کو صدق و یقین پر ثابت قدم رکھے کہتا ہے کہ حضور قلب، رویت پنجم خیال، اور مثال کا تصور کرنا یہ اہل طلب اور ارباب سلوک کا ایک مرتبہ ہے، جس سے وہ متمتع اور محفوظ ہوتے ہیں کلام صورت و مثال کی رویت پر ہو رہا ہے جیسا کہ خواب میں جائز ہے کہ حضور ﷺ کا جو ہر شریف متصور و متمثل ہو جائے اور اس میں شیطان کے متصور و متمثل ہونے کا شبہ نہیں ہوتا رویت بے داری میں بھی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ سونے والا نیند میں دیکھتا ہے جاگنے والا بے داری میں دیکھتا ہے بھتہ الاسرار کی حکایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کئی ہزار بنی اسرائیل کے ساتھ احرام باندھتے، تلبیہ پڑھتے، اور حج کرتے دیکھا ہے اس کیفیت کو بھی خواب یا یقین میں مبالغے پر محمول کرنا ظاہر کے خلاف ہے تمثیل ملکوتی بصورت ناسوتی امر حقیقی ہے یعنی فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا امر حقیقی ہے۔]

حضور کی رویت یقظہ و منام کے متعلق امام نووی شارح مسلم لکھتے ہیں:

قد يراه شخصان في زمن واحد احد هما في المشرق والآخر في المغرب ويراه كل منهما في مكانه والحديث على ظاهره والمراد من راه فقد ادركه ولا مانع يمنع من ذلك والعقل لا يحيله حتى



يضطر الى صرفه عن ظاهره الى قوله بل الصحيح انه يراه حقيقة  
سواء كان على صفة المعروفة او غيرها (۱۸۷)

[ترجمہ: کبھی دو شخص حضور ﷺ کو ایک ہی وقت میں دیکھیں گے، ان میں سے ایک مشرق میں ہوگا دوسرا مغرب میں اور دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر آپ ﷺ کا دیدار کرے گا۔ اور یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور مراد یہ ہے کہ جس نے آپ کو دیکھا تو یقیناً اس نے آپ ہی کا ادراک کیا اور کوئی مانع بھی ایسا نہیں جو اس سے روکنے والا ہو اور عقل بھی اس کو محال قرار نہیں دیتی کہ اس کو اس کے ظاہر سے دوسرے قول کی طرف پھیرنے پر مجبور کیا جائے، بلکہ صحیح یہ ہے جس نے آپ کو دیکھا تو اس نے حقیقتاً آپ ہی کو دیکھا خواہ صفت معروفہ پر دیکھا ہو یا اس کے علاوہ پر۔]

کیفیت رویت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہ کیوں کر نظر آتے ہیں مولانا جامی فحات الانس میں لکھتے ہیں:

حاضران از حضرت شیخ بقا کیفیت رویت رسول اللہ ﷺ واصحابہ را پرسیدند  
گفت خدائے تعالیٰ ایشان را تائید کرده است بہ قوتی کہ ارواح مطہرہ ایشان  
مشکل می شوند بہ صور اجساد و صفات واعیان و می بیند ایشان را کسانے کہ خدائے  
تعالیٰ ایشان را قوت رویت آں ارواح و صور و اجساد و صفات واعیان دادہ  
است ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء (۱۸۸)

[ترجمہ: حاضرین محفل نے حضرت شیخ بقا رحمۃ اللہ علیہ سے حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو دیکھنے کی کیفیت کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے ان لوگوں کو طاقت عطا فرمائی ہے اور ایسی قوت کہ ان کی ارواح مقدسہ جسموں، صفات واعیان کی شکلیں اختیار کر لیتی

۱۸۷۔ شرح صحیح مسلم نووی: ج ۲/ص ۲۳۲-۲۳۳۔

۱۸۸۔ فحات الانس: ص ۳۳۲۔

ہیں۔ ان کو وہی لوگ دیکھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان ارواح، صورتوں، اجساد اور صفات واعیان کو دیکھنے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

آپ ہر شخص کی قبر میں تشریف لاتے ہیں۔ صحیحین، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت انس سے مروی ہے۔

ما كنت تقول في هذا الرجل محمد ﷺ فاما المومن فيقول أشهد أنه عبد الله ورسوله (۱۸۹)

[ترجمہ: (قبر میں فرشتہ سوال کرتا ہے کہ) تم اس شخص محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ تو مومن جواب دے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔]

شارحین اس پر لکھتے ہیں:

يكشف للميت حتى يرى النبي ﷺ وهي بشرى عظيمة للمومنين (۱۹۰)

[ترجمہ: قبر میں میت سے حجابات اٹھالے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ کو دیکھ لیتا ہے اور یہ مومنین کے لیے بشارت عظمیٰ ہے۔]

بلکہ خواص امت کو تو ہر وقت حضوری کی دولت میسر ہے۔ وہ جمال مبارک کسی آن اُن کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔ شرح مشکوٰۃ میں حضرت شیخ [عبدالحق محدث دہلوی] فرماتے ہیں:

آں حضرت ﷺ نصب العین مومنوں وقرۃ العین عابدوں است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت۔

[ترجمہ: حضور ﷺ کی ذات بابرکت تمام احوال و اوقات میں مومنین کا مرجع اور

۱۸۹۔ الف: صحیح البخاری: کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر ۱۳۷۴

ب: سنن ابوداؤد: کتاب النبی، باب المسألة فی القبر وعذاب القبر۔ حدیث نمبر ۴۷۵۱۔

ج: سنن ابن ماجہ: کتاب الزہد، باب ذکر القبر والبلی، حدیث نمبر ۴۲۶۸۔

۱۹۰۔ حاشیہ بخاری: مولانا احمد علی سہارنپوری، کتاب الجنائز، ص: ۱۸۲۔

عابدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، خصوصاً حالت عبادت میں۔]  
عارف [عبدالوہاب] شعرانی میزان میں لکھتے ہیں:

قد بلغنا عن ابی الحسن الشاذلی و تلمیذہ ابی العباس المرسی  
و غیرہما انہم کانوا یقولون لو احتجبت رویۃ رسول اللہ طرفۃ عین  
ما اعددنا انفسنا من جملة المسلمین (۱۹۱)

[ترجمہ: ہمیں حضرت ابوالحسن شاذلی اور ان کے شاگرد ابوالحسن مرسی اور ان کے  
علاوہ دیگر بزرگوں کے بارے میں یہ خبر پہنچی کہ وہ کہا کرتے تھے اگر حضور ﷺ کا  
دیدار پلک جھپکنے کے برابر بھی ہم سے پوشیدہ ہو جائے تو ہم خود کو مسلمانوں کے  
گروہ میں شمار نہ کریں۔]  
تنویر الحکمک میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

والقطب القسطلانی کان یذکر انہ یری النبی ﷺ ویجتمع بہ و کان  
للشیخ ابی العباس المرسی و صلة بالنبی اذا سلم علی النبی رد علیہ  
السلام (۱۹۲)

[ترجمہ: حضرت قطب القسطلانی ذکر کرتے تھے کہ وہ (یعنی شیخ محمد بن یحییٰ  
الاسوانی) حضور پر نور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور آپ ﷺ  
سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔ شیخ ابوالعباس مرسی کا حضور اکرم ﷺ کے ساتھ  
خصوصی تعلق تھا، جب وہ حضور ﷺ کو سلام کرتے تھے تو حضور ﷺ اس کا  
جواب مرحمت فرماتے۔]

انہیں کے حال میں ہے کہ کسی نے کہا ”مصافحہ کر لیجیے“ آپ نے فرمایا:  
واللہ ما صافحت بکفی ہذہ الا رسول اللہ ﷺ (۱۹۳)۔

۱۹۱۔ المیزان الکبریٰ: ص ۵۵، فصل فی استحالة خروج شیء من اقوال المجتہدین عن الشریعة۔

۱۹۲۔ تنویر الحکمک فی جواز رویۃ النبی والملك: ص ۳۱۔

۱۹۳۔ مرجع سابق، ص ۳۲۔

[ترجمہ: شیخ ابوالعباس فرماتے ہیں خدا کی قسم میں نے ان دونوں ہاتھوں سے اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی سے مصافحہ نہیں کیا ہے۔]  
محدث دہلوی شیخ ابوالمسمع د کے حال میں لکھتے ہیں:

مصافحہ می کرداں حضرت ﷺ رابعہ ہر نماز (۱۹۴)

[ترجمہ: وہ ہر نماز کے بعد حضور ﷺ سے مصافحہ کرتے تھے۔]

اگر مرتبہ خواص نصیب نہ ہو تو ہر مسلمان کو حضور کی صورت مبارک کا تصور پیش نظر رکھنا چاہیے اور یہ خیال کرے کہ میں حضور ﷺ کو دیکھ رہا ہوں، حضور میرے کلام و سلام کو استماع فرما رہے ہیں۔ عالمگیری میں اختیار شرح مختار سے نقل کرتے ہیں:

و یتمثل صورة الکریمۃ البھیة کأنه نائم فی لحدہ عالم به یسمع  
کلامہ (۱۹۵)

[ترجمہ: اور وہ (مسلمان) حضور ﷺ کے چہرہ انور کو پیش نظر رکھے، گویا کہ آپ اپنی قبر میں آرام فرما ہیں، اس کو جانتے ہیں اور اس کے سلام کو سن رہے ہیں۔]

مولانا رفیع الدین خاں مراد آبادی فرماتے ہیں ”اگر عبادت کے وقت حضور کی صورت مبارک تخیل کرے تو عجب لذت و سرور پائے گا۔“

از جملہ اوقات ذوق و حضور و لذت و سرور حال خطبہ جمعہ است کہ در اکثر احیان  
خطیب بالائے منبر ہر گاہ بہ ذکر آں حضرت می رسد می گوید اشہد ان ہذا  
محمد رسول اللہ اوقال ہذا النبی اوقال صاحب ہذا القبر المعطر  
دوران وقت رو بہ سوئے حجرہ شریفہ می گرداند و اشارت می کند اگر کسے را نصیب از  
حضور قلب حاصل باشد دریں مکان تصور کند زمان آں سرور و تخیل نماید طلعت  
منور اور ایستادہ بالائے منبر و تو ہم کند گردا گرد او حاضر بودن مہاجرین و انصار از

۱۹۴۔ اشعة اللمعات: کتاب الرؤیا، فصل اول، ج ۳/ص ۶۰۱۔

۱۹۵۔ فتاویٰ عالمگیری: کتاب المناسک، خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی ﷺ۔

صحابہ کبار بہ انتظار استماع احکام و اخبار از زبان دُر بار سید ابرار و تحریص و تحضیف کردن آں حضرت ایشان را در اثنائے خطبہ بر طاعت حق جل و علا و بیان فرمودن شرائع و احکام و تمثیل کند خود را حاضر در اں محفل مجد و جلال در صف نعال لذتے و سرورے در اں وقت ادراک کند کہ بہ عبارت در نیابد اللہم ارزقنا ذلک بمنک و فضلک۔

[ترجمہ: (مسجد نبوی میں) تمام اوقات سے زیادہ ذوق و حضور اور لذت و سرور خطبہ جمعہ کے وقت حاصل ہوتا ہے، جب خطیب منبر پر کھڑے ہو کر حضور کے ذکر پر پہنچتا ہے تو اکثر اوقات کہتا ہے کہ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں“، یا کہتا ہے کہ ”یہ نبی“، یا کہتا ہے کہ ”اس قبر میں آرام فرمانے والے“ اور یہ کہتے وقت اپنا چہرہ حجرہ مبارکہ کی طرف کر لیتا ہے اور اس کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اگر قسمت سے کسی کو حضور قلب حاصل ہو تو اس جگہ پر حضور ﷺ کے زمانے کا تصور کرے، آپ کے چہرہ مبارک کا خیال کرے، حضور ﷺ کو منبر پر جلوہ افروز تصور کرے، تصور کرے کہ آپ کے ارد گرد کبار صحابہ مہاجرین و انصار جمع ہیں اور آپ کی زبان گہر بار سے احکام و اخبار سننے کے انتظار میں ہیں، اثنائے خطبہ میں آں حضرت ﷺ کا ان صحابہ کرام کو اطاعت حق جل و علا پر تحریص و ترغیب دلانے کا خیال کرے، نیز حضور ﷺ کے بیان شرائع و احکام کا تصور کرے اور اپنے آپ کو اس محفل مبارک و پر جلال میں جوتے اتارنے کی جگہ میں تصور کرے۔ وہ لذت و سرور جو اس وقت محسوس ہوگا اس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اس سے بہرہ ور فرمائے۔]

خطیب جب حضور کا اسم گرامی خطبے میں لے تو ایسا تصور کرے کہ حالت حیات میں درمیان صحابہ کے تشریف فرما ہیں، وعظ و نصیحت فرما رہے ہیں اور یہ بھی ایک گوشے میں نہایت عاجزی و ادب کے ساتھ حاضر ہے اور یہ خیال کرے کہ حضور اس کے حال خستہ کی طرف بھی متوجہ ہیں، اس

کے سلام و درود کو خود استماع فرما رہے ہیں اور اپنی زبان مبارک کو جواب میں جنبش دیتے ہیں۔ اس سے دل پر وہ لذت و سرور پائے گا کہ عبارت میں نہیں آسکتا، وہ جانتا ہے جس کو پروردگار یہ دولت نصیب فرمادے اور جب حضور کا ذکر کرے، یہ استحضار و تصور و تخیل ضروری ہے، خصوصاً زیارت شریفہ کے وقت صورت کریمہ کا تصور لازمی ہے، اسی طرح تشہد کے بارے میں علمائے کرام لکھتے ہیں کہ ندا کے وقت حضور کو وہاں موجود اور اپنے نفس کو حضور میں حاضر خیال کر لے (۱۹۶)، درود پڑھتے وقت آپ کی اُس صورت کو نصب العین رکھے جو آخر وقت تھی، حضور ﷺ کو مجمع صحابہ میں رونق افروز اور آپ کو مانند خس و خاشاک کے اُس محفل قدس کے کسی کونے میں ادب و انکسار کے ساتھ حاضر سمجھے تاکہ آپ کا ہیبت و جلال دل میں اثر کرے۔ جس قدر خشوع و خضوع ادب کی رعایت، حضور ﷺ کی عظمت و ہیبت دل میں زائد ہوگی، درود زائد مفید ہوگا۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں ”ایک روز دروازہ بیت اللہ شریف کے سامنے کھڑا ہو کر دعا کرتا تھا، روز فتح مکہ کا یاد کر کے تصور کیا کہ حضور اقدس دروازہ بیت اللہ میں تشریف رکھتے ہیں اور صحابہ حاضر ہیں، کفار قریش سب پریشان و ہراساں وہاں موجود ہیں اور سب کے قصورات معاف فرما رہے ہیں“ لکھ کر کہا:

ملاحظہ این حال باعث شد بہ توسل از آں جناب و عا در حضرت عزت جلست  
عظمتہ تعالیٰ برائے مغفرت خود و جمیع اقارب و احباب و قضائے حوائج دین و  
دنیا: و نرجوا من اللہ تعالیٰ الاجابة۔

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمنان نظر داری  
[ترجمہ: اس واقعے کا خیال باعث ہوا حضور ﷺ سے توسل کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی مغفرت اور اپنے اقارب و احباب کی مغفرت کی دعا کرنے کا اور دین و دنیا کی حاجات کی تکمیل کا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے امیدوار ہیں۔ ترجمہ شعر: دوستوں کو تو کب محروم کرے گا جب کہ تو دشمنوں کو

۱۹۶۔ اسماعیل دہلوی نے اس لذت روحانی و کمال ایمانی کو ہی لکھا ہے کہ حضور کا تصور نماز میں گاؤں و خرو کے تصور سے بدتر ہے۔  
العیاذ باللہ۔ یہ وہ صاحب ہیں جن کو شہید و موحّد لکھا جاتا ہے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

نوازتا ہے۔]

یہ تصور و خیال سبب غایت تعظیم و اجلال اور انجذابِ محبت و حیا و ذوق و شوق کا ہوگا۔ جیسا کہ شیخ نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اس کی تصریح کی ہے۔ اہل ذوق اسی تصور کو ”مقام مشاہدہ“ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ علما، صوفیہ تو اس بات پر اطمینانِ کلی و اعتقاد تام رکھتے ہیں کہ بسا اوقات ذکر و مذکور سے معاملہ یکساں ہو جاتا ہے، بہ وصفِ غیبت مذکور اُس کے ذکر سے وہ معاملہ رونما ہو جاتا ہے جو اُس کے حضور میں ہوتا۔ جو حضرات صوفیہ کے معتقد ہیں اور ان تجربات کے قائل ہیں، اُن کے لیے تو یہ باتیں مثل حق الیقین و عین الیقین کے ہیں اور جو ان پر مطمئن نہیں، اُن کے سمجھنے کو یہ حدیث کافی ہے۔ صحیح مسلم بہ روایت ابو ہریرہ [مذکور ہے۔]

ان الکافرا اذا اخرجت روحہ و ذکر من ننتہا قال ابو ہریرۃ فرد رسول اللہ ربطۃ کانت علیہ علی انفہ (۱۹۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے کفار کی روح نکلتے اور اُس کی بدبو کا ذکر کرتے ہوئے کپڑا ناک پر رکھا جس طرح بدبو آنے کے وقت رکھتے ہیں۔  
امام نووی فرماتے ہیں:

کان سبب ردھا علی الانف بسبب ما ذکر من نتن ریح روح الکافر (۱۹۸)

یعنی ناک پر کپڑا رکھنے کا سبب روحِ کافر کی بدبو کا ذکر تھا۔  
دیکھو یہاں تصور نے امرِ غیرِ واقعی کو واقعی کر دکھایا۔ یوں ہی عاشقانِ رسول اللہ کو لازم ہے کہ وقتِ بیان واقعہ ولادت حضور کی دنیا میں رونق افروزی یا محفلِ مبارک میں تشریف آوری کا تخیل کریں اور اُس وقت اظہارِ سرور کریں، تعظیم بجالائیں۔ شرح الصدور میں امام سیوطی لکھتے ہیں:  
واما مشاہدۃ حضورہ فقد اخبرنی الثقات من اہل الصلاح انہم

۱۹۷۔ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا و اہلہا، باب عرض المعقد المیت من الجنۃ والنار علیہ و اثبات

عذاب القبر والتعوذ منہ۔ حدیث نمبر ۷۲۲۱۔

۱۹۸۔ شرح صحیح مسلم: ج ۲/ص ۳۸۶۔

شاهد وہ ﷺ مرارا عند قراءۃ المولد وعند ختم القرآن۔

ترجمہ: ثقات صالحین نے اس کی خبر دی ہے کہ انہوں نے محفل میلاد شریف [اور ختم قرآن] وغیرہ کے وقت بارہا حضور کو رونق افروز دیکھا ہے اور زیارت سراپا برکت سے مشرف و ممتاز ہوئے ہیں۔

مولوی شاہ محمد معصوم خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی احسن الکلام میں علامہ محمد یحییٰ مفتی مکہ معظمہ کے فتوے سے نقل کرتے ہیں:

فقد ذکروا انه عند ذکر ولادته يحضر روحانيته فعند ذلك يجب التعظيم۔

[ترجمہ: انہوں نے یہ بات ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ اپنی ولادت کے ذکر کے وقت اپنی روحانیت کے ساتھ جلوہ فرما ہوتے ہیں، لہذا اس وقت آپ ﷺ کی تعظیم کرنا ضروری ہے۔]

دیگر علمائے حریمین طہیین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ صلحائے امت نے ذکر میلاد مبارک میں آپ کی رونق افروزی نقل فرمائی ہے۔ چنانچہ فیوض الحرمین میں [شاہ ولی اللہ محدث دہلوی] لکھتے ہیں:

میں مکہ معظمہ میں بیچ مولد نبی کے بہ روز ولادت آں حضرت ﷺ کے حاضر تھا، آدمی درود شریف پڑھتے تھے اور ذکر کرتے تھے نشانیاں پیغمبری آں حضرت ﷺ کی جو وقت ولادت ظاہر ہوئی تھیں۔ پس دیکھا میں نے بہت نوروں کو کہ یکا یک چمکے اور وہ انوار ملائکہ حضار کے تھے کہ اُس محفل سراپا برکت میں حاضر ہوئے تھے۔ (۱۹۹)

فتاویٰ عزیز یہ میں ہے:

ازاں جملہ آں کہ سال اول بود کہ مولانا ختم قرآن شریف در تراویح کردہ بودند کہ ناگاہ شخصے از زرہ بکتر آراستہ و علم بہ دست گرفتہ بعد تراویح آمدہ گفت کہ



حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کد ام جا تشریف می دارند جمله مردماں به خدمت آمدند و سخت متحیر شدند کہ معامله چیست نامش پرسیدند گفت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ و گفت کہ آں حضرت ﷺ فرمودند کہ امروز ختم قرآن شریف عبدالعزیز است ما خواہیم رفت مراد جائے دیگر بہ کارے فرستادہ بودند ازین جہت تاخیرے واقع شد ایں گفتہ غائب شدند (۲۰۰)

[ترجمہ: مجملہ ان میں سے یہ ہے کہ پہلے سال مولانا نے تراویح میں ختم قرآن کیا تھا کہ اچانک ایک شخص زرہ بکتر پہنے ہاتھ میں علم اٹھائے ہوئے تراویح کے بعد آیا اور اس نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کس جگہ تشریف رکھتے ہیں؟ تمام لوگ اس کے پاس آگئے اور سخت حیران ہوئے کہ معاملہ کیا ہے؟ لوگوں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا ”ابو ہریرہ“ اور کہا کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ آج ہم عبدالعزیز کے ختم قرآن میں جا رہے ہیں اور مجھے دوسرے کام سے بھیج دیا اسی وجہ سے مجھے تاخیر ہوگئی۔“ یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہو گیا۔]

و امثالہ کثیرہ لا ینحفی علی من لہ ادنی مسکۃ فی العلم [ترجمہ: اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں جس کو علم کا تھوڑا سا بھی حصہ ملا ہے اس پر یہ مخفی نہیں۔]

### [دعوت انصاف:]

پروردگار جل مجدہ بہ تصدق حبیب اکرم ﷺ ہم مسلمانوں سے مرض تعصب و نفسانیت، سخن پروری، ہٹ دھرمی دور فرمائے اور توفیق قبول حق کی عطا کرے تو ایک کلمہ حق تسلی بخش و تشفی دہ ہو سکتا ہے، ورنہ بات کی پیچ کرنے اور طریقہ مردودہ جمہور اہل سنت پراڑے رہنے کا کوئی علاج نہیں۔ جہاں تک اس وقت میں دیکھا جاتا ہے یہی بلا مسلمانوں میں دائر و سائر ہے کہ ہر گروہ کے علما اپنے لکھے ہوئے صحیح اعتقاد کرتے اور اپنے اپنے اقوال کی تصحیح دیگر علما سے عبارات کے اُلٹ

۲۰۰۔ فتاویٰ عزیزیہ میں تو یہ واقعہ نہیں ملا البتہ ”کمالات عزیزی“ میں نواب مبارک علی خاں رکیس میرٹھ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ دیکھیے کمالات عزیزی: ص ۱۳، کرامت ۲۹۔

نواب مبارک علی خاں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مرید تھے، آپ نے شاہ صاحب کے حالات و کرامات سنہ ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء میں کمالات عزیزی کے نام سے جمع کیے تھے، یہ کتاب مطبع ضیائی میرٹھ سے ۱۲۸۹ھ میں شائع ہوئی تھی۔

پھیر سے طلب کرتے ہیں جس سے درمیان میں فرقہ بندی کی صورت نظر آنے لگتی ہے۔ مناظرہ جس میں احقاق حق مقصود ہوتا تھا بالکل معدوم و مفقود ہو گیا۔ اب باہمی مکابہ ہو یا مشاتمہ و مجادلہ مگر کیا ممکن کہ کوئی ایک بھی اپنی جگہ سے قدم ہٹائے اور قبول حق کا اعلان کرے۔

بات یہ ہے کہ تعصب حق کے دیکھنے اور تسلیم کرنے سے آنکھوں کو بند کر دیتا ہے اور کانوں کو امر حق کی طرف متوجہ ہونے سے روک دیتا ہے، جب آنکھوں سے کچھ نظر نہ آئے، کانوں میں صدائے حق نہ پہنچے تو پھر اتباع جمہور اہل سنت کی کیا امید؟ ہاں اہل انصاف سے ضرورتاً التماس ہے کہ حقیقت امر پر غور فرما کر خود رائے قائم کر لیں گے کہ مجوزین و مانعین کے دو گروہوں میں کون اپنی تحریر میں ائمہ و اسلاف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال صحیحہ و صریحہ نقل کرتا ہے اور انصافانہ کلام کر کر امر حق کا اظہار مسلمانوں پر مد نظر رکھتا ہے اور کون ہیر پھیر کر کرملع سازی سے ان باتوں کو سچا کر دکھلانے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی بد مذہبی و غلط فہمی پر پردہ ڈال کر عوام میں اپنا بھرم قائم رکھتا ہے؟ کون اپنی بات کی سچ میں اس امر کا کوشاں ہے کہ کسی طرح عوام پر یہ ظاہر ہو جائے کہ ہم اپنے دعوے میں سچے ہیں، ہم نہایت قابل و ہوشیار، مسلمانوں میں باعث افتخار ہیں، ہم نے وہ رسالہ لکھا، ہم نے یہ جواب دیا، ہم نے مخالف کو یوں ساکت کیا۔ مگر درحقیقت یہ سب ہیچ، نہ عوام کو اس سے کچھ نفع، نہ اسلام کو اس سے کچھ فائدہ۔ حق و باطل کی تمیزیوں ہو سکتی ہے اور عوام کی ہدایت یوں متصور ہے کہ مطابق تحقیق جمہور اہل سنت تحریر لکھی جائے، موافق اُن کی تطبیق کے جواب دیا جائے جو ائمہ کی تحقیق اُن کے اقوال کی تطبیق سے مجانبت اختیار کرے گا، نئی راہ چلے گا وہ دھوکے باز سمجھا جائے گا۔

میں نے اس رسالہ استخاب قیام میں جو دلائل ہدیہ ناظرین کیے ہیں اُن کو سلف صالحین کے اقوال سے تطبیق دے کر دیکھنا چاہیے کہ موافق اُن کے مسلک کے ہیں یا نہیں اور جو تحریرات مخالفین نے اس بارے میں لکھی ہیں یا آئندہ لکھیں اُن میں بھی یہی امر ملحوظ ہونا چاہیے تا وقتے کہ مطابق تحقیق ائمہ کے جواب ہر دلیل کا صاف صاف نہ ہو ہرگز ہرگز اُس کو جواب نہ کہنا چاہیے، بلکہ اُن کی دھوکہ دہی میں اُس کو ایک اور نمبر کا اضافہ سمجھنا چاہیے۔

اس جگہ میں نہایت اختصار کے ساتھ فہرست اُن دلائل کی پیش کرتا ہوں جن کو میں نے

اثبات مسئلے میں نقل کیا ہے اور اسما اُن علمائے محققین کے تحریر کرتا ہوں جن کے اقوال اور کتابوں سے استناد کیا ہے تاکہ ادنیٰ توجہ میں ہر شخص پر رسالے کا قابل اعتماد و وثوق ہونا یا غیر معتبر و نامقبول ہونا ظاہر و آشکار ہو جائے۔

(۱) کسی امر کے قرون مشہود لہذا بالخیر میں نہ ہونے سے یہ بات لازم نہیں ہوتی کہ وہ حرام ہو جائے، حلت و حرمت کا دار و مدار موافقت و مخالفت شریعت پر ہے۔

(۲) اصل اشیا میں اباحت ہے، بدعت کی تقسیم اور اُس کی تعریف۔

(۳) جس امر کی ممانعت میں کوئی نص وارد نہ ہو تو وہ جائز ہے۔

(۴) تعامل صالحین حجت شرعیہ ہے۔

(۵) دعویٰ حرمت کے لیے نص صریح کی ضرورت ہے۔

(۶) امور جائزہ میں مخالفت قوم ناجائز ہے۔

(۷) جن امور کی شرع میں اصل نہیں اور صلحانے کسی حکمت سے اُن کو اختیار کیا ہے اُن کی بجا آوری فائدے سے خالی نہیں۔

(۸) متاخرین نے مصلحت شرعی پر نظر کر کے بعض اُن مسائل میں کہ متقدمین مکروہ بتاتے تھے جواز و استحباب کا فتویٰ دیا۔

(۹) جو امر قواعد شریعت کے تحت میں ہو اور اُس میں شوکت و شان اسلام کی پائی جاتی ہو تو اُس کی پابندی و بجا آوری ہی مستحسن ہے۔

(۱۰) جس فن کا مسئلہ ہوگا اُسی فن کی کتابوں سے ثابت ہوگا۔ قیام وقت و ولادت، تعظیم و توقیر، عشق و محبت کا مسئلہ ہے۔

(۱۱) حضور کی ہر تعظیم اللہ تعالیٰ کو پسند، شرع کو مطلوب ہے۔

(۱۲) حضور کی جو تعظیم حالت حیات میں اصحاب کرام پر فرض تھی، وہی سب بعد وفات ہم پر فرض ہے۔

(۱۳) آیات در بارہ تعظیم جو وارد ہیں حالت حیات و ممات دونوں کو عام و شامل ہیں۔

(۱۴) جو تعظیم آپ کی حالت حیات میں تھی وہی اب آپ کے نام نامی و ذکر گرامی کی ہے۔

(۱۵) بجا آوری تعظیم حضور کے لیے جو طریقہ جس زمانے میں اہم اور زاید آپ کی شانِ عزت کا ظاہر کرنے والا سمجھا گیا وہی اختیار کیا گیا، اُس پر کسی نے کبھی اعتراض نہ کیا۔  
(۱۶) معظم کے لیے قیام کرنا ایک طریقہ تعظیم کا ہے۔

(۱۷) حدیثِ نبی قیام کا مطلب۔

(۱۸) ثبوتِ جواز قیام تعظیمی۔

(۱۹) قیام عند ذکر الولادة تعظیم نام رسول اللہ ﷺ کے لیے عرصے سے علماء و صلحا میں رائج ہے، اُس وقت سے اب تک اجلہ علماء برابر اس کے جواز کو مستحسن کہتے چلے آئے۔

(۲۰) علاوہ قیام تعظیم نام رسول اللہ ﷺ کے وقت ذکر ولادت قیام کرنا دیگر وجوہ سے بھی ثابت ہے۔

(۲۱) وقت خوشی کے قیام درست ہے۔

(۲۲) شکرِ یے کے لیے قیام درست ہے۔

(۲۳) امرِ مہتم بالشان کے لیے قیام درست ہے۔

(۲۴) وقتِ ظہورِ آثارِ فتح حالتِ قیام میں اشعارِ مدحیہ پڑھنا اور تذکرہ ولادت سے اس کی مناسبت۔

(۲۵) خود حضور نے حالتِ قیام میں اپنے فضائلِ نسب و شرافت کو بیان فرمایا۔

(۲۶) جب مطلق جائز ہو تو مقید بدعت و حرام نہیں ہو سکتا، خصوصیت وقتِ دونوں وقت اُس کو افرادِ مطلق سے خارج نہ کر دے گی۔

(۲۷) تحقیقات از قسم عرف و عادات ہوتی ہیں، وہ باعثِ منع فعل نہیں ہو سکتیں۔

(۲۸) حضور کے قیام کی صورت میں اصحابِ کرام کا قیام نہ کرنا ادب کے خلاف تھا۔

(۲۹) امامِ مصری حضور کا نام نامی سن کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کی تعمیلِ ارشاد کے لیے جتنے علمائے اعیان اُس مجلس میں تھے سب کھڑے ہو گئے۔

(۳۰) اہل زمانہ کے عادات جو شرعاً ممنوع نہ ہوں اُن میں قوم کی موافقت ہی کرنا چاہیے۔

(۳۱) احکامِ عرف و عادات پر مبنی ہوا کرتے ہیں۔

- (۳۲) اب اس زمانے میں قیام شعائرِ تعظیم سے ہے، اُس کا ترک دلیلِ بد مذہبی ہے۔
- (۳۳) محافلِ متبرکہ میں حضور کی تشریف آوری کے خیال سے قیامِ تعظیمی بجالانا۔
- (۳۴) ارواحِ شریفہ مدبرات سے ہو جاتی ہیں، بے داری میں نظر آتی ہیں، مخلصوں کی امداد فرماتی ہیں۔
- (۳۵) حیات و ممات اُن کے لیے یکساں ہے، قریب و بعید سے اُن کی نسبت یکساں ہے۔
- (۳۶) اولیاء اللہ شہید ہیں اُن کی حیات، حیاتِ شہدا سے قوی ہے۔
- (۳۷) علمائے شریعت، مجتہدین امت، صوفیائے ملت دنیا میں، قبر میں، برزخ میں، حشر و نشر میں ہر جگہ کام آتے ہیں۔
- (۳۸) اُن کا آن واحد میں چند جا تشریف لے جانا یقینی ہے۔
- (۳۹) اولیاء اللہ کے ارواح اجساد کا کام دینے لگتے ہیں اور اجساد ارواح کا۔
- (۴۰) وجودِ شخص واحد، آن واحد میں ممکنہ متعددہ میں شرعاً و عقلاً و نقلاً ہر طرح درست ہے۔
- (۴۱) امت کا کمال حضور ﷺ کا ہی کمال ہے۔
- (۴۲) اقطاب و اوتاد و ابدال کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے، اللہ تعالیٰ اُن کو قدرت دیتا ہے کہ ایک جسم کے متعدد جسم کر لیں۔
- (۴۳) اُن کے ادنیٰ کمال سے یہ ہے کہ ایک قدم میں مشرق سے مغرب تک پہنچیں، ایک کام اُن کو دوسرے کام سے مشغول نہیں کرتا۔
- (۴۴) اس کے شواہد۔
- (۴۵) خود حضور ﷺ کی تشریف آوری کا ثبوت۔
- (۴۶) شانِ حضور ﷺ بتانے کو چند جملے۔
- (۴۷) اولیائے امت نے متعدد مقام پر ایک آن میں آپ کو دیکھا۔
- (۴۸) ذکر کے وقت تصور و تمثیل و تخیل حضور عجب لذت و سرور دیتا ہے۔
- (۴۹) بسا اوقات ذکر و مذکور سے معاملہ یکساں ہو جاتا ہے۔
- (۵۰) وقتِ قرأت مولدِ شریف، ختم قرآن و حدیث شریف صلحاء امت نے آپ کو دیکھا ہے۔
- (۵۱) وقت ذکر و لادت حضور تشریف لاتے ہیں۔

ان مسائل کے علاوہ اور دیگر فوائد عجیبہ اس رسالے میں مذکور ہیں۔ بہ خیال طوالت فہرست سے نظر انداز کیے گئے۔ نہایت اجمالی حالت میں اُن علمائے اعلام کے نام بھی ذکر کروں جن کا فضل و تقویٰ مسلم ہے تاکہ حقانیت مذہب اہل سنت منکشف ہو جائے اور مسئلہ بہ خوبی واضح ہو کر ناظرین کو تسلی بخش ہو، نیز اُن کتب کے اسماء بھی لکھوں جو مسلم و مقبول عام ہیں۔

قرآن شریف: (۱) تفسیر مدارک (۲) تفسیر عزیزی (۳) تفسیر بیضاوی (۴) تفسیر الموعظہ (۵) تفسیر مظہری (۶) تفسیر کبیر (۷) تفسیر روح البیان (۸) مشکوٰۃ شریف (۹) صحیح بخاری (۱۰) صحیح مسلم (۱۱) صحیح ترمذی (۱۲) ابوداؤد (۱۳) ابن ماجہ (۱۴) حصن حصین (۱۵) مسند بزار (۱۶) شفا قاضی عیاض (۱۷) مواہب (۱۸) معجم کبیر (۱۹) صحیح مستدرک (۲۰) حلیہ (۲۱) مصنف ابوبکر بن شیبہ (۲۲) فتوحات مکیہ (۲۳) مسند احمد بن حنبل (۲۴) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری (۲۵) فتح المبین شرح اربعین نووی (۲۶) مظاہر حق (۲۷) شرح شفا علامہ خفاجی (۲۸) لمعات شرح مشکوٰۃ شیخ (۲۹) ہمعات شرح مشکوٰۃ شیخ (۳۰) نووی شرح مسلم (۳۱) حاشیہ صحیح بخاری (۳۲) توشیح شرح بخاری (۳۳) زہر الربی شرح نسائی (۳۴) جامع الدرر شرح حصن حصین (۳۵) مجمع الزوائد حافظ بیہقی (۳۶) زوائد بزار (۳۷) تذکرۃ الموضوعات (۳۸) دلائل النبوة امام مستغفری (۳۹) شرح سفر السعادت حضرت شیخ (۴۰) مجمع البحار (۴۱) شرح مناوی علی الجامع الصغیر (۴۲) تہذیب نووی (۴۳) جمع الجوامع (۴۴) سیرت شامی (۴۵) مشکل الآثار (۴۶) سیرت محمدیہ (۴۷) مدارج شریف (۴۸) جذب القلوب (۴۹) فیوض الحرمین (۵۰) انتباہ الاذکیا (۵۱) انفس العارفين شاہ ولی اللہ (۵۲) مفتاح الفتوح شیخ (۵۳) ہجۃ الاسرار شریف (۵۴) ملفوظات ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی (۵۵) مکتوبات حضرت شیخ مجدد (۵۶) کمالات عزیزی

(۵۷) ہدایہ (۵۸) فتح القدیر (۵۹) عالمگیری (۶۰) محیط (۶۱) برجندی (۶۲) بستان فقیہ ابواللیث (۶۳) تجنیس (۶۴) درمختار (۶۵) قاضی خاں (۶۶) فتاویٰ غرائب (۶۷) غنیۃ المستملی (۶۸) وہبانیہ (۶۹) حاشیہ درمختار (۷۰) قنیہ (۷۱) مجموعہ الفتاویٰ مولوی عبدالحی (۷۲) کتاب الاجوبۃ عن ائمة الفقہاء والصوفیۃ (۷۳) احیاء العلوم (۷۴) مکتوبات

حضرت مرزا مظہر جان جاناں۔

(۷۵) احسن الکلام شاہ محمد معصوم (۷۶) عین العلم (۷۷) سیف الاسلام المسلمول (۷۸) المنقذ فی الضلال امام حجۃ الاسلام (۷۵) فصل الخطاب (۷۵) عقائد نسفیہ (۷۵) التصحیح المسائل (۷۵) حجۃ الزاکرین خواجہ محمد شریف (۷۵) اذافۃ الآثام (۷۵) منک متوسط (۷۵) جوہر منظم علامہ ابن حجر (۷۵) مطالب المؤمنین (۷۵) حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ (۷۵) شرح الروض قاضی زکریا (۷۵) رسالہ قیام امام نووی (۷۵) رسالہ مولد علامہ برزنجی (۷۵) فتویٰ علمائے مکہ و مدینہ و جدہ و حدیدہ (۷۵) الباعث علی انکار الحوادث امام ابو شامہ شیخ النووی (۷۵) عقد الجواہر (۷۵) رسالہ نذور مولوی رفیع الدین دہلوی (۷۵) تذکرۃ الموتی قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۷۵) میزان شعرانی (۷۵) نفحات الانس جامی (۷۵) کشف المحجوب (۷۵) تبشیر الوری شاہ سلامت اللہ (۷۵) زاد الآخرة مولوی مولیٰ بخش صدیقی بہاری (۷۵) بیت المعرفت شاہ حفیظ اللہ عباسی خلیفہ حضرت شاہ محمد امین (۷۵) الخبر الدال علی وجود القطب و الابدال علامہ سیوطی (۷۵) عقائد الاسلام (۷۵) شرح فصوص جامی (۷۵) المنجلی فی تطور الولی (۷۵) شرح الصدور (۷۵) تنویر الحکک۔

[ان کے علاوہ جن علمائے حوالے مذکور ہوئے ان میں علامہ طیبی، علامہ خفاجی، شیخ امام رحمت اللہ سندھی، ابن جوزی، ابن عساکر، امام تقی الدین سبکی، امام ابو زکریا یحییٰ صرصری، جلال الدین رومی، حافظ جزری، مولانا رفیع الدین مراد آبادی، ابوالبرہیم نجفی، عبدالرحمن بن قاسم، عامر بن عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمن بن مہدی، امام مالک، ابن المسیب، ابن المہدی، علامہ قونوی شارح مادی، تاج الدین سبکی، کریم الدین رملی، صفی الدین، عبدالغفار، عقیف یافعی، تاج بن عطاء اللہ، سراج بن الملقن، برہان الالبانسی، شیخ عبداللہ المنوفی، شیخ خلیل مالکی صاحب مختصر، محمد بن ابراہیم ملتانی، امام ابوالعالیہ حسن بصری۔

یہ صرف اجمالاً اُن دلائل کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جو علمائے اعلام نے تحقیق فرمایا ہے، اگر قصد نقل عبارات و ذکر اسما کا کیا جاتا تو رسالہ ایک مجلد کتاب کی صورت میں ہو سکتا تھا۔ چوں کہ میں نے اپنی جانب سے بہت کم عبارت لکھی ہے، صرف محققین علمائے کرام کے اقوال کا ترجمہ

ہے، اس لیے اس کا نام تحقیق الائمة الاعلام رکھنا مناسب ہوا۔ واللہ ولی التوفیق۔  
میں نے جو کچھ نقل کیا ہے اُس کے مطالعے کے بعد ہر موافق و مخالف سمجھ لے گا کہ کس کا قول  
قابل تسلیم ہے، ورنہ ہمیشہ دھوکا دہی عوام کے لیے بد مذہب یہی کہتے چلے آتے ہیں کہ ہم جو کچھ  
کہتے ہیں وہ خدا و رسول کے فرمان کے مطابق کہتے ہیں، ہمارے اقوال کے تسلیم میں رضا مندی  
اللہ و رسول کی منحصر ہے۔ مجسمہ قرآن سے ہی خدا کے لیے جسم و جہت ثابت کرتے ہیں ید اللہ فوق  
ایدہم (۲۰۱) ویسقی وجہ ربك ذوالجلال والاكرام (۲۰۲) ویوم یکشف عن  
ساق (۲۰۳)۔

معتزلہ و جو ب لطف پر دلیل قرآنی لاتے ہیں کتب علی نفسه الرحمة (۲۰۴) کان حقا  
علینا نصر المومنین (۲۰۵)۔

منکران عصمت انبیاء یہی آیت عصی آدم ربہ فغوی (۲۰۶) وجعلاله شرکاء (۲۰۷)  
ظلمنا انفسنا (۲۰۸) انی كنت من الظالمین (۲۰۹) فوکرہ موسیٰ ففرضی علیہ (۲۱۰)  
اپنے دعوے پر دلیل لاتے ہیں۔

زندوں کے افعال سے مردوں کو کچھ نفع نہ پہنچنے پر لیس للانسان الا ماسعی (۲۱۱)  
انکار ادراک اموات پر انک لا تسمع الموتی (۲۱۲)

- 
- ۲۰۱۔ الف: ۱۰۔ ترجمہ: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا دست قدرت ہے۔  
۲۰۲۔ الرحمن: ۲۷۔ ترجمہ: اور صرف آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال اور بزرگی والا ہے۔  
۲۰۳۔ القلم: ۴۲۔ ترجمہ: (کہ وہ ان کی کچھ مدد کر سکتے ہیں) جس دن ایک ساق کھولی جائے گی۔  
۲۰۴۔ الانعام: ۱۲۔ ترجمہ: اس نے اپنے کرم کے ذمہ پر رحمت کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔  
۲۰۵۔ الروم: ۴۷۔ ترجمہ: ہمارے ذمہ کرم پر مسلمانوں کی مدد فرمانا ضروری ہے۔  
۲۰۶۔ طہ: ۱۲۱۔ ترجمہ: آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش و بھول چوک واقع ہوئی۔  
۲۰۷۔ الاعراف: ۱۹۰۔  
۲۰۸۔ الاعراف: ۲۳۔  
۲۰۹۔ الانبیاء: ۸۷۔  
۲۱۰۔ القصص: ۱۵۔ ترجمہ: تو موسیٰ علیہ السلام نے (مظلوم کی مدد کرنے کے لیے) اس زیادتی کرنے والے کو مکارا تو  
اس کا کام تمام کر دیا۔  
۲۱۱۔ النجم: ۴۰۔ ترجمہ: انسان کو وہی ملے گا جو اس نے کوشش کی ہے۔  
۲۱۲۔ الروم: ۵۲۔ ترجمہ: اے نبی (ﷺ) آپ دل کے مردوں کو نہیں سنا سکتے۔



مرتکب کبیرہ کے کفر پر من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الکفرون (۲۱۳) من یقتل  
مومنا متعمدا (۲۱۴)

عصمت انبیاء پر لا ینال عہد الظلمین (۲۱۵) آیات قرآنیہ حجت ہیں۔

اس بات کی تفصیل کی نہ اس جگہ ضرورت، نہ بیان اس قسم کے دلائل نقل کرنے کی گنجائش۔  
یہاں صرف مقصود اتنا ہے کہ محض اس کہہ دینے سے کہ ہم خدا و رسول کا فرمان بیان کرتے ہیں یا  
مخالف تحقیق ائمہ کسی بات کا دعویٰ کر دینے سے کوئی بات حق نہیں ہو سکتی تاوقتہ کہ مسئلہ اپنے  
دعوے کو مطابق تفسیر ماثور کے رسول اللہ ﷺ و صحابہ و تابعین و جمہور مفسرین سے نہ کرے۔ حق  
وہی ہے کہ جو قرآن و حدیث سے بعد تحقیق و تطبیق و رعایت جمیع شرائط و لوازم کے بہ اتفاق سواد  
اعظم قرار پایا ہو، کسی بد مذہب کے اس دعوے کر دینے سے کہ ہم حق اظہار حق کے لیے کہتے  
ہیں، نہ اُس کا قول حق کہا جاسکتا ہے، نہ بد مذہبی کا دھبہ ان دلائل کے لانے سے دامن قائل سے  
چھوٹ سکتا ہے۔ تاوقتہ کہ اُس کا قول اقوال ائمہ عظام و مجتہدین کرام سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔  
آقائے دو عالم نے کھرے و کھوٹے کی پرکھ ہم کو پہلے ہی سے بتادی، دین و مذہب کی حفاظت کی  
تدبیر سکھادی کہ آخر زمانے میں کچھ دجال و کذاب ایسے پیدا ہو جائیں گے جو خلاف سلف کے نئی  
نئی باتیں روزانہ گڑھ گڑھ کر تم کو سنائیں گے (۲۱۶) جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے کبھی نہ  
سنی ہوں گی۔ اُن سے دور بھاگنا، اُن کی باتوں کو ہرگز نہ سننا، وہ بڑے دھوکے باز ہیں کہیں تم کو  
گمراہ نہ کر دیں۔ مخالفین کے اُن مسائل کو دیکھ کر کہ جو آئے دنوں نئی نئی جنوں بدل بدل کر تمہارے  
سامنے آتے رہتے ہیں جن کو سن کر تم کو تعجب ہوتا ہے۔ ذرا انصاف سے خدا لگتی کہنا کہ یہ باتیں  
پہلے ائمہ اعلام نے بھی کہیں تھیں؟ اس قسم کے شاخسانے دین و مذہب میں نکلتے پہلے بھی دیکھے  
تھے؟ سوالات و جوابات میں یہ ہیر پھیر، یہ کھینچ تان پہلے بھی ہوتی تھی؟ حیلے بہانے کی نہیں بدی

۲۱۳۔ المائدہ: ۴۴۔ ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دیں وہی لوگ کافر ہیں۔

۲۱۴۔ النساء: ۹۳۔

۲۱۵۔ البقرہ: ۱۲۴۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کافروں کو نہیں پہنچتا (یعنی کافر امام نہیں ہو سکتا)

۲۱۶۔ اس زمانے میں تو گھڑنت کا بازار گرم ہے، حدیث و فقہ کی عبارتیں، فرضی کتابیں، غلط سندیں بنالینا، عبارتوں میں  
تصرف و برید کر دینا اہل ہوا کا شعار ہو رہا ہے۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

ہیر پھیر کی نہیں سہی، اس لیے کہ تمہارے آقا نے دجالوں، کذابوں کی یہ پہچان بتلائی ہے وہ بڑے دھوکے باز ہوں گے۔ اگر ہیر پھیر نہ کریں، باتیں نہ بنائیں تو پھر وہ دھوکے باز کیوں کہلائیں؟ منافق زمانہ رسالت میں اللہ و رسول ﷺ کو برا کہتے، جب اُن سے کہا جاتا حیلے بہانے کرتے، باتیں بناتے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا: لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم (۲۱۷) بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو گئے بعد اسلام کے۔

صاف صاف کھل کر بغیر کھینچ تان کے کہہ دو کہ سلف صالحین و گروہ مسلمین کا اس بارے میں کیا مذہب ہے؟ مفتیان مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ کا ان مسائل میں کیا مسلک ہے؟  
کھولے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں

اگر سچے ہو تو کچھ ضرورت مکر و فریب کی، سوال گڑھنے، جواب لکھنے، تقریظیں بنانے، واقعات کو دبانی، حیلے بہانے سے مہریں کرانے کی نہیں۔ صاف دو حرف کہہ دو ذکر فضائل و اخلاق و معجزات رسول اللہ ﷺ جو بہ ہیئت کذا نیہ ہندوستان میں مروج ہے درست ہے یا نہیں؟ قیام وقت ذکر ولادت جو کیا جاتا ہے وہ قواعد شرعی کے موافق ہے یا مخالف؟ یہ امر تعظیم و محبت رسول اللہ ﷺ پر دلالت کرتا ہے کہ نہیں؟ اور اب شعار تعظیم سے ہے کہ نہیں؟ اس پر عمل کرنا اچھا ہے یا ترک کرنا بہتر؟ اس کے جواب کے بعد معلوم ہوا جاتا ہے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

مجھے ناظرین رسالہ کے سامنے یہی خیال پیش نظر رکھ کر اس مسئلے میں وہ فتوے پیش کرنے کی جرأت ہوتی ہے جو مولوی خلیل احمد صاحب کا مصدقہ علمائے مکہ و مدینہ و مصر مطبوع و مشہور ہو چکا ہے (۲۱۸)۔ دیکھیں کہ صورت سوال و طرز جواب سے کیا مترشح ہوتا ہے اور قیام وقت ذکر ولادت کو علمائے دیوبند کیا لکھتے ہیں؟ سوال وہ عبارت براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد کی ہے جس پر عرصہ ہوا اعتراض کیا جا چکا ہے کہ ذکر ولادت کو مشابہہ جنم اسٹمی کے لکھ کر منع فرمایا ہے، اُس کے جواب میں یوں ارقام ہوتا ہے:

۲۱۷۔ التوبۃ: ۶۶

۲۱۸۔ کتاب کا نام المہند علی المہند (معروف بہ التصدیقات لدفع التلبیسات) ہے، یہ مولوی خلیل احمد انپٹھوی کی تصنیف ہے، یہ کتاب ۱۳۲۵ھ میں علمائے حریمین کے سوالات کے جواب میں لکھی گئی تھی، اس میں مصنف نے اختلافی مسائل میں علمائے دیوبند کے عقائد بیان کیے ہیں، کتاب پر اس زمانے کے اکابر علمائے دیوبند کی تصدیقات ہیں۔

حضور کا ذکر محبوب تر اور افضل ترین مستحبات ہے کیوں کر کوئی مسلمان ذکر ولادت کو مشابہ بہ کفار کہہ سکتا ہے۔ (۲۱۹)

چوں کہ اتنی عبارت سے سائل و مجیب کا مطلب حل نہ ہو سکتا تھا، اس لیے مزید توضیح کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ اضافہ کیا گیا:

نفس ولادت کے وقوع کا یقین رکھ کر وہ برتاؤ کرے جو واقعی ولادت کی گذشتہ ساعت میں کرنا ضروری تھا۔ انتہی (۲۲۰)

دیکھو مسلمانوں یہ وہ ارشاد ہے کہ آج تک کسی مسلمان کے خیال میں بھی نہ گزرا ہوگا۔ کون کہتا ہے کہ وہ وقت کہ جس میں حقیقتاً ولادت باسعادت ہوئی تھی یہی وہ وقت ہے جس وقت ذکر ولادت پڑھا جاتا ہے تو حقیقتاً حضور اُس وقت پیدا ہی ہوتے ہیں جس کے لیے یہ تعظیم عمل میں لائی جاتی ہے۔ مطلب یوں ہے حصول نعمت پر خوشی کرنا اُس دن اور وقت کی تعظیم کرنا سنت ہے اور یہ تذکرہ ولادت اُس وقت کی یاد دلانے والا ہے تو نعمت ولادت باسعادت پر خوشی کرنا کیوں مرغوب قلوب و محبوب اہل ایمان و افضل ترین مندوبات نہ ہوگا۔ عید کو عید اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ وہ فرحت و سرور اُسی دن پر بار بار لوٹ کر آتا ہے۔ دیکھو تفسیر روح البیان و تفسیر کبیر وغیرہ۔

مفسرین کرام آیت: قال عیسیٰ بن مریم اللہم ربنا انزل علینا مائدة من السماء تکنون لنا عیداً لاولنا و آخرنا و آية منك (۲۲۱) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حضرت عیسیٰ نے پروردگار سے دعا کی ہمارے اوپر نعمت مائدہ اُتارتا کہ ہم اور ہمارے تبعین حاضرین و غائبین بہ برکت نزول اُس نعمت کے اُس دن کو عید مقرر کر لیں، ہر سال جب وہ دن آئے فرحت و سرور کیا کریں۔ (۲۲۲)

یہ قیام تعظیم نام رسول اللہ ﷺ کا خوشی ولادت میں عطائے نعمت ولادت پر کیا جاتا ہے جو

۲۱۹۔ المہند علی المفید: ۲۲ ویں سوال کا جواب، ص ۷۸۔

۲۲۰۔ مرجع سابق: ص ۷۹۔

۲۲۱۔ المائدة: ۱۱۳۔ ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ، اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتار کہ وہ ہمارے لیے اور ہمارے اگلے پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری طرف ایک نشانی (معجزہ)۔

۲۲۲۔ روح البیان: ج ۲/ ص ۶۲۳۔

عرصہ دراز سے علما و صلحا و خیار امت مرحومہ میں مروج ہے اور قواعد شریعت سے ہر گونہ مطابقت رکھتا ہے اور جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں اور جس کو علمائے دیوبند بھی جائز تصور فرماتے ہیں۔ محفل ذکر پاک یا واقعہ ولادت پر قیام اُس طریقے سے ہو جیسا کہ رسالہ تصدیقات معروف بہ مہند سے مفہوم ہوتا ہے کہ روایات موضوع و غلط نہ ہوں، عبادات واجبہ میں کوئی خلل نہ پڑے، صحابہ کرام و تابعین کے طریقوں کی معارض و مضاد نہ ہو، اس کی فرضیت و وجوب و سنیت کا اعتقاد نہ ہو، مجلس منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو، اختلاط مرد و عورت کا نہ ہو، نیت صدق و اخلاص کی ہو، عقیدے کے ساتھ ذکر کیا جائے تو اُس کے جواز بلکہ باعثِ رحمت و برکت ہونے میں کلام نہیں۔ پس جو شخص اخلاص کے ساتھ عقیدے و صدقِ نیت سے صحیح واقعاتِ ولادت کو بیان کر کر اس ذکر ولادت سننے سے اُس وقت کی یاد کر کر اظہارِ فرحت و سرور کے لیے ادائے شکریے کے لیے عطاءِ نعمت پر اس امر مہتمم بالشان پر قیام کرے اور بیان ذکر حضور کو اس طریقہ مخصوصہ پر واجب و فرض و سنت کچھ اعتقاد نہ کرے، بلکہ محبت و تعظیم حضور ﷺ اُس کو اس طریقِ تعظیم کی بجا آوری پر براہِ یحیٰ کرے اور وہ شوق و محبت میں قیام کرے، یہ نہ سمجھے کہ یقینی طور پر اس وقت حضور ﷺ اس مجلس مبارک میں تشریف فرما ہیں اُس کے لیے میں یہ قیام کرتا ہوں، بلکہ تصور و تخیل و تمثل کرے تو اُن کے علم میں بھی کوئی مسلمان اس کے ناجائز و بدعت ہونے کا حکم نہیں دے سکتا۔

اے متبعین اپنے متبوعین کے اقوال و عبارات و طرز بیان کو دیکھو اور اُن کے فتاووں پر نظر کرو اور اُن امور میں کہ شریعت سے ہر طور پر جن کا جواز ثابت ہوتا ہو، اقوال ائمہ جن کی تصحیح و تحسین فرماتے ہوں، اختلاف نہ ڈالو۔ آئندہ تمہارا کام جانے اور تم جانو۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یا رو اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

وما علینا الا البلاغ

کتبہ

عبدہ الضعیف حسین احمد عفا عنہ الصمد

## تصدیقات علمائے کرام

رسالہ کتاب القیام ماشاء اللہ بہت نافع، خدمت و حمایت، عظمت و عزت حضور سید المرسلین پر شامل ہے۔ بارک اللہ المولیٰ لمصنفہ فی الدنیا والدین۔

(حضرت مولوی) عبدالقدیر عاشق الرسول، مدرسہ قادریہ

(مولانا مولوی) محبت احمد

(مولانا مولوی) حافظ بخش، صدر مدرس مدرسہ محمدیہ

(مولانا مولوی) احمد الدین، صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم

(مولانا مولوی) فضل احمد (قادری بدایونی)

(مولوی) قدیر بخش، مدرس شمس العلوم

(مولوی) واحد حسین

عبدالواحد، مولوی فاضل فیض آباد

(مولوی) حافظ عبدالجید، مدرس مدرسہ مظہر حق ٹانڈا

(مولوی) محمد محفوظ الحق علمی



## مصادر ومراجع

- [۱] احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام: تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی (المتوفی: ۱۳۱۹ھ) تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، ۲۰۱۲ء۔
- [۲] احیاء علوم الدین: امام ابو حامد محمد غزالی (المتوفی: ۵۰۵ھ) مطبع مجتہائی میرٹھ۔
- [۳] الاذکار: امام محی الدین ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی (المتوفی: ۶۷۶ھ) مطبع مصطفیٰ البابی الحکمی مصر
- [۴] ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی (المتوفی: ۹۲۳ھ) مطبوعہ مصر
- [۵] اشعة اللمعات: شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۰ھ۔
- [۶] انتباه الاذکیا فی حیاة الانبیاء: امام جلال الدین سیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ) مطبع محمدی لاہور۔
- [۷] تذکرة الموتی والقبور: قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی: ۱۲۲۵ھ) مطبع محمدی لاہور، غیر مؤرخ۔
- [۸] تفسیر احمدی: ملا احمد جیون (المتوفی: ۱۱۳۰ھ) مطبع حسنی (مقام وسنہ درج نہیں)
- [۹] تفسیر بیضاوی: عبداللہ البیضاوی (المتوفی: ۶۲۱ھ/۶۸۵ھ) دار الفکر بیروت۔
- [۱۰] تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی): شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (المتوفی: ۱۲۳۹ھ) مطبع مجتہائی دہلی۔
- [۱۱] تنویر الحلک فی جواز رویة النبی والملک: امام جلال الدین السیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ) مطبوعہ السعادة مصر، ۱۳۲۸ھ۔
- [۱۲] جامع ترمذی: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (المتوفی: ۲۷۹ھ)
- [۱۳] جذب القلوب الی دیار المحبوب: شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) مطبوعہ کلکتہ، ۱۲۵۹ھ
- [۱۴] الجوهر المنظم فی زیارة قبر النبی المکرم: حافظ ابن حجر مکی (المتوفی: ۹۷۳ھ) دار جوامع الکلم قاہرہ، ۱۹۹۲ء۔
- [۱۵] حاشیہ صحیح بخاری: مولانا احمد علی سہارنپوری (المتوفی: ۱۲۹۷ھ) مجلس البرکات مبارکپور اعظم گڑھ۔
- [۱۶] الحاوی للفتاویٰ: امام جلال الدین سیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ) دار الفکر للطباعة، بیروت، ۲۰۰۲ء۔
- [۱۷] حجة الله البالغة: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی: ۱۱۷۶ھ) مطبع صدیقی بریلی۔
- [۱۸] الحصن الحصین: محمد بن محمد جزری (المتوفی: ۸۳۳ھ) مطبع مجتہائی دہلی۔

- [۱۹] الدر المختار على تنوير الابصار: علاؤالدین هکفی (المتوفی: ۱۰۸۸ھ) مکتبہ زکریا دیوبند۔
- [۲۰] ردالمحتار على الدر المختار: محمد بن امین ابن عابدین شامی (المتوفی: ۱۳۰۶ھ) دار الطباعة المصرية قاہرہ، ۱۲۷۲ھ۔
- [۲۱] روح البیان: شیخ اسماعیل حقی (المتوفی ۱۱۳۷ھ) المکتب الاسلامیہ، استنبول، ۱۳۳۰ھ۔
- [۲۲] زادالآخرة: مولیٰ بخش صدیقی بہاری، مطبع رزاقی کانپور ۱۳۲۲ھ۔
- [۲۳] زهر الربیٰ علی المحتجبی شرح سنن نسائی: امام جلال الدین سیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ) مکتب المطبوعات، حلب شام، ۱۹۸۶ء۔
- [۲۴] سنن ابن ماجہ: امام محمد بن یزید ابن ماجہ (المتوفی: ۲۷۳ھ)
- [۲۵] سنن ابی داؤد: ابو داؤد سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی (المتوفی: ۲۷۵ھ)
- [۲۶] سنن نسائی: امام احمد بن شعیب بن علی ابن سنان نسائی (المتوفی: ۳۰۳ھ)
- [۲۷] سیرت شامیہ: (سبل الہدیٰ والرشاد) محمد بن یوسف الصالحی الشامی (المتوفی: ۹۴۲ھ) المجلس الاعلیٰ لشؤون الاسلامیة، قاہرہ، ۱۹۹۷ء، تحقیق: ڈاکٹر مصطفیٰ عبدالواحد۔
- [۲۸] شرح سفر السعادة: شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) افضل المطابع کلکتہ، ۱۲۵۲ھ۔
- [۲۹] شرح الشفا: علی بن سلطان محمد القاری (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) المطبعة العثمانیہ آستانہ، ۱۳۱۹ھ۔
- [۳۰] شرح صحیح مسلم: یحییٰ بن شرف نووی (المتوفی ۶۷۶ھ) رضا اکیڈمی ممبئی۔
- [۳۱] شرح العقائد النسفیة: علامہ سعد الدین تفتازانی (المتوفی: ۷۹۱ھ) مطبع ہندوپریس دہلی۔
- [۳۲] شرح المقاصد: سعد الدین تفتازانی (المتوفی: ۷۹۱ھ) مطبع محرم آفندی، ترکی، ۱۳۰۵ھ۔
- [۳۳] شرح المواهب اللدنیة: محمد بن عبدالباقی الزرقانی (المتوفی: ۱۱۲۲ھ) دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۶ء
- [۳۴] الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، قاضی عیاض اندلسی (المتوفی: ۵۴۴ھ) مطبوعہ پور بندر گجرات۔
- [۳۵] صحیح بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری (المتوفی: ۲۵۶ھ)
- [۳۶] صحیح مسلم: امام مسلم بن الحجاج القشیری (المتوفی: ۲۶۱ھ)
- [۳۷] صراط مستقیم (مترجم): شاہ اسماعیل دہلوی (المتوفی: ۱۲۳۶ھ) کتب خانہ اشرفیہ دیوبند، غیر مؤرخ۔

- [۳۸] عمل اليوم واليلة: احمد بن محمد بن محمد بن الحسن (المتوفى: ۳۶۴ھ)
- [۳۹] غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر: احمد بن محمد الحموي  
المصري (المتوفى: ۱۰۹۸ھ) زكريا بك ڈپو ديوبند۔
- [۴۰] غنية الطالبين: شيخ ابو محمد محمد بن عبد القادر جيلاني (المتوفى: ۵۶۱ھ) مطبع موسوعات، مصر ۱۳۲۲ھ۔
- [۴۱] فتاوى عالمگیری: دار الفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ۔
- [۴۲] فتح الباری: حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفى: ۸۵۲ھ) مطبع بيت الافکار الدولية اردن، ۲۰۰۰ء۔
- [۴۳] فتح القدير: کمال الدین ابن الہمام (المتوفى: ۶۸۱ھ) پور بندر گجرات، ۲۰۰۴ء، تحقیق عبدالرزاق غالب المہدی۔
- [۴۴] فتح المبين شرح الاربعين: علامہ احمد بن حجر الہیتمی (المتوفى: ۹۷۳ھ) مطبع احمد الحلبي قاہرہ، ۱۳۰۷ھ۔
- [۴۵] فیض القدير شرح الجامع الصغير: عبد الرؤف بن تاج العارفين المناوی (المتوفى: ۱۰۳۱ھ) دار  
المعرفة بیروت، ۱۹۷۲ء۔
- [۴۶] فیوض الحرمین: شاہ ولی اللہ دہلوی (المتوفى: ۱۱۷۶ھ) کتب خانہ رحیمہ دیوبند، یوپی، غیر مؤرخ۔
- [۴۷] كشف الغمة عن جميع الامة: امام عبد الوہاب شعرانی (المتوفى: ۹۷۳ھ) مطبع عثمانیہ قاہرہ، ۱۳۰۳ھ
- [۴۸] کمالات عزیزى: نواب مبارک علی خاں میرٹھی، مطبع ضیائی میرٹھ۔ ۱۲۸۹ھ۔
- [۴۹] ماء المسائل: شاہ اسحاق دہلوی (المتوفى: ۱۲۶۲ھ) مطبع سید الاخبار دہلی، ۱۲۶۲ھ۔
- [۵۰] مجمع الزوائد: ابوالحسن نور الدین علی بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی (۸۰۷ھ)، دار الریان للتراث،  
قاہرہ، ۱۴۰۷ھ۔
- [۵۱] مدارج النبوة: شیخ عبد الحق محدث دہلوی (المتوفى: ۱۰۵۲ھ) مطبع نول کشور کانیپور، ۱۸۹۴ء۔
- [۵۲] مدارك التنزيل: عبد اللہ بن احمد محمود النسخی (المتوفى: ۷۱۰ھ) مطبع اصح المطابع، ممبئی۔
- [۵۳] مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: علی بن سلطان محمد القاری (المتوفى: ۱۰۱۴ھ) فیصل  
پبلی کیشنز دیوبند۔ غیر مؤرخ۔
- [۵۴] المستدرک علی الصحیحین: محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری (المتوفى: ۴۰۵ھ) دار الحرمین  
للطباعة قاہرہ، ۱۹۹۷ء۔
- [۵۵] مسلم الثبوت: ملا محبت اللہ بہاری (المتوفى: ۱۱۱۹ھ) مطبع مجتہائی دہلی، ۱۳۱۱ھ۔



- [۵۶] المسند: احمد بن علی تميمی ابو یعلیٰ موصلی (المتوفی: ۳۰۷ھ) دار المامون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ء۔
- [۵۷] مسند احمد بن حنبل: امام احمد بن حنبل (المتوفی: ۲۴۱ھ)
- [۵۸] مشکوٰۃ المصابیح: محمد بن عبد اللہ الخطیب (المتوفی: ۷۴۳ھ) مطبع مجتبائی دہلی۔
- [۵۹] مصنف: ابوبکر عبد اللہ بن محمد ابن ابی شیبہ (المتوفی: ۲۳۵ھ) مکتبۃ الرشید، ریاض، ۱۴۰۹ھ۔
- [۶۰] مظاہر الحق: مولانا قطب الدین دہلوی (المتوفی: ۱۲۷۹ھ) مطبع مجیدی کانپور۔
- [۶۱] المعجم الكبير: ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (المتوفی: ۳۶۰ھ) دار الفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ۔
- [۶۲] معرفة السنن والآثار: ابوبکر احمد بن الحسن البیہقی (المتوفی: ۴۵۸ھ) دار الوفا للطباعة، قاہرہ، ۱۹۹۱ء
- [۶۳] المنقذ من الضلال: امام ابو حامد غزالی (المتوفی: ۵۰۵ھ) المطبعة الاعلامية، قاہرہ ۱۳۰۳ھ۔
- [۶۴] المواهب اللدنیة بالمنح المحمدية: شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی (المتوفی: ۹۲۳ھ) پور بندر گجرات، ۱۴۲۱ھ، تحقیق صالح احمد شامی۔
- [۶۵] مولد النبی: جعفر بن حسن بن عبد الکرم البرزنجی (المتوفی: ۱۱۸۳ھ) المطبعة الميمنية قاہرہ، ۱۳۱۷ھ
- [۶۶] المهندس على المفند: خليل احمد انيسوي (المتوفی: ۱۳۴۶ھ) دار الکتاب والسنة، پاکستان، غیر مؤرخ، تحقیق و ترتیب: پروفیسر سید طالب الرحمن شاہ۔
- [۶۷] میزان شريعة الكبرى: امام عبد الوہاب بن احمد اشعرائی (المتوفی: ۹۷۳ھ) دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۹۹۸ء
- [۶۸] نسیم الرياض: علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی المصری (المتوفی: ۱۰۶۹ھ) پور بندر، گجرات۔
- [۶۹] نفحات الانس: علامہ عبد الرحمن جامی (المتوفی: ۸۹۸ھ) مطبع نول کشور، کانپور، ۱۸۷۷ء۔
- [۷۰] وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ: نور الدین علی بن احمد السہودی (المتوفی: ۹۱۱ھ) دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۴ء۔
- [۷۱] ہدایہ: ابوالحسن علی بن ابی بکر (المتوفی: ۵۹۳ھ) مطبع مجتبائی دہلی۔

☆☆☆